

کلیاتِ اقبال

اُردو

اقبال

اقبال اکادمی پاکستان، لاہور

بزمِ اقبال، ۲-کلب روڈ، لاہور

کلیاتِ اقبال

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کلیاتِ اقبال
اردو

۱۹۹۰ء

اشاعتِ اول

۱۹۹۳ء

اشاعتِ دوم
(مقامی ایڈیشن)

۳۰۰۰

تعداد

ڈاکٹر حمید قریشی

ناشر

عطیہ اقبال پرنٹرز، لاہور

طبع

قیمت ۲۵ روپے

ISBN 969-416-000-6

(اعتماد سے پاک نسخہ)

کلیاتِ اقبال

اُردو

اقبالؔ

اقبال اکادمی پاکستان، لاہور
بزمِ اقبال، ۲۔ کلب روڈ، لاہور

مجلسِ مشاورت

رشید حسن خان
ڈاکٹر وحید قریشی
ڈاکٹر خواجہ محمد سید زکریا
مشفیق خواجہ
ڈاکٹر منیر الدین ہاشمی
صابر کلوروی
ڈاکٹر حسین فراقی
محمد الرام چغتائی
محمد سہیل علی
ڈاکٹر وحید عشرت

پیش لفظ

۱۹۸۷ء میں اقبال اکادمی نے منصوبہ بنایا کہ علامہ اقبالؒ کے اردو ادب کی کلیات اگات اگات شائع کیے جائیں۔ اس سے پہلے شیخ غلام علی اینڈ سنز نے کئی کتابت کے ساتھ کلیات اقبالؒ کی دونوں جلدوں کی طباعت کا کام شروع کر رکھا تھا۔ علامہؒ کے شعری مجموعوں کی سابقہ اشاعتوں کی خطاطی کا جو معیار تھا، اس کا منہ بٹھانے کے لیے اقبال اکادمی کو مشکلات و پریشانی تھیں۔ ادارہ کس طرح ان کے عہدہ بڑا ہوا، اس کی سگریز پر وفیسر محمد منور صاحب نے اپنے ویبائے میں بیان کر دی ہے۔ علامہ اقبالؒ کے انتقال کے بعد شائع ہونے والے مجموعوں میں بار بار کی طباعت اور گنت سازی سے متن میں بعض قسمت جس آگے تھے نیز مسدود کلیات کی غلطیوں کی تصحیح بھی لازم تھی۔ چنانچہ اس متن کو ماہرین کی ایک کمیٹی کی مدد سے دوبارہ

دیکھا گیا۔ علامہ کی زندگی میں چھپنے والے مجلّوں سے متاثر کیا گیا۔
 کلام اقبال کے ان سٹاؤں سے بھی متن کا مستعار کیا گیا جو اقبال سنویم
 میں محفوظ ہیں۔ اعلیٰ کی میانی بھی بحال کی گئی اور ترتیب میں بھی بعض جزئی
 تبدیلیاں کر دی گئیں۔ جمیل قریشی صاحب کی اعلیٰ درجے کی کتابت سے
 یہ متن ڈی کمپس اڈیشن کی صورت میں ۱۹۹۰ء میں مارکیٹ میں آیا۔
 ادارے نے ایک خاص انخاص ایڈیشن کی طباعت کا کام بھی شروع
 کر دیا جو طباعت کے آخری مراحل میں ہے اور ۱۹۹۴ء کے آخر تک
 مارکیٹ میں آجائے گا۔ یہ مجلد ساعی کلام اقبال کو طبعۂ خاص سے
 باہر نہ لاسکی تھیں۔ ضرورت تھی کہ کلام اقبال عام پڑھنے والے کی
 دسترس میں بھی ہو، اس لیے اس کے ایک نہایت سستے ایڈیشن کا
 منصوبہ بھی تیار کیا گیا۔

فی الوقت مارکیٹ میں کُلیات کے دو نسخے دستیاب ہیں۔ غلام علی
 اینڈ سنز کا نسخہ نسبتاً مہنگا ہے۔ علامہ کی کتب کے رُخِ شوق اشاعت کے جتنے
 کے بعد بازار میں عام طور پر شائع ہونے والے نسخوں میں اغلاط و کتابت

کلیاتِ اقبال

بھی بڑھتی چلی گئیں اور اُن کی قیمت بھی عام قاری کی رسائی سے باہر رہی
اس لیے اقبال اکادمی نے کلیاتِ اقبال اُرڈو کو عام قاری تک پہنچانے
کے لیے ایک نہایت ہی سستا ایڈیشن شائع کرنے کا پروگرام بنایا ہے۔
موجودہ ایڈیشن اسی منصوبے کا عملی حصہ ہے۔ اگر اسے پذیرائی
ملی تو ان شاء اللہ اگلا ایڈیشن قیمت کے لحاظ سے مزید سستا اور کاغذ
کے لحاظ سے بہتر بھی ہوگا۔

اس سستے ایڈیشن میں ڈبلی کس ایڈیشن کی کتابت استعمال
کی گئی ہے۔ دو چار طباعت کی غلطیاں جو سابقہ اشاعت میں گہرائی
تھیں اُن کی تصحیح بھی کر دی گئی ہے۔ اب یہ ایڈیشن متن کے لحاظ سے
سابقہ ایڈیشنوں پر سبقت لے گیا ہے۔

دعوتِ ارسکی

ڈاکٹر حمید قریشی
(ناظم)

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا جبر و الکتاب
 گنبدِ آبلینہ رنگ تیرے محیط میں حجاب !
 عالمِ آب و خاک میں تیرے طہورِ کفر و فرخ
 فقہِ رنگ کو دیا تو نے طلوعِ آفتاب !
 شکستِ سحر و سیم ؛ تیرے جہل کی سمور !
 فقرِ جنید و بایزید ؛ تیرا حال ہے نقاب !
 شوقِ ترا اگر نہ ہو میری ناز کا امام
 میرا نیم بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب !
 نیروی نگاہِ ناز سے حدوں مراد پا گئے
 عقلِ غیبِ جستجو عشقِ حشر و انصراب !

پیشگفتار

علاؤ اللہ اور فارسی کلیات کی اشاعت کا بیڑا اٹھا کر اقبال کا دہی نے قومی
ایک کارنامہ انجام دیا ہے۔ اُمید ہے ان اشاعتوں کا طلباء علمی معیار اُٹھنے کے لیے ایک مثال
بن جائے گا۔ میں چونکہ خود کلام اقبال کی اشاعت و طباعت کے شخص ہر اصل سے گزرتا
چکا ہوں اس لیے مجھے اچھی طرح اندازہ ہے کہ یہ کتنا چھپیڑا اور احتیاطاً طلب کام
ہے۔ ایک طرف یہ دیکھنا کہ کتاب وغیرہ کبھی نہ رہ جائے وہ دوسری طرف یہ دیکھنا کہ
صحت متن ذرا بھی متاثر نہ ہونے پائے، کوئی آسان بات نہیں ہے۔ تاہم خدا کا شکر
ہے کہ ہمارے زمانے کے بہت سے اقبال شناس پروفیسر و محققین نے ہمت و مصائب کی
دھیرا نہ دکھائی، محمد حسین عمر صاحب کے شخص انتظام اور ڈاکٹر وحید عشرت صاحب اچھا جیسا
اور انور جاوید صاحب کے تعاون سے یہ دونوں قلعے بھجی پورے ہو گئے۔

میں سن ۱۳۵۰ء میں شریک تمام حضرات کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

جاوید اقبال

مقدمہ

کلیاتِ اقبالؒ (اردو) کا یہ ایڈیشن دراصل اقبال اکادمی پاکستان کے بنیادی مقاصد کی تکمیل کے لیے ہے۔ عجیب بات ہے کہ اکادمی خلاصہ کے نام پر قائم ہوئی مگر اسے ان کی کسی کتاب کے حقوق اشاعت میں نہ تھے۔ یہ محدود اختیار ہی نہ تھی بلکہ بعض اشاعتات کی عائد کردہ تھی۔ پھر بھی یوں کتنا صحت کو کیا اقبالؒ اور اقبال اکادمی کے درمیان کوئی پردہ سا رہتا ہے جسے چھایا جانا ضروری ہے۔ یہ احساس چند و چند مجبور یوں کی وجہ سے عمل تو نہ بن سکا البتہ ہمارے لیے سامانِ آرزو ضرور پیدا کر گیا۔ وقت گزرتا گیا۔ یہاں تک کہ ایک روز ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب کی عنایت سے یہ مژدہ مل ہی گیا کہ اب اقبالؒ کی اردو اور فارسی کلیات اکادمی سے شائع ہو سکتی ہیں۔ اس طرح ایک طویل انتظار کے بعد

اقبال کا وہی کو اپنے تشخص کا ایک شمس جواز فراہم ہو گیا۔ یہاں سے ایک بار مجدد
 شریعہ ہوا کہ علام اقبالؒ کی اشاعت کا منتظر کس طعن سر کیا جاتے۔ اقبالؒ کے تمام
 شعری مجموعوں کی کوشش اشاعتوں کا سیر تقوٹے یا بہت فرق کے باوجود اتنا بند تھا کہ
 بار بار سوچنا پڑا کہ اس میدان میں متیاز کے ساتھ داخل ہونے کا جواز کس نسب
 سے نکالا جاتے۔۔۔ ایسے حضرات جو اقبالؒ کے دو مجموعے دیکھ چکے ہیں جو ان کی
 زندگی میں چھپے تھے، بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ وہ سری چیزیں ہمسرا ہم جو باتیں کی
 مگر پر وہیں مستم کا حسن کتابت کہاں سے لائیں گے! جاننے والے جانتے ہیں کہ
 عظیم شاعری لفظ کے تمام امکانات کی جب لسانی تکمیل کرتی ہے۔ ہر لفظ اپنے اندر
 کئی جہات رکھتا ہے۔۔۔ معنوی، تیشی، صوتی اور ضوری۔۔۔ لفظ کے پسے
 تین پہلو تو بہر حال شاعرانہ خلاق کا موضوع ہیں تاہم آہستہ سے نئے نئے جہات
 ایک نمبر رقم خفا کے ہاتھوں اُجاگر ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اقبالؒ نے اپنے مجموعوں
 کی کتابت میں بھرپور دلچسپی لی کیونکہ خراب کتابت شاعری کے حسن کو نقصان دیتی
 ہے۔۔۔ یہاں سے ملنے بھی اہم ترین مسئلہ یہی تھا کہ خوشنویسی کا وہ معیار
 کیونکر برقرار رکھا جائے جو استادیگانہ مرحوم عبدالحمید پیرایہ رقم قائم کر گئے تھے

— ہماری خوش قسمتی کہ نامور خطاط جناب جیل احمد قریشی تہذیبِ مستشرقین کے متعلق
میں اپنا مخصوص اثر منفرد و اسلوب رکھتے ہیں، اس عظیم کام کا بیڑا اٹھانے پر تیار
ہو گئے۔ قارئین دیکھ سکتے ہیں کہ نہ صرف یہ کہ انھوں نے ہماری شبکی نہیں
ہونے دی بلکہ اپنی تخلیقی پانچ سے ایک ایسی آدھائی فضا پیدا کر دی ہے جس
کی نظیر غلیات کے متداول شعروں میں نہیں ملتی۔

پھر ایک سادہ صحتِ تن کا بھی تھا۔ غلیات اقبال کا جو نسخہ عام طور پر
 دستیاب ہے، اس میں کئی غلطیاں اور پائنتی ہیں۔ اس سلسلے میں بھی پھر سن
کوشش کی گئی مختلف مکتبہ کی اور غیر مکتبہ کی ماہرینِ اقبالیات کو زحمت دی گئی،
اقبال میوزیم میں موجود بیاضوں سے رجوع کیا گیا، علامہ کی حیات میں
شائع ہونے والے ایڈیشنوں سے استفادہ کیا گیا، اعلیٰ کے پچیدہ مسائل
کو مشاورت سے حل کرنے کی سعی کی گئی۔ غرض جدید تحقیق کے تمام
اُصولوں کو بڑے نئے کار لاتے ہوئے مستند و مبصر جو چہ سکتا تھا کیا۔
اس کے باوجود صد فی صد صحت کا دعویٰ نہیں۔ اتنی ضرور

اس نکتے میں سابق ترتیب اور اظہار میں کمیں کمیں کچھ تبدیلیاں
 نظر آئیں گی جو ہمارے زمانے کے سربراہ اور وہ اقبال شناسوں اور زبان دانوں
 کی باہمی مشاورت کا نتیجہ ہیں۔ اس معاملے میں بنیادی طور پر وہ امور
 پیش نظر ہیں۔ — اول یہ کہ اظہار کی اساس روح کے بجائے ہستند
 پر رکھی گئی ہے اور۔۔۔ دوم یہ کہ علامہ کے زمانے میں بعض ضروریات کی
 وجہ سے خالی جگہ کو دوہتیوں سے بھر دیا جاتا تھا، ہم نے صفحے میں رد جانے
 والے ایسے خلا کو پر کرنا ضروری نہیں سمجھا اور دوہتیوں کو مناسب مقامات پر
 منتقل کر دیا۔ یوں کہ لیں کہ اس باب میں ہم نے معیاری روح کو ترجیح دی
 ہے۔۔۔ اس طرح مختلف حصوں کی اپنی اپنی معنوی اور صنفی وحدت مزید
 نمایاں ہو گئی نیز اس کتاب کا آرائشی پس منظر ابھر چکا۔
 کلیات میں کئی مقامات توضیح طلب ہیں۔ اس ضرورت کو نوادار نے
 کے لیے حاشیہ لکھوائے گئے اور ان کی ایک الگ جلد بنا دی گئی۔ علامہ
 کے حتم کردہ حاشیہ بھی اسی میں آگئے ہیں۔

آخر میں اس منصوبے کے تمام شکر کا زمین جناب رشید حسن خان

ڈاکٹر حمید قریشی، جناب شان الحق شفی، جناب شفیق خواجہ، ڈاکٹر
تحسین منہا، ڈاکٹر فریخ الدین ہاشمی، جناب سید برکھوروی، ڈاکٹر خواجہ
محمد زکریا، جناب کراختی، جناب محمد سیل عمر (نائب ناظم اکادمی)،
ڈاکٹر حمید عشرت (مسلمون ناظم ادبیات اکادمی)، جناب احمد جاوید (میراج
نامہ شکی کثیر، اکادمی)، جناب انور جاوید (نائب ادارت، اکادمی)، جناب
جمیل احمد قریشی، تنویر بیگم، جناب ذوالنہشت احمد اور بالخصوص پروفیسر افتخار احمد
جسے یقیناً شکر یہ ادا کرنے کے بعد جفا و نیکریم سے نوبت ہے کہ وہ ہماری اس
سہی کو علامہ اقبالؒ اور مقاصد علامہ اقبالؒ سے قریب کا ذریعہ بنائے۔
آمین !

پروفیسر محمد منظور

بہنم

اقبال اکادمی پاکستان

لاہور

۵ ارجن سنہ ۱۹۸۹ء

ترتیبِ دواوین

۱۷	بانگِ درا
۳۲۵	بالِ حبیریل
۵۰۱	ضربِ کلیم
۶۹۳	از معنای حجاز (اُردو)



بانکِ درا

اقبال

۱۸	۱۸
۱۹	۱۹
۲۰	۲۰
۲۱	۲۱
۲۲	۲۲
۲۳	۲۳
۲۴	۲۴
۲۵	۲۵
۲۶	۲۶
۲۷	۲۷
۲۸	۲۸
۲۹	۲۹
۳۰	۳۰
۳۱	۳۱
۳۲	۳۲
۳۳	۳۳
۳۴	۳۴
۳۵	۳۵
۳۶	۳۶
۳۷	۳۷
۳۸	۳۸
۳۹	۳۹
۴۰	۴۰
۴۱	۴۱
۴۲	۴۲
۴۳	۴۳
۴۴	۴۴
۴۵	۴۵
۴۶	۴۶
۴۷	۴۷
۴۸	۴۸
۴۹	۴۹
۵۰	۵۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست

حصہ اول

(..... ۱۹۰۵ء تک)

۵۱/۲۵	۱	پہلا
۵۲/۲۷	۲	گل رنگیں
۵۵/۲۹	۳	عہد طفلی
۵۵/۲۹	۴	مرزا غالب
۵۷/۳۱	۵	ابیر کوہسار
۵۹/۳۲	۶	ایک مکڑا اور مکتبی
۶۱/۳۵	۷	ایک پہاڑ اور گلہری

۶۲/۴۶	ایک گائے اور بکری	۸
۶۵/۴۹	بچے کی دعا	۹
۶۶/۵۰	ہمدردی	۱۰
۶۷/۵۱	ماں کا خواب	۱۱
۶۸/۵۲	پرنڈے کی فریاد	۱۲
۶۹/۵۳	خفتگان خاک کے استغفار	۱۳
۷۱/۵۵	شیخ و پروانہ	۱۴
۷۲/۵۶	عقل و دل	۱۵
۷۳/۵۷	صدائے درد	۱۶
۷۴/۵۸	آفتاب (ترجمہ کا تیری)	۱۷
۷۵/۵۹	شیخ	۱۸
۷۸/۶۲	ایک آرزو	۱۹
۸۰/۶۴	آفتاب صبح	۲۰
۸۲/۶۶	درد و عشق	۲۱

۸۲/۶۷	۲۲ گیل پٹنرودہ
۸۲/۶۸	۲۳ سید کی لوح شربت
۸۵/۶۹	۲۴ ماہ نو
۸۶/۷۰	۲۵ انسان اور بزم قدرت
۸۸/۷۲	۲۶ پیام صبح
۸۹/۷۳	۲۷ عشق اور موت
۹۱/۷۵	۲۸ زہد اور زندگی
۹۳/۷۷	۲۹ شاعر
۹۳/۷۷	۳۰ دل
۹۳/۷۸	۳۱ سوچ و ریا
۹۵/۷۹	۳۲ رخصت ابے بزم جہاں !
۹۷/۸۱	۳۳ طفل شیر خوار
۹۸/۸۲	۳۴ تصویر درد
۱۰۲/۸۸	۳۵ نالہ منہراق

۱۰۵/۸۹	۳۶ چاند
۱۰۶/۹۰	۳۷ بلالؓ
۱۰۸/۹۲	۳۸ سرگزشتِ آدم
۱۰۹/۹۳	۳۹ ترانہٴ ہندی
۱۱۰/۹۴	۴۰ جگنو
۱۱۲/۹۶	۴۱ صبحِ کاستورہ
۱۱۳/۹۷	۴۲ ہندوستانی بچوں کا قومی کیت
۱۱۴/۹۸	۴۳ نیا شوالا
۱۱۵/۹۹	۴۴ داغ
۱۱۷/۱۰۱	۴۵ آبِ
۱۱۸/۱۰۲	۴۶ ایک پرندہ اور جگنو
۱۱۹/۱۰۳	۴۷ بچہ اور شمع
۱۲۱/۱۰۵	۴۸ کنارِ راوی
۱۲۲/۱۰۶	۴۹ التجائے مسافر

غزلیات

- ۱ گھڑاؤ ہست و بود نہ بیگمانہ وار دیکھ $۱۲۴/۱۰۸$
- ۲ نہ آتے ، ہمیں اس میں تکرار کیا تھی $۱۲۴/۱۰۸$
- ۳ حجب و اعتدال کی دیں داری ہے یا رب ! $۱۲۵/۱۰۹$
- ۴ لاؤں وہ تنگے کہیں سے آشیانے کے لیے $۱۲۵/۱۰۹$
- ۵ کیا کہوں اپنے چمن سے میں جدا کیوں کر نہ ہوا $۱۲۶/۱۱۰$
- ۶ انوکھی وضع ہے سائے زمانے سے زلے ہیں $۱۲۷/۱۱۱$
- ۷ غلیہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی $۱۲۸/۱۱۲$
- ۸ کہوں کیا آرتے بے دلی مجھ کو کہاں تک ہے $۱۲۸/۱۱۲$
- ۹ جنہیں میں ڈھونڈتا تھا آسمانوں میں زمینوں میں $۱۲۹/۱۱۳$
- ۱۰ ترے عشق کی انتہا چاہتا ہوں $۱۳۱/۱۱۵$
- ۱۱ کشادہ دست کروم جب وہ بے نیاز کرے $۱۳۱/۱۱۵$
- ۱۲ سختیاں کرتا ہوں دل پر غیر سے غافل چوں میں $۱۳۲/۱۱۶$
- ۱۳ مجنوں نے شہر چھوڑا تو صحرا بھی چھوٹے $۱۳۳/۱۱۷$

حصہ دوم

(۱۹۰۵ء سے ۱۹۰۸ء تک)

۱۳۷/۱۲۱	محبت	۱
۱۳۸/۱۲۲	حقیقتِ حسن	۲
۱۳۹/۱۲۳	پیام	۳
۱۳۹/۱۲۳	سوامی رام تیرتھ	۴
۱۴۰/۱۲۳	طلبہ علی گڑھ کالج کے نام	۵
۱۴۱/۱۲۵	آخرِ صبح	۶
۱۴۱/۱۲۵	حسن و عشق	۷
۱۴۲/۱۲۶ کی گود میں بٹی دیکھ کر	۸
۱۴۲/۱۲۷	کھلی	۹
۱۴۲/۱۲۸	چاند اور تارے	۱۰
۱۴۵/۱۲۹	وصال	۱۱

۱۳۷/۱۳۱	۱۲ سبیل
۱۳۸/۱۳۲	۱۳ عاشقِ چربائی
۱۵۰/۱۳۳	۱۴ کوششِ ناتمام
۱۵۱/۱۳۵	۱۵ نوائے غم
۱۵۲/۱۳۶	۱۶ عشرتِ امروز
۱۵۲/۱۳۶	۱۷ انسان
۱۵۳/۱۳۷	۱۸ جلوہٴ حسن
۱۵۴/۱۳۸	۱۹ ایک شام
۱۵۵/۱۳۹	۲۰ تنہائی
۱۵۵/۱۳۹	۲۱ پیامِ عشق
۱۵۷/۱۴۱	۲۲ فراق
۱۵۸/۱۴۲	۲۳ عبدالعزیز کے نام
۱۵۹/۱۴۳	۲۴ صقلیت

غزلیات

- ۱ زندگی انساں کی اک دم کے سوا کچھ بھی نہیں ۱۶۱/۱۳۵
- ۲ اٹھی عقل نجات پے کہ ذرا سی دیوانگی سکھا دے ۱۶۱/۱۳۵
- ۳ زمانہ دیکھے گا جب میرے دل سے شرارتیں کاغذ کا ۱۶۲/۱۳۶
- ۴ چمک تیری عیاں بھلی میں آتش میں شعلے میں ۱۶۳/۱۳۸
- ۵ یوں تو ابے بزم جہاں انکسش تے ہنگامے تے ۱۶۵/۱۳۹
- ۶ مشال پر توے طوفانِ جام کرتے ہیں ۱۶۵/۱۳۹
- ۷ زمانہ آیا ہے بے جہانی کا ہم دیدار یارِ جہاں کا ۱۶۶/۱۵۰

ہفتہ سوم

(شمارے ۱۹۰۸ سے)

- ۱ بلاورِ اسلامیہ ۱۷۱/۱۵۵
- ۲ ستارہ ۱۷۳/۱۵۷
- ۳ دوستارے ۱۷۴/۱۵۸

- ۳ گورستان شاہی ۱۷۲/۱۵۸
- ۵ نمودِ صبح ۱۸۰/۱۶۴
- ۶ تضمینِ بر سرِ انبیٰ شام ۱۸۱/۱۶۵
- ۷ فائدہٴ غم ۱۸۲/۱۶۶
- ۸ پھول کا تحفہ عطا کرنے پر ۱۸۵/۱۶۹
- ۹ ترازوِ بقی ۱۸۶/۱۷۰
- ۱۰ اہم و طہنیت ۱۸۷/۱۷۱
- ۱۱ ایک حاجی مدینے کے راستے میں ۱۸۸/۱۷۲
- ۱۲ قطعہ (کل ایک شریہ خواجہ کی بی بی پر دیکھ کے کہہ رہا تھا) ۱۸۹/۱۷۳
- ۱۳ شکوہ ۱۹۰/۱۷۴
- ۱۴ چاند ۱۹۹/۱۸۳
- ۱۵ رات اور شاعر ۲۰۰/۱۸۴
- ۱۶ بزمِ انجم ۲۰۱/۱۸۵
- ۱۷ سیرِ فلک ۲۰۳/۱۸۷

۲۰۴/۱۸۸	نصیحت	۱۸
۲۰۵/۱۸۹	نام	۱۹
۲۰۶/۱۹۰	سوٹر	۲۰
۲۰۶/۱۹۰	انسان	۲۱
۲۰۷/۱۹۱	خطاب بہ جوانان اسلام	۲۲
۲۰۸/۱۹۲	خزۃ شوال یا ہلال عید	۲۳
۲۱۰/۱۹۳	شرح اور شعر	۲۴
۲۲۳/۲۰۷	مسلم	۲۵
۲۲۴/۲۰۸	مختصر رسالت مآب ﷺ میں	۲۶
۲۲۶/۲۱۰	شمن خانہ حجاز	۲۷
۲۲۷/۲۱۱	جواب شکوہ	۲۸
۲۳۷/۲۲۱	ساقی	۲۹
۲۳۸/۲۲۲	تعلیم اور اس کے نتائج	۳۰
۲۳۸/۲۲۲	قرب سلطان	۳۱

۲۳۹/۲۲۲	شاعر	۳۲
۲۴۰/۲۲۳	نویہ صبح	۳۳
۲۴۱/۲۲۵	دعا	۳۴
۲۴۲/۲۲۶	عید پر شعر لکھنے کی فرمائش کے جواب میں	۳۵
۲۴۳/۲۲۷	فاطمہ بنت عبد اللہ	۳۶
۲۴۴/۲۲۸	شبنم اور سترے	۳۷
۲۴۵/۲۲۹	محاصرہ آورٹہ	۳۸
۲۴۶/۲۳۰	غلام فتاح اور مرید	۳۹
۲۴۷/۲۳۱	ایک مکالمہ	۴۰
۲۴۸/۲۳۲	میں اور تو	۴۱
۲۴۹/۲۳۳	تضمین بر سر ابوطالب حکیم	۴۲
۲۵۰/۲۳۴	شبلی حلی	۴۳
۲۵۱/۲۳۵	ارتقا	۴۴
۲۵۲/۲۳۶	صدیق	۴۵

۲۵۲/۲۳۷	۴۶	تہذیبِ حاضر
۲۵۲/۲۳۸	۴۷	والدہ مرحومہ کی یاد میں
۲۶۶/۲۵۰	۴۸	شعاعِ آفتاب
۲۶۷/۲۵۱	۴۹	عسٹرن
۲۶۸/۲۵۲	۵۰	ایک خط کے جواب میں
۲۶۹/۲۵۳	۵۱	نامک
۲۷۰/۲۵۴	۵۲	نظر و اسلام
۲۷۱/۲۵۵	۵۳	بلالؓ
۲۷۲/۲۵۶	۵۴	مسلمان اور تعلیمِ جدید
۲۷۳/۲۵۷	۵۵	پھولوں کی شہزادی
۲۷۳/۲۵۷	۵۶	تضمینِ برسرِ صائب
۲۷۴/۲۵۸	۵۷	فردوس میں ایک مکالمہ
۲۷۵/۲۵۹	۵۸	مذہب
۲۷۶/۲۶۰	۵۹	جنگِ یرموک کا ایک واقعہ

- ۶۰ مذہب ۲۷۷/۲۹۱
- ۶۱ چوبستہ رہ شجرے امید بہار رکھ ۲۷۷/۲۹۱
- ۶۲ شب معراج ۲۷۸/۲۹۲
- ۶۳ نچھول ۲۷۸/۲۹۲
- ۶۴ شیکسپیر ۲۷۹/۲۹۳
- ۶۵ میں اور تو ۲۸۰/۲۹۴
- ۶۶ اسیری ۲۸۱/۲۹۵
- ۶۷ درنوازۃ حنلافت ۲۸۱/۲۹۵
- ۶۸ ہمایوں ۲۸۲/۲۹۶
- ۶۹ خضر پر راہ ۲۸۳/۲۹۷
- ۷۰ طلوع اسلام ۲۹۷/۲۸۱

غزلیات

- ۱ اے باد صبا! کئی دوائے سے جاگن پیاں مرا ۳۰۹/۲۹۳

- ۲ یہ سرد و قری مجبیل فریب کوش ہے ۳۱٪۲۹۳
- ۳ نالہ ہے مجبیل شوریدہ تراحم ام بھی ۳۱٪۲۹۳
- ۴ پردہ چرے سے اُٹھا، انجمن آرائی کر ۳۱٪۲۹۵
- ۵ پھر بادبہار آئی اقبال غزل خواں چو ۳۱٪۲۹۶
- ۶ کبھی اے حقیقت منتظر! نظر آ بس مجاز میں ۳۱٪۲۹۶
- ۷ تیرا دام بھی غزل آشناس ہے طائرانِ چمن تو کیا ۳۱٪۲۹۷
- ۸ گرچہ تو زندانی اسباب ہے ۳۱٪۲۹۸

ظریفانہ

- ۱ مشرق میں اصول دین بن جاتے ہیں ۳۱۵٪۲۹۹
- ۲ لڑکیاں پڑھ رہی ہیں انگریزی ۳۱۵٪۲۹۹
- ۳ شیخ صاحب بھی تو پردے کے کوئی حامی نہیں ۳۱۵٪۲۹۹
- ۴ یہ کوئی دن کی بات ہے اے مردِ وحش مند! ۳۱۶٪۳۰۰
- ۵ تسلیم منہ ربی ہے بہت جنائت آفریں ۳۱۶٪۳۰۰

- ۶ کچھ قسم نہیں جو حضرت واعظ ہیں تنگ دست ۳۱۶/۲۰۰
- ۷ تہذیب کے مریض کو گولی سے مسموم ۳۱۶/۲۰۰
- ۸ انتہا بھی اس کی ہے آخر خریدیں کب تک ۳۱۶/۲۰۱
- ۹ ہم مشرق کے مسکینوں کا دل غرب میں جاسکا ہے ۳۱۶/۲۰۱
- ۱۰ اصل شہود و شاہد و مشہور ایک ہے ۳۱۶/۲۰۱
- ۱۱ ہاتھوں سے اپنے دامنِ ذنیب نکل گیا ۳۱۸/۲۰۲
- ۱۲ وہ مس بولی ارادہ خود کشی کا جب کیا میں نے ۳۱۸/۲۰۲
- ۱۳ نداداں تھے اس قدر کہ زبانی عرب کی قدر ۳۱۸/۲۰۲
- ۱۴ چند دستان میں بجز حکومت ہیں کونسلیں ۳۱۸/۲۰۲
- ۱۵ ممبری اسپرینکل کونسل کی پھر مشکل نہیں ۳۱۹/۲۰۳
- ۱۶ دلیل مہر و وفا اس سے بندہ کے کیا چلی ۳۱۹/۲۰۳
- ۱۷ فرما رہے تھے شیخ طریقِ عمل پر غلط ۳۱۹/۲۰۳
- ۱۸ دیکھیے چلتی ہے مشرق کی تجارت کب تک ۳۲۰/۲۰۴
- ۱۹ گائے اک روز چوٹی اونٹ سے یوں گرم سخن ۳۲۰/۲۰۴

- ۲۰ رات چھترنے کو دیا مجھ سے ۳۲۱/۴.۵
- ۲۱ یہ آئیے توجہیل سے نازل جوتی مجھ پر ۳۲۲/۴.۶
- ۲۲ جان جائے ہاتھ سے جاتے نہ ست ۳۲۲/۴.۶
- ۲۳ صنت و سرایہ نمیا میں صفت آرا چو گئے ۳۲۲/۴.۶
- ۲۴ شام کی سجدے نصحت ہے وہ رنہ لم یزل ۳۲۲/۴.۶
- ۲۵ تنگوار تھی مزارع و مالک میں ایک نر ۳۲۳/۴.۷
- ۲۶ اٹھ کر سینک وہ باہر کلی میں ۳۲۳/۴.۷
- ۲۷ کارخانے کا ہے مالک نروک ناکر وہ کار ۳۲۳/۴.۸
- ۲۸ سنہ ہے میں نے کل یہ گفتگو تھی کارخانے میں ۳۲۳/۴.۸
- ۲۹ مسجد تو بنا دی شب بھر میں ایساں کی حرارت والوں نے ۳۲۳/۴.۸



دیساجہ

شیخ عبدالمتاویز پیر ٹریڈ لاسابق مدیر مخزن

کے خبر تھی کہ غالب مرحوم کے بعد ہندوستان میں ہر کوئی ایسا شخص پیدا ہو گا جو اردو شاعری کے جسم میں ایک نئی روح پیدا کر سکے گا اور جس کی بدلت غالب کا بننے کا خیر خیریت اور نرا انداز بیان پھر وہ وہ میں آئیں گے اور ادب اردو کے فروغ کا باعث ہوں گے غرض اب ان دو کی چشما اقبال دیکھیے کہ کس نے ان میں اقبال کا شاعرانہ نصیب چھو جس کے کام کا سکہ ہندوستان بھر کی اردو دہان دنیا کے دلوں پر میٹھا چھلے گا اور جس کی شہرت دم و ایلین جلا فرمے گا۔

غالب اور اقبال میں بہت سی باتیں مشترک ہیں۔ اگر میں تنازع کا قائل ہوتا تو ضرور کہتا کہ مرزا اسد اللہ خاں غالب کو اردو اور فارسی کی شاعری سے جو عشق تھا، اُس نے اُن کی روح کو دم میں جا کر بھی نہیں نہ لینے والا اور مجبور کیا کہ وہ پھر کسی جید خیالی میں جلا۔ اس وقت ہر شاعری کے چمن کی آبیاری کے لئے اور اُس کے پنجاب کے ایک گوشے میں جسے سیالکوٹ کہتے ہیں وہ بار بار جنم لیا اور مرزا قہر بل نام پایا۔

جب شیخ محمد اقبال کے والد بزرگوار اور ان کی پیاری ماں کا نام تجویز کر رہے ہیں گے تو قبول ہو گا کا وقت ہو گا کہ ان کا دیا ہوا نام اپنے نو ذریعہ حسنات میں صحیح ثابت ہوا اور ان کا اقبال سندھیا چندوستان میں تحصیل علم سے فارغ ہو کر انگلستان چھپا، وہاں کیمبرج میں کامیابی سے وقت ختم کر کے جہنمی کیا اور علمی دنیا کے اعلیٰ درجے پر پہنچ کر کے واپس آیا شیخ محمد اقبال نے یورپ کے قیام کے زمانے میں بہت سی فارسی کتابوں کا مطالعہ کیا اور اس مطالعے کا خلاصہ ایک مکتبہ کتاب کی صورت میں شائع کیا جسے فلسفۂ ایران کی مختصر تاریخ کہنا چاہیے۔ اسی کتاب کو دیگر جرمنی فلاسوں نے شیخ محمد اقبال کو ڈاکٹر کا علمی درجہ دیا۔ سکوار انگریزی کوئٹہ کے پاس مشرقی زبانوں اور علوم کی نسبت براہ راست تعلق کے ذرائع کافی نہیں جب ایک عرصے کے بعد معلوم ہوا کہ ڈاکٹر صاحب کی شاعری نے عالم سیرت پیدا کر لی ہے تو اس نے بھی ازراہ وقت و ذوق اس کا متنازعہ خطاب نہیں کیا اب ڈاکٹر محمد اقبال کے نام سے مشہور ہیں لیکن ان کا نام جس میں یہ تعلق خفا واد ہے کہ نام کا نام ہے اور تخصص کا تخصص ان کی ڈاکٹری اور سسری سے زیادہ مشہور اور مستعمل ہے۔

سیالکوٹ میں ایک کالج ہے جس میں علمائے سلف کی یادگار اور ان کے رفیق مقیم پر چلنے والے ایک بزرگ مولوی سید میر حسن صاحب علوم مشرقی کا درس دیتے ہیں حال میں انھیں گورنمنٹ سے خطاب سے استعفاء مل چکی ہے ان کی تعلیم کا یہ خاصہ ہے کہ جو کوئی ان سے فارسی یا عربی سیکھے اُس کی طبیعت میں اُنسن بان کا صحیح مذاق پیدا کرتے

ہوں۔ اقبال کو بھی اپنی ابتدائے عمر میں مولوی سید میر حسن سادات و دیہ طبیعت میں علم ادب سے مناسبت قدرتی طور پر موجود تھی۔ فارسی اور عربی کی تحصیل مولوی صاحب موصوفے کی۔ سونے پر شگاکا چوکیا۔ ابھی اسکول ہی میں پڑھتے تھے کہ کلام مؤثر دہن بان سے نکلنے لگا۔ پنجاب میں اردو کا رواج اس قدر چھلکا تھا کہ ہر شہر میں ہائی اسکول اور شعرو شاعری کا چرچا کم ہیشیں موجود تھا۔ یہ لکھنؤ میں بھی شیخ محمد اقبال کی طالب علمی کے دنوں میں ایک چھٹا سا شاعر ہو چکا تھا۔ انیس کے لیے اقبال نے کسی کسی غزل لکھنی شروع کر دی۔ شعرائے اردو میں انہی دنوں نواب خواجہ صاحب کاغ و پوچی کا بہت شہرہ تھا اور غلط فہم لوگوں کے استاد چوٹے سائن کی شہرت اور یہی جڑ تھی کہ لوگوں کے پاس جانیں ستے تھے غلط و کتابت کے ذریعے اور یہی سائن سے اقبال کی شہرت پیدا کرتے تھے۔ غزلیں ٹال میں ان کے پاس جاتی تھیں اور وہ اصلاح کے بعد واپس بھیجتے تھے۔ پچھلے زمانے میں جب ڈال کا یہ تلف نام نہ تھا، کسی شاعر کو اتنے شاعر کیسے مہتر کہتے تھے۔ اس سہولت کی وجہ سے یہ حال تھا کہ سیکڑوں آدمی ان سے غائبانہ غزل لکھتے تھے اور انہیں ہر کلام کے لیے ایک عدد اور محسوس کرنا پڑتا تھا۔ شیخ محمد اقبال نے بھی انہیں خط لکھا اور چند غزلیں اصلاح کے لیے بھیجیں۔ اس طرح اقبال کو اردو زبان و ادبیات کے لیے بھی ایسے استاد نے نسبت پیدا ہوئی جو اپنے وقت میں زبان کی خوبی کے لحاظ سے غزل میں کیٹا سمجھا جاتا تھا۔ گو اس ابتدائی غزل کوئی میں نہ باتیں تو موجود نہ تھیں جن سے بعد ازاں کلام اقبال نے شہرت پائی، مگر جناب کاغ و پوچی کے کہ چچا کے ایک دور افتادہ ضلع کا یہ طالب علم کوئی معمولی غزل لکھیں۔ انہوں نے جسد کہ دیا کہ کلام میں اصلاح کی گنجائش بہت کم ہے اور یہ سلسلہ غزل کا بہت بڑا فائدہ

نہیں ہا۔ البتہ اس کی یاد و دوس طرف کو کسی آغ کا نام اور دوشامری میں ایسا پائیے کہتا
ہے کہ اقبال کے دل میں آغ سے اس مختصر اور غائبہ تعلق کی ہیئت ہے اور اقبال نے
آغ کی نگلی ہی میں سبیل عام کا وہ درجہ حاصل کر لیا تھا کہ آغ مرحوم اس بات پر فرماتے تھے
کہ اقبال میں ان لوگوں میں شامل ہے جن کے کام کی انھوں نے اصلاح کی مجھے خود
دکن میں ان سے ملنے کا آغ تھا اور میں نے خود ایسے غریب کھانا کی زبان بھرنے
سیا کھانہ کے کالج میں ایف اے کے نتیجے تک تعلیم حاصل کی لیکن اقبال
کو لاہور آنا چاہا۔ انھیں علم فلسفہ کی تحصیل کا شوق تھا اور انھیں لاہور کے استاد میں ایک
نہایت شفیق استاد ملا جس نے فلسفہ کے ساتھ ان کی نسبت دیکھ کر انھیں جن میں
توجہ سے پڑھانا شروع کیا۔ پروفیسر آرنلڈ صاحب جو اب سنا میں آرنلڈ ہو گئے ہیں
انھوں نے میں تعلیم میں غیر معمولی قابلیت کے شخص ہیں۔ ثوبت تحریر ان کی بہت اچھی
تھا اور وہ علمی کتب اور کاشکس کے طریق جدید سے خوب واقف ہیں۔ انھوں نے چاہا
کہ اپنے شاگرد کو اپنے مذاق اور اپنے طرز عمل سے حصہ میں اور وہ اس بارے میں بہت کچھ
کامیاب ہوئے۔ پہلے انھوں نے علی کرم کالج کی پروفیسری کے زمانے میں اپنے دوست
سلا مشیل مرحوم کے مذاق علمی کو محنت کرنے میں کامیابی حاصل کی تھی اب انھیں
یہاں آیا اور جو بہت بل نظر آیا جس کے چمکنے کی آرزو ان کے دل میں پیدا ہوئی
اور جو دوستی اور محبت استاد اور شاگرد میں پہلے دن سے پیدا ہوئی وہ آخر شش سالہ کو
اس کے پیچھے پیچھے انھیں پاکستان کے گئے تھے اور وہاں یہ بشتہ اور بھی مضبوط ہو گیا اور آج تک
قائم ہے۔ آرنلڈ خوش ہے کہ میری محنت ٹھکانے لگی اور میرا شاگرد علمی دنیا میں جس
لیے میں باعث شہرت فرمائی تھا اور اقبال معترف ہے کہ جس مذاق کی بنیاد ستیہ میر حسن

نے ذالی تھی اور جسے دریا میں دانے کے غائبانہ تصارف نے جھسایا تھا، اُس کے کھری
مرحلے آرٹھ کی شفیقانہ دیرینی سے ملے ہوئے۔

اقبال کو اپنی علمی منزل ملنے میں اچھے اچھے دھڑے اور بڑے بڑے حصے
سابقہ پڑا۔ ان لوگوں میں کیسیج یونیورسٹی کے ڈاکٹر سیکٹیکرٹ، براہمن پنکلسن اور سارلی
قابل ذکر ہیں۔ پرفیسر پنکلسن تو پہلے شکریہ کے خاص طور پر مستحق ہیں کیونکہ انہوں نے
اقبال کی شہرہ فانی نظم "اسرارِ خودی" کا انگریزی ترجمہ کر کے اور اُس پر ویساچا اور حاشی
لکھ کر یورپ اور امریکہ کو اقبال سے روشناس کیا۔ اسی طرح ہندوستان کی علمی غیب
میں جتنے نامور افسانے میں موجود تھے مثلاً مولانا شبلی مرحوم، مولانا حالی مرحوم، آئینہ مرحوم،
سب سے اقبال کی ملاقات اور خط و کتابت رہی اور ان کے اثرات اقبال کے کلام پر اور اقبال
کا اثر ان کی مبدع پر پڑتا رہا۔ مولانا شبلی نے بہت سے خطوط میں دو حضرات اکبر نے
صرف غلوں میں جلدیست سے اشعار میں اقبال کے کمال کا اعتراف کیا ہے اور اقبال
نے اپنی نظم میں ان بالکلوں کی جابجا تعریف کی ہے۔

ابتدائی شوق کے دنوں کو چھوڑ کر اقبال کا اردو کلام بیسویں صدی کے آئینہ سے
کچھ پہلے شروع ہوتا ہے۔ اشلہ سے غائبانہ دو تین سال پہلے میں نے انہیں پہلی مرتبہ پڑھ
کے ایک شاعر سے میں کیا۔ اس نظم میں ان کو ان کے چند ہم حامت کیسجی کرے
اتے اور انہوں نے کہ سن کر ایک غزل بھی پڑھوائی۔ اس وقت تک لاہور میں لوگ
اقبال سے واقف نہ تھے۔ چھوٹی سی سوزل تھی۔ سادہ سے الفاظ۔ زمین بھی مشکل نہ تھی۔
گو کلام میں شوقی اور بے ساختہ پن موجود تھا۔ بہت پسند کی گئی۔ اس کے بعد
دو تین مرتبہ پھر اسی شاعر سے میں انہوں نے غزلیں پڑھیں اور لوگوں کو معلوم ہوا کہ ایک

چہ نما شاعر سیدان میں آیا ہے۔ مگر شہرت پہلے پہلے لاچار کے کالجوں کے طلبہ اور بعض ایسے لوگوں تک محدود رہی جو تعلیم شاعری سے تعلق رکھتے تھے۔ اتنے میں ایک اہل مجلس قلم نہ تھی جس میں مشاعرہ شریک ہونے لگے اور نظم شاعر کے مضامین کی اس میں ایک ٹھونک۔ شیخ محمد جمال نے اس کے ایک جلسے میں اپنی وہ نظم جس میں کوہ ہمالہ سے خطاب ہے پڑھ کر سنائی۔ اس میں انگریزی خیالات تھے اور اس جہد میں اس پر خوبی یہ کہ وطن پرستی کی چاشنی اس میں موجود تھی۔ مذاق زمانہ اور ضرورت وقت کے موافق ہونے کے سبب بہت مقبول ہوئی اور کئی طرف سے نوکاشیاں ہونے لگیں کہ اسے شائع کیا جائے، مگر شیخ صاحب یہ غور کر کے کہ انہی نظم ثانی کی ضرورت ہے، اسے اپنے ساتھ لے گئے اور دو اٹھن وقت چھپنے نہ پائی۔ اس بات کو سمجھا ہی جسے گورنر تھا کہ میں نے ادبِ اردو کی ترقی کے لیے رسالہ نمائندہ جاری کرنے کا ارادہ کیا۔ اس اثنا میں شیخ محمد جمال سے میری دوستانہ ملاقات پیدا ہو چکی تھی۔ میں نے ان سے وعدہ کیا کہ اس رسالے کے حصہ نظم کے لیے دو نئے رنگ کی نظمیں مجھے دیا کریں گے۔ یہ رسالہ لا شائع ہونے کو تھا کہ میں ان کے پاس گیا اور میں نے ان سے کوئی نظم مانگی۔ انہوں نے کہا ابھی کوئی نظم تیار نہیں۔ میں نے کہا تمہارا والی نظم ہے، یہ مجھے اور دو دوسرے مہینے کے لیے لکھی اور ملیے۔ انہوں نے اس نظم کے دینے میں پس پوچش کی کیونکہ انہیں یہ خیال تھا کہ اس میں کچھ غامبیان چن کر نہیں دیکھ چکا تھا کہ وہ بہت مقبول ہوئی، اس لیے میں نے زبردستی وہ نظم ان سے لے لی اور مخزن کی پہلی جلد کے پہلے نمبر میں جا پریل ۱۹۱۷ء میں نکلا، شائع کر دی۔ یہاں سے گویا اقبال کی اردو شاعری کا پہلا طور پر آغاز ہوا اور ۱۹۱۷ء تک جب وہ ولایت گئے یہی سلسلہ جاری رہا۔ اس طرح میں وہ عرصہ

[illegible]

فرمانش کی تعمیل سے لکھاری کرنا پڑا۔ اسی طرح انہوں نے رہجاس کو جس کو جو نا جواب ہی دیتے
سے فقط لاہور کی انجمن حمایت اسلام کو بعض جوہر کے سبب یہ موقع ملا کہ اس کے سامانہ
جلسوں میں کئی سال سے اتر اقبال نے اپنی نظم سنائی جو خاص اُسی جیسے کے لیے لکھی
جاتی تھی اور جس کی مسکندہ پٹھانے کرتے رہتے تھے۔

انہی اہل پنجاب میں جہت عام میں پڑھ جاتی تھیں تحت القفہ پڑھ جاتی تھیں اور اس
طرز میں ہی ایک قلمی معاملہ بعض وقتوں نے ایک مرتبہ جہت عام میں شیخ محمد اقبال سے
پاکر لکھا کہ نظم تراجم سے پڑھیں۔ ان کی آواز قدر شاہانہ اور محشر آئندہ ہے طرز تراجم سے
بھی نہ سمجھتے تھے۔ ایسا سا بندھا کر سکوت کا عالم مچا دیا اور لوگ جھومنے لگے۔ اس کے
دو نتیجے ہوئے۔ ایک یہ کہ ان کے لیے تحت القفہ پڑھنا مشکل ہو گیا جب بھی پڑھیں لوگ اصرار کرتے
ہیں کہ ان کے لیے پڑھا جائے اور دوسرا یہ کہ پتھر غرض ہی ان کے کلام کے قدر ان تھے
اور اس کو سمجھتے تھے اس شش کے سبب ام بھی لکھ گئے۔ لاہور میں جہت حمایت اسلام
میں جب اقبال کی نظم پڑھی جاتی ہے تو اس میں ہزار آدمی ایک وقت میں جھوم جاتے ہیں اور
جب کہ نظم پڑھی جاتے تو وہ دم بخود بیٹھتے ہیں۔ جو سمجھتے ہیں وہ بھی محو اور جو نہیں
سمجھتے وہ بھی محو ہوتے ہیں۔

۱۹۱۰ء کے مختلف ہفتہ اقبال کی شادی کا ایک ذرا دور شروع ہوا۔ یہ روزگار
ہے جو انہوں نے یورپ میں بسر کیا۔ وہاں انہیں شادی کے لیے نسبتاً کم وقت ملا
اور ان فلموں کی تصاویر جو وہاں کے قیام میں لکھی گئیں تھیں وہی ہے مگر ان میں ایک نئی
رنگت ہاں کے مشاہدات کا نظر آتا ہے۔ اُنس نے ان میں وہ بڑے تغیر ان کے خیالات میں
آئے۔ ان تین سالوں میں سلاسل ایسے تھے جن میں میرا بھی وہیں قیام تھا اور

اکثر حالات کے متعلق بتے پہتے تھے۔ ایک دن شیخ محمد اقبال نے مجھ سے کہا کہ ان کا ارادہ
صحت پر کیا ہے کہ وہ شاعری کو ترک کر دیں اور قسم کھالیں کہ شعر نہیں کہیں گے اور جو وقت
شاعری میں صرف چوتھے اے کسی اور فن پر کام میں صرف کریں گے۔ میں نے ان سے
کہا کہ ان کی شاعری ایسی شاعری نہیں ہے جسے ترک کرنا چاہیے بلکہ ان کے کام میں
وہ تاثیر ہے جس سے ممکن ہے کہ ہماری وراثت و قوم اور ملک کے احوال کا
تعلق ہو سکے اس لیے ایسی مفید غذا و اطلاعات کو بیجا کرنا درست نہ ہو گا شیخ صاحب
کچھ حائل نہ کئے نہ نہ ہوئے اور یہ قرار پایا کہ اگر وہ صاحب کی بات پر آخری فیصلہ چھوڑا جائے
اگر وہ مجھ سے اتفاق کریں تو شیخ صاحب اپنے ارادہ ترک شعر کو بدل دیں اور اگر وہ شیخ صاحب
سے اتفاق کریں تو ترک شعر اختیار کیا جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ علمی دنیا کی جمشٹ قسمی تھی کہ
اگر وہ صاحب نے مجھ سے اتفاق نہ کیا اور فیصلہ یہی نہ کیا کہ اقبال کے لیے شاعری کہ
چھوڑنا جائز نہیں اور جو وقت وہ شغل کی نذر کرتے ہیں وہ ان کے لیے بھی مفید ہے اور
ان کے ملک و قوم کے لیے بھی مفید ہے ایک قیمت جو ہر شاعر کی طبیعت میں آتی ہے
کا تو یہی حسرت نہ چاہئے کہ ہر شخص ایک چھوٹے سے آغاز سے ایک بڑے انجام تک
پہنچا یعنی اقبال کی شاعری نے نفرت رسی بن کر اندر زبان کی جگہ اپنا ذریعہ انہما خیال بنالیا
خارجی میں شعر کہنے کی قیمت اقبال کی طبیعت میں کتنی اسباب سے پیدا ہوئی ہوگی
اور میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے اپنی کتاب حالات تصنیف کے متعلق لکھنے کے لیے جو
کتب بینی کی اس کو بھی ضرور اس قیمت خزانہ میں داخل ہو گا۔ اس کے علاوہ ان میں
ان کا مطالعہ علم و فن کے متعلق گہرا ہو گیا اور بہت سی خیالات کے انہما کہ جس پر
تو انہوں نے دیکھا کہ خارجی کے مقابلے میں اردو کا سرمایہ بہت کم ہے اور خارجی میں

کئی فقرے اور جملے سناچے میں ٹھٹھکے ایسے ملتے جلتے جن کے مطابق اردو میں فقرے ٹھٹھکے آسان نہیں، اس لیے وہ فارسی کی طرف مائل ہو گئے۔ مگر بظاہر جس چھوٹے سے واقعے سے ان کی فارسی گوئی کی بہت داغ دہائی ہے، وہ یہ ہے کہ ایک قریب ہوا ایک بات کے ہاں دھرتے جہاں ان سے فارسی اشعار سننے کی فرمائش ہوئی اور پوچھا گیا کہ وہ فارسی شعر بھی کہتے ہیں یا نہیں۔ انھیں اعتراف کرنا پڑا کہ انھوں نے سولے سے ایک اور شعر کہیں کہنے کے فارسی کہنے کی کوشش نہیں کی۔ مگر کچھ ایسا وقت تھا اور اس فرمائش نے ایسی تحریک ان کے دل میں پیدا کی کہ رحمت سے واپس آکر بہتر پر لڑے ٹھٹھکے باقی وقت وہ شاید فارسی شعر کہتے رہے اور صبح اٹھتے ہی جو مجھ سے ملے تو وہ آدھ خستہ فارسی میں تیار تھیں جو انھوں نے زبانی مجھے سنائیں۔ ان خستہ نلوں کے کہنے سے انھیں کچھ فارسی کی کثرت کا حال معلوم ہوا جس کا پہلے انھوں نے اس طرح اکتھا نہیں کیا تھا۔ اس کے بعد ولایت سے واپس آنے پر کوئی بھی نہیں اردو کی نفیس ہی کہتے تھے غریبیت کا نسخہ فارسی کی طرف چل گیا۔ یہ ان کی شاعری کا تیسرا دور ہے جو غلط فہم کے بعد سے شروع ہوا اور جو اب تک چل رہا ہے۔ اس مرحلے میں اردو نظمیں بھی بہت سی ہوئیں اور اچھی اچھی جن کی ہندو متھی گئی۔ مگر اصل کام جس کی طرف وہ متوجہ ہو گئے، وہ ان کی فارسی شاعری کی طرف رہا۔ انھیں تمس کا خیال دیر تک ان کے دماغ میں رہا اور فرصت رفتہ دماغ سے مصنوعی طور پر کچھ آتے لگا، اور آخر ایک مستقل کتاب کی صورت میں ظہور پذیر ہوا جس سے اقبال کا نام ہندوستان سے باہر بھی مشہور ہو گیا۔

فارسی میں اقبال کے قلم سے تین کتابیں اس وقت تک نکلی ہیں: 'اسرارِ خودی'، 'رموزِ بے خودی' اور 'پیامِ شرق'۔ ایک سے ایک بہتر پہلی کتاب سے دوسری میں اپنا

زیادہ سادہ اور عام فہم چوتھی ہے اور تیسری دوسری سے زیادہ سلیس ہے۔ جو کوئی اقبال کے اردو کلام کے دلدادہ ہیں وہ فارسی نظمیں کو دیکھ کر مایوس ہوتے ہیں گے بگڑ نہیں یاد رکھنا چاہیے کہ فارسی نے وہ کام کیا جو اردو سے نہیں چسکتا تھا۔ تمام اسلامی دنیا میں جہاں منہ رسی کم و بیش متداول ہے، اقبال کا کلام اس ذریعے سے پہنچی گیا اور کہا میں ایسے خیالات تھے جن کی ایسی کبھی شاعت ضروری تھی اور اسی واسطے سے بڑے اور امریکہ والوں کو ہمارے ایسے قابل متذہب صنف کا حال معلوم ہوا۔ پیادیم شرقی میں ہمارے مصنف نے یہ ورپ کے ایک نہایت بلند پایہ شاعر کو لٹے کے 'سلام مغرب' کا جواب لکھا ہے اور اس میں نہایت حکیمانہ خیالات کا نظم بہت خوب صورتی سے کیا گیا ہے۔ اس کے اشعار میں بعض بڑے بڑے محققانے مل جاتے ہیں جو پستہ آسان طریق سے بیان نہیں جوتے تھے۔ مدت سے بعض مسائل اور اخبارات میں ڈاکٹر خٹواقبال کو 'ترجمان حقیقت' کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے اور ان کتابوں کے خاص خاص اشعار سے ثابت ہے کہ وہ اس لقب سے مطابقت کرنے کے مستحق ہیں اور جس کسی نے یہ لقب ان کے لیے پہلے وضع کیا ہے اس نے کوئی مبالغہ نہیں کیا۔ فارسی گوئی کا ایک اثر اقبال کے اردو کلام پر یہ ہے کہ فارسی میں اردو میں وہ رسم میں لکھی گئی ہیں ان میں سے اکثر میں منہ رسی ترکیبیں اور فارسی بندشیں پہلے سے بھی زیادہ ہیں اور بعض جگہ منہ رسی اشعار پر تفسیریں کی گئی ہیں۔ گویا یہ معلوم ہوتا ہے کہ شہرہ مستحکم جو فارسی کے میدان میں کامزن ہے اس کی بال کسی قدر تکلف کے ساتھ اردو کی طرف موڑی جا رہی ہے۔

اقبال کا اردو کلام جو وقتاً فوقتاً شائع ہوتا ہے کہ آج تک سالوں اور اخباروں

میں شائع تھا اور جنہوں میں چھاپا، اس کے مجسمے کی اشاعت کے بہت لوگ
خواہاں تھے۔ ڈاکٹر صاحب کے احباب بارہا متقاض کرتے تھے کہ اردو کلام کا مجموعہ شائع
کیا جائے مگر کئی وجوہات سے آج تک مجسمہ نہ اردو شائع نہیں ہو سکا تھا۔ خدا کا شکر
ہے کہ اضطرابِ شائع تقنینی کلام اردو کی یہ دیرینہ آرزو برآئی اور اقبال کی اردو نظمیں کا
مجموعہ شائع ہو رہا ہے جو دو سو بانو کے مضمون شریعتی ہے اور تین جنموں پر مشتمل ہے۔
حصہ اول میں ششہ نمک کی نظمیں ہیں، حصہ دوم میں ششہ نمک کے ششہ نمک کی
اور حصہ سوم میں ششہ نمک کے کراچی نمک کا اردو کلام ہے۔ یہ دوسرے نمک کا
نکاح ہے کہ اردو میں آج تک کوئی ایسی کتاب شاعر کی موجود نہیں ہے جس میں عیادت
کی چاندنی ہو اور اس متد و مطالب معانی میاں ہیں۔ اور کیوں نہ ہو ایک صدی کے
چند اہم حصے کے مطالعے اور تجربے اور مشاہدے کا نچوڑ اور سیر و سیاحت کا نتیجہ ہے بعض
نظموں میں ایک ایک شعر اور ایک ایک مصرع ایسا ہے کہ اس پر ایک مستقل مضمون
لکھا جاسکتا ہے۔ یہ مختصر مضمون جو بطور ویساچ لکھا گیا ہے اس میں مختلف نظموں کی
تنقید یا مختلف اوقات کی نظموں کے باہم نسبت کی تجاویز نہیں اس کے لیے کہ
جو کہ تو نہیں کوئی اور موقع تلاش کروں گا۔ سب سے پہلے صاحبانِ ذوق کو مبارک باد دیتا
ہوں کہ اردو عیادت اقبال ان کے سامنے سداں اور نگہ بستوں کے اور اقیانوس پریشان
سے نکل کر ایک مجسمہ نہ دل پذیر کی شکل میں جلوہ گر ہے اور اتنی ہے کہ جو لوگ مدت
سے اس کلام کو میاں دیکھنے کے مشتاق تھے وہ اس مجموعے کو شوق کی نگاہوں سے
دیکھیں گے اور دل سے اس کی ستارہ کریں گے۔

آخر میں اردو شاعری کی طرف سے یہ دعوت قابلِ ملاحظہ سے کرتا ہوں کہ

وہ اپنے دل و دماغ سے آرزو کو وہ جتنہ دیر جس کی وہ مستحق اور محتاج ہے بخود انہوں
نے خاکِ کب کی تعریف میں چنہ بند کئے ہیں جن میں ایک شب میں آرزو کی حالت کا
صحیح نقشہ بھینچا ہے۔

کیونکہ آرزو ابھی منت پذیر شاہ ہے

شمع یہ سودا آئی دلوں کی پروا نہ ہے

ہم ان کا یہ شعر یاد کر ان سے کہتے ہیں کہ جس احساس نے یہ شعر ان سے
نکل لیا تھا، اُس سے کام لے کر اب وہ پھر کچھ عرصے کے لیے کیونکہ آرزو کے
سنوارنے کی طرف متوجہ ہوں اور ہمیں موقع دیں کہ ہم اسی جہت سے آرزو کو جو جس
قدر دیر کے بعد چھپا ہے ایک دوسرے غیبت آرزو کا پیش خیر بھیجیں۔



افان

تعب و محنت ہے۔

ہنس کر ہلکا ہونا۔ ہلکا ہونا۔ ہلکا ہونا۔
 ہلکا ہونا۔ ہلکا ہونا۔ ہلکا ہونا۔

جوت انا ہوتا ہے

آج کل کو ہلکا ہے

جس کو ختم ہوجا۔ ہلکا ہونا۔

ہلکا ہونا۔ ہلکا ہونا۔ ہلکا ہونا۔

ہلکا ہونا۔ ہلکا ہونا۔ ہلکا ہونا۔

ہلکا ہونا۔ ہلکا ہونا۔ ہلکا ہونا۔

ہلکا ہونا۔ ہلکا ہونا۔ ہلکا ہونا۔

ہلکا ہونا۔ ہلکا ہونا۔ ہلکا ہونا۔

ہلکا ہونا۔ ہلکا ہونا۔ ہلکا ہونا۔

ہلکا ہونا۔ ہلکا ہونا۔ ہلکا ہونا۔

حصہ اول

(..... ۱۹۰۵ء تک)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہمالہ

اے ہمالہ! فیصل کشور ہندوستان چلتا ہے تیری مٹانی کو جب تک کہ اس
 تہ میں کچھ پیدا نہیں دینے دیتی کشتیاں تو ہواں ہے کہ شرم و سحر کے میدان
 ایک جلوہ تھا کلیم نو سینا کے لیے
 تو تھکتی ہے سراج چشم ہند کے لیے
 آسمانِ دیدہ ظاہر میں کھڑی ہے تو پاسبان اپنا ہے تو دیوار ہندوستان ہے تو
 سطحِ ازل فلک جس کا چہرہ دہواں ہے تو نئے غنوت کا وہ دل کہ شرفِ انساں ہے تو
 برفِ باندھی ہے تہِ نصیب تیری ہے
 خندہ ن ہے جو گلوں سے عالم تاب ہے

تیری عمر فرست کی اک آن ہے جھلک
وادیوں میں چھٹی گلی گشتا نہیں
چوٹیاں تیری ثیا سے ہیں سرگرم سخن
تو نہیں پراوہ پناہ نکلتے تیرا ملن
چشمہ دامن ترا آئینہ نیال ہے

دھن موج ہوا جس کے لیے نوال ہے
ابر کے ہاتھوں میں ہوا پر ہوا کے دھلے
آزاد نے دیارتی سہکند نے
اے ہمالہ کوئی بازی گاہ ہے تو نہیں ہے
ہنے کیا فطرت میں نمودا جاتا ہے بار

فیل بے زنجیر کی محنت اڑا جاتا ہے بار
جھبش موج نسیم سج کھوار رہی
یونین برل سے گویا ہے اس کی ناشی
نمودتی ہے نقشہ ہستی میں ہر گلی کی گلی
دست گلہیں کی اک جگہ ہیں زمین کبھی کسی
کھد رہی ہے میری غلہ شش ہی افسانہ مرا

گنج غلوت خاندانہ قدرت ہے کاشانہ مرا
آگے تھے ہی منہ اڑو کوہ سے گاتی جاتی
آجہ ما شاہر قدرت کے ہکداتی جاتی
کوہ نسیم کی موجوں کھشتی جاتی
گندہ سے گویا ہستی کا ہکداتی جاتی

چہیتی باہر حق دل نہیں کے سکر

اے سانس دل بہت ہے تری آواز کو

یہی شکلاتی ہے آکھ جب لب لباب

وہیں کل کھینچتی ہے ہوش کی جدا

وہ روشنی شام کی بس پر تھم ہو ندا

وہ رختوں تپندہ کا سماں چپ یا پھرا

کانپا پیر ہے کیا نکشیں گدہ پر

عرشہ گدا ہے جیندہ تھے غدا پر

اے جہاں لاہستان میں قتل کوئی نہ

سکھن آئے انہیں جب بنا وہیں ترا

کہو بتا اس سیدھی سادی نگہی کا سبھا

واج میں پرغنا نہ گنگ تگنگ کا ریتا

ہاں کھائے اے تھوڑے پھر وہ صبح شام تو

وہ چہچہ کی طرف اے کشیدہ دم تو

گل زمیں

تو شام کے عرش پر متحدہ شکل نہیں

اے گل زمیں تے چہ در میں شاید دل نہیں

زیب بخت چہ شریک در شریک مثل نہیں

یہ فراغت بزم ہستی میں بجے مائل نہیں

اس چمن میں ہیں سر لپا سوز ساز آمد
 اور یہی سوز کافی ہے کہ ادا آئے

تو لینا شاخ سے تہ کو مرا آئیں نہیں یہ نظر غیر از نگاہ چشم ہوت ہیں نہیں
 آئی یہ دست جنا جو لے گل رنگیں نہیں کس طرح تہ کو یہ بھاس کر میں گلہیں نہیں
 کام تہ کو دیدہ بکھٹ کے انجھیروں کے کیا
 دیدہ بکھٹ سے میں کرتا ہوں نقد ترا

نہ زبانوں پر ہی خاموشی تجھے ٹھکے ہے راز وہ کیا ہے جسے میں جانتا ہے
 میری صورت تو جس اک بگڑیہ جزا ہے نہیں میں سے وہ چوں تو جس میں سے ڈرتا ہے
 سلطان ہے تو پریشاں مثل بوجہتا ہوں میں
 زخمی شیر ذوق تجھ بوجہتا ہوں میں

یہ پریشانی مری سا بوجہت نہ ہو یہ بگڑیہ چرخ غارت بکھٹ نہ ہو
 ناتوانی ہی مری سڑیہ قوت نہ ہو رشک باجم ہم مرا آئینہ حیرت نہ ہو
 یہ کاشن نقش شبنم جہاں فرو ہے
 تو سن اور اک انسان کو غلام کہتے ہے

عہد طفلی

تھے دیارِ نو زمینِ آسمان میرے لیے دستِ احشیں در اک جہاں میرے لیے
تھی کراںِ بخششِ نشانِ نعلین میرے لیے عزمِ بے مطلب تھی نہ میری ہاں میرے لیے
دردِ طفلی میں اگر کوئی رُلا آتا ہے
شورشِ خمیرِ دردِ نعلین آتا ہے
کئے رہنا ہائے اودھ میں تک سُستہ وہ پٹے بادل میں بے آوازِ پائس کا سفر
پوچھا وہ کہ اُس کے کہہ دھو کائی خبر اور وہ حیرتِ مرغِ صفتِ آئینہ پر
اگلے وقت یہ تھی سب بے گفارتا
دل نہ تھامیہ سدا پادوقِ ہفت رتا

مرزا غالب

کھڑکوں پر تھی ہستی سے یہ دشمنی جو پر مرغِ تنہا کی سانی تانہی
تھامیہ سدا پادوقِ ہفت رتا بھینس میں بھینس چھپا رہی

وہ تیری آنکھ کو ہنس ہنس کی شکل ہے

بن کے ساتھ زندگی بسر کرنے میں جہت ہے

مصلحتی تہی تری برباد سے ہے سہرا پیار جس طرح تہی کے نمروں سے تخت کا کہار

تیرے غم و غمیں سے تجھ کو بہا
تیری کشتِ نگر سے اکتے ہیں عالم سبز و آہ

تمہاری سب سے بڑی شہرہ آفاق تصویریں

تاب کو پاکی کے بخشش ہے تسبیح پر میں

نفس کو سنا دینا میرے لیے ہے
موجیت ہے تری نیت ہزار پر

شاہ پختہ حسن ہے جسے انداز پر
خندہ زنی و غنچہ پندہ کی شیراز پر

کہہ دیا کہ ابھی جوتی دلی میں آئی ہے

کھٹن دیریں سید نامہ جی ہے

تغلب گویائی تیرے ہی سر پر کچھ نہیں
چھتیس کا جیت گنا کھڑے ہیں نہیں

ہوئے اب کیا چوکتی چند مناس کی خبریں
آواغٹ اور آسمان چٹکتے ہیں

گیوئے ناردو ابھی وقت پندرہ شاہی ہے

شمع یہ سودا کی دسویں ہی پروا ہے

اے جس دن آباد اے گوارہ عزم نہر ہوں سر اپنا ناز خاموش تیرے باہم در

قتلے قتلے میں تیرے غائب ہیں شہر تیرے چھپتے ہیں غیاں میں لاکھوں

دھن تھو میں کی فتنہ زکریا میں ہے

تھو میں پکڑی ہوئی آج ایسا بھی ہے

ابر کو ہمار

ہے بند ہی سے نکلیے بس نشین ہوا ایک لہر ہوں گل پاش ہے امن ہوا

کبھی مجھ کو ابھی گلزار ہے کھن ہوا شہر دیرانہ مرا بجز مرا نہیں ہوا

کسی ادھی میں جنتہ رہو نہ جھکو

سبز کوٹے میں جس کا بچہ نہ جھکو

مجھ کو شہر نے کھلیا ہے فتنہ ہوا نادر شہر است کاشی خواجہ

عنم نہوائے دل افروز بہت ہے ہوا رنق بزم جوانان گستاخ ہونا

بن کے کیونٹ ہستی پھر جاتا ہے

شازہ حبہ صحرے سنہ جاتا ہے

دورے میں آہ کہ ترستا ہے کسی بستی سے نہاوش گن جاتا ہے

نیر کرنا نہا جس مہ لپے آتا ہے بایں سرگ کہ لب کی پناہ ہے

سبز و مزج غنیمت کی آہ میں

نانج بھگتن زرد و خورشید میں

چتر کہ کوہی شورش قلعہ میں نے اور پندوں کو گیس تم ترثم میں نے

سر پہنچے کے گھنے جگے کا ثم میں نے غنیمت گل کو یاد دہی تبسم میں نے

فیض سے یسے نے ہر شبتان کے

جنو پنے ہن گسار میں ہت انوں کے



ایک مکڑا اور مکتبی

(مانخیز)

بچوں کے لیے

اک دن کسی مکتبی سے یہ کتے نکلا
اس سے چلتے ہوئے کہہ رہا تھا
لیکن میری کشیدگی نہ جاگی کسی قسمت
بھولے کے کہی تم نے یہاں پوچھ رکھا
غیر میں سے شے یہ تو کوئی بات نہیں ہے
اپنے سے کچھ چاہیے ہوں کتنے کے نہ ہونا
اے جو مجھے علم میں غرور ہے یہ میری
وہ سائنس ہے جو غور سے آتا
مکتبی نے سنی بات جو کتے کی تو بولی
حضرت ہستی ہاں کو دیکھ کا یہ مسکا

اس حال میں کتے کسی آنے کی نہیں ہے

جو آپ کی سیر میں پڑھا پھر نہیں آتا

کتے نے کہا واہ! فریبی مجھے ہے
تم سا کوئی خدا ان زمانے میں ہوگا
مشغور تھادی مجھے خاطر تھی دگر
کچھ غائب اپنا تو مرا اس میں نہیں تھا
اڑتی ہوئی آتی ہو خدا جانے کہاں سے
شہر وہاں کے گھر میں ہے اس میں بڑا کیا

ہم گھر میں کتنی تم کو دکھانے کی ہیں چیزیں
بہرے غمراہ آپ چھوٹی سی کٹیسیا
لنگے ہوتے روزوں سے باکیا میں پرہ
دیواروں کو آئینہ سبک میں نے سجایا
مسانوں کے آرام کو غاسر میں بچھوئے
چرخوں کو سماں یہ منیر نہیں رہتا
کنسی نے کہا خیر یہ سب ٹھیک ہے لیکن
میں آپ کے گھر آؤں یہ قیاس نہ رکھنا

ان نرم بچہ پنوں سے خدا بھوکو بچائے
سو جائے کوئی ان پر تو ہر طرف نہیں گستا

کڑے نے کہا دل میں نئی بات ہو سکی
پہلوں کے کس طرح کیے ہیں ہم دانا
نہ کا غم شام سے نکلتے ہیں جہاں میں
دیکھتے ہیں نیامیں نماد کا چہرہ بنا
یہ سوچ کے کنسی سے کہا اس نے بھی لیا
اللہ نے ہنسا ہے بڑا آپ کو رتبا
ہوتی ہے اُسے آپ کی صورت سمجھت
چرخوں نے نہیں یہ غمراہ آپ کو دیکھا
آکھیں ہیں کہ جیسے کی چمکتی ہوئی گنیاں
سر آپ کا اللہ نے کھنی سے سجایا
خیر یہ پوشاک یہ غویٰ یہ جھانکی
پھر سچ قیامت ہے یہ انہی سے ہے گانا
کنسی نے بھی جب یہ نماد تو پس بھی
بولی کہ نہیں آپ کے بعد کوئی گستا
انکار کی عزت کو سمجھتی ہیں نہیں
سچ یہ ہے کہ دل توڑنا اچھا نہیں جاتا

یہ بات کہی اور اڑی اپنی جگہ سے پس آئی تو مٹے نے اچھل کر اُسے پکڑا
تجوکہ تاکتی تھی اب ہاتھ جو آتی
اور آم سے گھر بیٹے کے مکتی کو ڈھایا

ایک پیار اور گھری

(ماخذ از ایران)

بچوں کے لیے

کوئی پہاڑ یہ کہتا تھا ال گھری سے تجھے ہوشم تو پانی میں تباہی دے رہا ہے
وہاں ہی چیز ہے اس غمزدگان عین اور یہ سب دیشور کیا کرنا
خدا کی شان ہے ہر چیز چیز بن نہیں جو بے شمار ہیں وہ باتیں بن نہیں
تری بے لایہ کیا میری شان کے لئے زمیں چپستہ ہی آن بان کے لئے

جو بات مجھ میں ہے تجھ کو وہ غصہ کیا

بلا پیار کدیں جانور خرب کیا

کہا یہ بن کے گھری نے نہ نہ نہ ہالدا یہ بچی باتیں میری لے نہیں کھالدا

جو میں ٹہنی نہیں سیری طبع تو کیا پروا
نہیں ہے تو مجھی تو آخر مری مسیح چھٹا
ہر ایک چیز ہے پیدا خدا کی تقدیر سے
کوئی بڑا کوئی چھوٹا یہ اس کی کھڑے
بڑا جہاں میں تیرے کو بنا دیا اس نے
مجھے رخت پہ چڑھنا سکھا دیا اس نے
قدم اٹھانے کی طاقت نہیں تیرے آئینہ میں
بڑی بڑائی ہے غریبی ہے اور کیا تجھ میں
جو تو بڑے ہے تو مجھ پر ہنر رکھا مجھ کو
چپ لیا ہے خدا تو ڈر کر بول مجھ کو

نہیں ہے چیز بھٹی کوئی زمانے میں
کوئی بڑا نہیں قدرت کے کا بنانے میں

ایک گائے اور بکری

(ماخوذ)

بچوں کے لیے

اگل چرگا اور ہری بھری تھی ہمیں
تمہی سدا پاس جس کی زمیں
کیا سناں اس بیدار کا چربیاں
ہر طرف صاف ندیاں تھیں دواں
تھے اناروں کے بے شمار درخت
اوپر پھیل کے سدا دار درخت

ٹھنڈی ٹھنڈی جواہریں آتی تھیں ٹھنڈی ٹھنڈی جواہریں آتی تھیں
 کسی ہندی کے پاس اک بکری کسی ہندی کے پاس اک بکری
 جب ٹھنڈہ کرادھراؤ جھڑکیا جب ٹھنڈہ کرادھراؤ جھڑکیا
 پہلے جھنک کر اُسے سلام کیا پہلے جھنک کر اُسے سلام کیا
 کیوں بڑی بی! مزاج کیسے ہیں کیوں بڑی بی! مزاج کیسے ہیں
 کٹ رہی ہے بڑی جھلی اپنی کٹ رہی ہے بڑی جھلی اپنی
 جان پر آہنی بٹے کیا کیسے جان پر آہنی بٹے کیا کیسے
 دیکھتی ہوں منہ اکی شان کچھ نہیں دیکھتی ہوں منہ اکی شان کچھ نہیں
 زور چلت نہیں عنبر یوں کا زور چلت نہیں عنبر یوں کا
 آدمی سے کوئی مبدلہ نہ کرے آدمی سے کوئی مبدلہ نہ کرے
 دواہ کم دوس تو بڑھتا ہے دواہ کم دوس تو بڑھتا ہے
 ہر تھک گئیوں سے غلام کرتے ہیں ہر تھک گئیوں سے غلام کرتے ہیں
 اس کے بچوں کو پالتی ہوں میں اس کے بچوں کو پالتی ہوں میں
 بے نیکی کے یہ بُرائی ہے بے نیکی کے یہ بُرائی ہے
 طاہروں کی صدائیں آتی تھیں طاہروں کی صدائیں آتی تھیں
 پھرتے پھرتے گھسے آنکھی پھرتے پھرتے گھسے آنکھی
 پاس اک گائے کو کھڑے پایا پاس اک گائے کو کھڑے پایا
 پھر سیٹے سے یوں کھام کیا پھر سیٹے سے یوں کھام کیا
 گائے بولی کہ خیرہ اچھے ہیں گائے بولی کہ خیرہ اچھے ہیں
 ہے مصیبت میں زندگی اپنی ہے مصیبت میں زندگی اپنی
 اپنی قسمت بھی ہے کیا کیسے اپنی قسمت بھی ہے کیا کیسے
 رو رہی ہوں بُروں کی جاکچ نہیں رو رہی ہوں بُروں کی جاکچ نہیں
 پیش آیا بلکنا نصیبوں کا پیش آیا بلکنا نصیبوں کا
 اس سے پالا پڑے خدا نہ کہے اس سے پالا پڑے خدا نہ کہے
 ہوں جو فوجی تو بیچ کھاتا ہے ہوں جو فوجی تو بیچ کھاتا ہے
 کہن مندریوں سے ام کرتا ہے کہن مندریوں سے ام کرتا ہے
 دواہ سے جان ڈالتی ہوں میں دواہ سے جان ڈالتی ہوں میں
 میرے اٹھتا ہری ڈالتی ہے میرے اٹھتا ہری ڈالتی ہے

سُن کے بکری یہ جسدِ اسرار
بولی، ایسا جگہ نہیں چپ
بات پہنچی ہے بے مزا گفتی
نیں کہوں گی مگر خدا گفتی
یہ چہ را کہ، یہ شمشادی شادی ہوا
یہ ہری گھا سس اور یہ سیا
ایسی خوشیاں ہیں نصیب
یہ کس بے زبانِ غریب
یہ مزے آدمی کے دم سے ہیں
نطفہ مارے اسی کے دم سے ہیں
اس کے دم سے سچا پتی آبادی
قید ہم کو جیل کہ اندامی
نوطح کا بنوں میں ہے کھنکا
ہم پہ احسان ہے بڑا اس کا
واں کی گزراں ہے پچھتے خدا
ہم کو زیب نہیں گلا اس کا
مندر آرام کی اگر سجد
آدمی کے گنگے سے پچھتائی
دل میں پرکھا بھلا بُرا اُس نے
اور کچھ سوچ کر کہا اُس نے

یوں تو چھوٹی ہے ذاتِ بکری کی
دل کو گفتی ہے باتِ بکری کی



بچے کی دعا

(ماغز)

بچوں کے لیے

ب پ آتی ہے دعا بن کے تفت میری
زندگی شمع کی صورت ہو نہ آیا میری
دور ذنب کا مرے دم سے اتھیرا ہو جائے
ہر جگہ میرے چمکنے سے اُجالا ہو جائے
ہو مرے دم سے یونہی میرے وطن کی زیت
جس طرح پھول سے ہوتی ہے چمن کی زیت
زندگی جو مری پروانے کی صورت یارب
علم کی شمع سے جو مجھ کو محبت یارب
جو مرا کام مندرجوں کی مسیت کرنا
دوستوں سے ضعیفوں سے محبت کرنا

مرے اللہ! بُرائی سے بچنا مجھ کو
نیک جو راہ چاہا اُس رو پہ چلنا مجھ کو

ہمدردی
(مانعہ از ایسٹیم کو پر)
بچوں کے لیے

شہنی پہ کسی شجر کی تنہا	نمبل تھا کوئی آہس مینا
کہتا تھا کہ رات سر پہ آئی	اڑنے چگنے میں دن گزارا
پہنچ کر کس طبعِ آشیانہ	چرچہ پہ چپ کیا اندھیرا
سُن کر نمبل کی آہ و زاری	جگنو کوئی پاس ہی سے بولا
حاضر ہوں مدد کو جان و دل سے	کیسٹرا ہوں اگرچہ میں نوراسا
کیا غم ہے جو رات ہے اندھیری	نہیں راہ میں روشنی کروں گا
اللہ نے دی ہے مجھ کو مشعل	چمکا کے مجھے دیا بنایا

ہیں لوگ وہی جہاں میں اپنے
آتے ہیں جو کام دوسروں کے

ماں کا خواب

(ماخوذ)

بچوں کے لیے

میں سوئی جا اک شب تو دیکھا یہ خواب	بٹھا اور جس سے مرا خطِ رب
یہ دیکھا کہ میں جا رہی ہوں کہیں	اندھیرا ہے اور راہ جتنی نہیں
لڑتا ہمت ڈرے مرا بال بال	قدم کا تھکا دہشت سے اٹھنا محال
جو کچھ حسد پاکے آگے جڑی	تو دیکھتا تھا ایک لڑکوں کی تھی
ڈر رہی ہوں پشت کپسنے سے	وہ بچے ہاتھوں میں جلتے جوتے
وہ چپ چاپ تھے آگے پیچھے روہ	خدا جانے جانا تھا اُن کو کہاں
اسی سوچ میں تھی کہ یہ سہرا پیر	مجھے اُس جماعت میں آیا نظر
وہ پیچھے تھا اور تیز چلتا نہ تھا	دیا اُس کے ہاتھوں میں جلتا نہ تھا
کہا میں نے بچپن کو میری جان	مجھے چھوڑ کر آگے تم کہاں
جداائی میں رہتی ہوں میں بے قرار	پرتی ہوں ہر روز ہشکوں کے ہا

نہ پروا ہم ساری ذرا تم نے کی گئے چھوڑ، اچھی وفاق تم نے کی!
جوتے نے دیکھ کر اچھوڑا تب دیا اس نے منہ پھیر کر یوں جواب
رُلائی ہے تجھ کو جُدائی مری نہیں اس میں کچھ بھی جُدائی مری
یہ کہ کر وہ کچھ دیر تک چُپ رہا دیا پھر دیکھ کر یہ کہنے لگا
بجھتی ہے تو چُپ کیا اسے؟
ترے آنسوؤں نے بُھجایا اسے!

پرندے کی منیرو پتھوں کے لیے

آسمان ہے یاد مجھ کو گزرا ہوا زمانا وہ باغ کی بہاریں وہ سب کا چھپانا
ازادیاں کہاں وہ اب اپنے کھونسلے کی اپنی خوشی کے آنا اپنی خوشی سے جانا
لگتی ہے چوٹ لڑا آسمان ہے یاد جس دم شبنم کے آنسوؤں پر کلیوں کا ٹسکرا نا
وہ پیاری پیار مچھلتا وہ کاسنی سی ہوت آباؤ جس کے دم سے تھامیر آتشیا نا

اتنی نہیں آئیں اُس کی تھکن میں
جوتی مری ہائی اے کاش میرے بس میں!

کیا بے نصیب ہیں میں گھر کو ترسے ہاچوں ساتھی تو جڑی ملن میں قیدیہ میں ہاچوں
آئی بھڑا کلیاں پھولوں کی ہنس رہی ہیں میں اس انجیسے گھر میں قسمت کو ہاچوں
اس قید کا الٹی ڈاکٹر کے سناؤں

ڈرے یہیں قفس میں میری جسم سے مرزا جاہل
جب سے چن چٹا چٹا چٹا چٹا ہو گیا ہے دل غم کو گھار ہائے غم دل کو گھار ہا ہے
گانا ہے بھگدڑ شمع جوں نہ شمع والے دکھتے ہوئے لوں کی سیریاویہ صدا ہے
آزاد و بھگدڑ کو گھارے قید کرنے والے
نہیں بے زبان جوں قیدی تو چھڑ کر نکالے

خفتگانِ خاک سے استفسار

مہر روشن چپ کیا اٹھتی نقاب بونے شام شام بستی ہے بھرا ہوا گیسوئے شام
یہ بے پوشی کی تیاری کسی کے غم میں ہے مفضل شدتِ گداز شید کے نام میں ہے
کر رہا ہے آسمان جاؤ بگ کفایت پر ساحر شب کی نظر ہے وہ بیدار پر
غولے نہ دیا ہے حرفِ شوشی میں کج مروج ہوا ہاں مراکھ نور سے آتی ہے آوازِ روا

دل کہ ہے بے تابی الفت میں دنیا سے نفرت
کسی نے لایا ہے مجھے ہنگام سے نور
منظرِ مرہاں نصیب کی تماشائی ہوں میں
نیم شیریں چٹکان کنج تماشائی ہوں میں

تعمد ہے تابی دل بیٹھ جانے دے مجھے
اور اس تپ پہ چادر آنسو گرانے دے مجھے
اے غفلت کچھ سرستہ! کہاں ہے تہم
کچھ کہو شرم میں کی آخر جہاں ہے تہم
وہ بھی حیرت خوار! امر زہن دل کجائی
اور پیکارِ حسن کج تماشائی کجائی
اوسنی اس بھی صبا حشم میں چھوڑ گیا
اُس لایت میں بھی ہے نسا کا دل مجبور کیا
واں جہی بل رہے سو شمع پر پڑا نہ کیا
اُس چمن میں بھی گلِ نسیل کا ہے انداز کیا
یاں تو اک صبح میں پسوئے نکل جاتی ہے دل
شعلہ کی گئی ہے کیا اس بھی پھل جاتی ہے دل
رشتہ پیوندیاں کے جب کی آواز ہیں
اُس گھٹس میں بھی کیا ایسے نکھلے غار ہیں
ہر حال میں کس معیشت اور نہ افتاد ہے
زور کیا اُس سیس میں سن فکر کے آواز ہے
کیا دن بجلی جی ہو ہمتاں بھی ہو خرم بھی ہے
قافے والے بھی میں! ایستہ رہن بھی ہے
تکھے چھتے چرواں بھی آشیانہ کے پاس ہے
نشتِ گہل کی فکر ہوتی ہے کس کے واسطے
واں بھی نسا! اپنی مہیت کی گانے میر کیا
امیازِ مست اس میں کے دیوانے میر کیا

وہاں بھی کیا سنئے تو بے چارے ہنسے؟
ہاں جہاں کی طرح وہاں بھی ڈل جاتا ہنسے؟

یا رنج بے پروا حسن ازل کا نام ہے	بانے ہو وہ سرکش اک سنہ زلِ آرام ہے
آگ کے شعلوں میں نہاں تھکاوید ہے	کیا جہنم نصیبِ سوزی کی اک ترکیب ہے
سوت کہتے ہیں جہاں نہیں کیا راز ہے	کیا عرضِ فنا کے ناس میں پروا ہے
علمِ انسانِ سُلایت میں بھی کیا مدد ہے	خطرِ پُل کا سماں یوں کی بہت جود ہے
توئی تانی کمر ہے چرٹا وہاں کے کلمہ بھی	ویدے سے سکین پاتے دل مجبور بھی
وہاں بھی انسان ہے قسینِ حقِ ستغما کیا	جستجو میں ہے ہاں بھی رُوح کو آرام کیا
یہ جہت کی تحبست سے سراپا تو ہے	آواہِ کوشور بھی تاریکی سے کیا مٹو ہے

تم بتا دو راز جو اس گنبدِ گداں میں ہے
سوت اکی چھتا چھ اکنا دلِ انسان کی

شمع و پروانہ

پڑا نہ تجھ کے کرتابے اے شمعِ پُدا کیوں
یہ جان بے قرار ہے تجھ پرست کیوں

سیاہ وار رکستی ہے تیری ادا سے
آج عشقِ ثقیف نے کھائے جس کی ادا سے؟
کرتا ہے یہ لواف تری جدوگاہ کا
چھٹکا ہوا ہے کیا تری برق نگاہ کا؟
آزار موت میں اے آرام جاں ہے کیا؟
شعے میں تیرے نگہ کی جاواں ہے کیا؟
نغمِ حنفِ جہاں میں جو تیری ضیاء ہو
اس تفتِ دل کا نخلِ تنہا ہر آنہ ہو
گر ناتھے حضور میں ہس کی نماز ہے
نقشے دل میں لبتِ سوز گداز ہے
کچھ ہس میں جو عشقِ شبنمِ قدیم ہے
چھٹا سا طوطا، یہ دُعا کھیم ہے

پروانہ اور ذوقِ تماشا تے روشنی
کیرا دُعا اور تماشا تے روشنی

عقل و دل

عقل نے ایک دن دِل کے کہا
بنوے بے کس کی رہنا چوں میں
ہوں زمیں پر، گزرِ فلک پر مرا
دیکھ تو کس قدر سا چوں میں
کامِ ذیاب میں رہ رہی ہے
مثلِ خضرِ نخبستہ پا چوں میں
ہوں منتشر کرت پستی کی
منہ پر شاہِ کبریا چوں میں

بند اک خون کی ہے ٹوسیکن غیرت لعل بے بہا ہوں میں
دل نے سن کر کہا یہ سب سچ ہے پر مجھے بھی تو دیکھ لیا ہوں میں
راہِ ہستی کو تو سمجھتی ہے اور آنکھوں سے دیکھتا ہوں میں
ہے تجھے وہ مسئلہ مظاہرے اور یاطن سے آشنا ہوں میں
علم تجھ سے تو معرفتِ بھرے ٹوند اجڑا حنا ہوں میں
علم کی انتہا ہے بے باقی اس مرض کی مگر وہا ہوں میں
شخص تو محصلِ صداقت کی حسن کی بزم کا رویا ہوں میں
تو زمان و مکاں سے رشتہ بیا طائرِ سحر آشنا ہوں میں

کس بند ہی پہ ہے تمام مرا
عرشِ پتِ جہیل کا ہوں میں

صدائے دور

جہاں کل نہیں پڑتی کسی پہلو مجھے ہنر بڑے نے عیدِ آب گوشت کا تو مجھے
سرخیں اپنی قیامت کی نفاقِ گھیز ہے جس کی یادِ تازہ اک قُربِ فراقِ گھیز ہے

بے یک لگی کے نیا کھنائی ہے غضب ایک بھی من کچھ انوں میں خدائی ہے غضب
جس کچھ پلوں میں تخت کی ہوا آئی نہیں اہس چن میں کوئی ٹلف نفیرائی نہیں

نقدت قریب تیری پر مابا ہوں میں

اختلا و جبہ سائل کے کبریا ہوں میں

و انہ خرم نہ ہے شمع سبزیدان ہونہ خرم تیری اسٹانے کی تیری کھیل
حسن ہو کیا خود نا جب کوئی مال ہی ہو شمع کو جتنے سے کیا طلب جو منل ہی ہو
ذوق کو یا تھی حسدوشی ہے تا کہ نہیں سے آئینے سے یہ ہر نکھتا کیوں نہیں

کب نے باں کھولی ہمارے نقدت گفتار نے

چھوٹا ٹالا جب چرکے شش پکارنے

آفتاب

(ترجمہ گایتری)

اے آفتاب رُوح و روان جہاں ہے تُو شیرازہ بند فست کہ کُن مسکاں ہے تُو
باعث ہے تُو وجود ہم کی نور کا ہے ہر تیرے م سے چن بہت ہوا کا

قائم بخیر من کا تاش تجھی ہے
ہر شے میں زندگی کا تاش تجھی ہے
تیرا یہ سوز و ساز سراپا ہے
تیرا یہ سوز و ساز سراپا ہے
وہ آفتاب جس سے زمانے میں نور ہے
دل کے غروے پر رُوحِ رُوح ہے
اے آفتاب ہم کو ضیائے شعور ہے
چشمِ غم کو اپنی تجھ جی سے نور ہے
ہے حسن و جمال کا ساں طراز
یہ دینِ ساکن بنِ شیبِ منہ از تو
تیرا کمال ہستی چربندار میں
تیرا ہی نہ وہ سدا کہ ہمد میں
ہر چیز کی حیات کا پروردگار تو
زائید گمانِ نور کا ہے تاجدار تو
نے ابتدا کوئی نہ کوئی نہ تہائی
اذا قیہ اقول و آخر ضیاء تری

شمع

برجِ جہاں میں میں بھیجی ہے شمعِ نور مند
فرما دو گرہ صفتِ دانہ سپند
دی عشق نے حرارتِ سوزندوں تجھے
اور گلِ فروزشِ انجلی عشق کوں کیا مجھے

پوشِ برہمیش کہ شمعِ مزار تو

ہر مالِ شکِ غم سے ہی پہنڈ تو

یک میں تری نطفِ صفتِ ماستان
سیرِ نگاہِ یاسا شوبِ لیلیٰ

کبھی نہ بکھے ہیں یہ کیا تری ضیا نہیں ہستیٰ ویر جسم میں پناہ

ہے شان آہ کی ترے وہ سیاہیں

پوشید کوئی دل ہے تری جلو گاہ میں

جستی ہے ٹوکر برق تجلی تے ہے بے درو تیرے ہونڈ کو سمجھ کر ٹو ہے

تو بل رہی ہے چار بجے کچھ خبر نہیں بینا ہے اور سوز و غموں پر نظر نہیں

میں بچش اضطراب کے سیاہ در بھی اکا وہ اضطراب تل بے قرار بھی

تھا یہ بھی کوئی ناز کسی بے نیاز کا

احساس نے یا مجھے اپنے کہہ ادا کا

یہ آگہی مری مجھے دکھتی ہے بقرا خوابیڈ اس شرم میں ہیں آتش کدے ہزار

یہ ہستیٰ زلفت پستی اسی ہے گل میں مکہ شراب میں تھی اسی ہے

بستان بیل بگل و غلجے یہ آگہی

اصل کشکش سن دتو ہے یہ آگہی

سج ازل جوشی ہستان عشق آواز گن جوتی تپش آہنر جان عشق

یہ حکم تار گنشن گن کی بار دیکھ ایک اکھ لے کے خوابیڈ شج نار دیکھ

مجھ سے خبر نہ پوچھ جا بے جاہو کی شام ہنراق صبح تھی میری ہو کی
وہ دن گئے کہ قید سے نہیں آشنا تھا زیب و زخمت طور مرزا آشیانہ تما
قیدی ہیں اور قفس کو چھین جانتا ہوں میں غربت کی نعمت کے کوہن جانتا ہوں میں
یاد وطن فسر و کی بے سبب بنی

شوقِ وطن کہیں کہیں تو طلب بنی

اے شمعِ اہستائے فرخِ خیال کیوہ سجدہ سگت بن ملک کا مال کیوہ
مغصوں فراق کا ہونِ ثریا نشاں میں اہنگِ طبع ہانکے کم کن سگان میں
باندھا مجھے ہاؤس نے تو پا ہی مری ہو تحریر کر دیا ہے یہاں ہر ہست ہو
گوہرِ کشتِ خاک میں رہنا پسند ہے بنش اگرچہ کشت ہے بغصوں میں ہے
چشمِ غلط فکر کا یہ سارا قصہ ہے عالمِ غلو جب دہ ذوقِ شہر ہے
یہ سدا زمانِ مگن کا گندہ ہے ملوکِ کھوئے حسن تماشا پسند ہے
منزل کا اشتیاق ہے گم کردہ وہ ہوں اے شمعِ انیس سیر فریگیا ہوں
صدیاد آپ صفت وہم اہم تم بھی آپ باجمِ مہم بنی طائر باجمِ مہم بھی آپ
نیرِ حسن ہیں کہ عشقِ سر را کلا زہر کھلتا نہیں کہ ناز ہوں میں یا نیا زہوں

ہاں آشنا سے لب نہ راہ گمن گمیں
پھر چہ پڑ نہ جلتے قصہ دار و زمن گمیں

ایک آرزو

دنیا کی مندوں کے گنا کیا چوں یا رب! کیا نطفہ انجمن کا جب لہریں بھو گیا ہے
شوہر جس بگاتا ہیں اُن کو مٹاتا ہے میرا ایسا سکونت میں تو پتہ نہ رہیوں نہ؟
مرا تاج خاش پڑیہ آرزو ہے میری دہن میں کو کے اک چھوٹا سا جہنم ہے
آرزو نکلتے ہیں غزلت میں بن گزرا رب دنیا کے عزم دل کے کٹنا کل گیا ہے
لذت سوز کی چہ سوزیوں کے چھوٹیں چشمے کی شوشوں میں باجا سا بیج رہا ہے
گل کی کلی چنک کر پیغام نے کسی کا سامعہ ذرا سا گویا مجھ کو جہاں نہما ہے
جو ہاتھ کا سر جانا سبزے کا ہو بھونٹا شربت جس سے جوت خلوت میں آواز ہے
مانوں ابرق رہ ہوا سے میری بسل نغمے ل میں اُس کے کلک کا نہ کچھ سوا ہے
صنایت نے نون جانب جوئے ہے ہے ہوا ندی کا صاف پانی تصویرے رہا ہے
وہ دل فریب ایسا کس کا نطفہ آرزو پانی بھی سوچ بن کڑاٹھ اٹھ کے دھیتا ہے

آنکھیں میں کی سو یا نہوا سو بزو
 پانی کو خور چو بجک بجک کے گل کی
 منہ ہی لگے سو سج جب شام کی دھن کو
 راتوں کو چنے والے چائیں تھک کے جسم
 بجلی چپک کے آن کو تیار ہی لگاتے
 پچھلے پہر کی کوئل وہ صبح کی موزون
 کانوں پہ ہونہ میسے دیر جسم کا اس
 نینو لوں کو اسے جس دم شب نیمہ دھڑکے
 اس خامشی میں جا میں اتنے بند تلے
 پھر صبر کے جلازیں میں پانی چپک ہے
 جیسے سین کوئی آئینہ دیکھتا ہے
 سرخی پے شہری ہر سول کی قبہ
 آئینہ ان کی یہ آٹھ ماہ اور ایک
 جب اس سلسل پہ ہر بادل گھبرا ہوا ہے
 نہیں سن کا ہم نوا ہوں یہی ہم نوا
 روزن ہی جنو پٹری کا مجھ کو سحرنا
 رونا مرا دھندلہ ہوا، نالہ مری دھما ہے
 تاروں کے قافلے کو میری صبر اور آہ

ہر دھندل کو رونا مرا دھندلے
 بے ہوش جو پٹے نہیں یہ اندھین گنگا دے



افتاب صبح

شہر شمس خانہ انساں سے جلاتے تھے زینتِ بزمِ فلک جس کو غم سے تھے
چہرہ کو شمس صبح کو کوہر تھے جس سپائے افقِ نازاں جو دناؤں سے تھے

صفحہ ایام سے فراعہ و شب بٹا

آسماں سے نقشِ باطل کی طرح کوکب بٹا

خسرتِ ارجب ابام فلک سے جلد کر آگے سے آگے کی غم اب کی سے کاٹ

نور سے سورج جاتا ہے دھانِ نظر کھلتی ہے چشمِ غدا پر کونیا تیری سر

نوسونڈی چرخِ کوکب سے تماشا چاہیے

چشمِ باطل جس کے کھل جائے وہ جلا چاہیے

شوقِ آزادی کے دنیا میں نہ بکھو حصے زندگی بہرِ قرب و بغیرِ عشق میں ہے

زیرِ وبلا ایک چہرہ تیری نگاہوں کے لیے آرزو ہے کہو جس چشمِ تماشا کی مجھے

آگے سیری اور کے غم میں سرشک آباد

دعیا زلفتِ آئیں سے دلِ آزاد ہو

بستہ نگہِ صہیت نہ چویری بہا نوحِ نفسِ قوم چویری دامنِ میرا جہاں
ویدۂ باطن پیداؤ نفیِ قہرِ جہاں ہوشناسے شکستِ شمعِ تمغیل کا دھواں
عقدۂ ہند را کی کاوش نہ تر پاتے مجھے

خضرِ عشقِ نیکی نہ ہر شے میں نظر آئے مجھے
صہرہ آجائے ہوائے گل کی پتی کو اگر اشکِ بن کر میری آنکھوں سے ٹپک جائے اثر
دل میں سو محبت کا وہ چہرہ نا شاہد نور سے جس کے ملے اور حقیقت کی خبر
شاہِ قدرت کا آئینہ ہو دل میرا نہ ہو

سرمیں بزمِ ہمدردی نہاں کی ڈھانچا
تو اگر رحمتِ کبھی پر عالم نہیں فیضیت کا نشان ہے غیرِ علم نہیں
اپنے خیرِ عالم آرا سے جو تو محرم نہیں ہر سرِ کیہ فتنہ خاک ہے آدم نہیں
نورِ سجودِ ملکِ کرم تھا شہساز ہی رہا
اور تو منتِ پیرِ صبحِ مندا ہی رہا

آرزو نہ حقیقت کی چمکے دل میں ہے ایسی ذوقِ طلب کا گھر اس کیل میں ہے
کمرِ قرارت کشوہ عقدہ شہ کل میں ہے ٹکفِ حادِ صلیح ہی سہی بے حاصل میں ہے

دورِ استفہام نے آفتِ تراپد نہیں
بختجے کو از قدرت کاشتا تو نہیں

دورِ عشق

اے دورِ عشق اب ہے گھرِ آبِ ارثو
پنہاں تو نقابِ تہی جلوہ گاہ ہے
اگلی تھی جو آپسِ بہت بود میں
ہاں ہنودِ نہایتوں کی تجھے بختجو نہ ہو
مشت پذیرِ نالہِ بیل کا ٹونہ ہو
پانی کی بوند کر یہ شبِ بنم کا نام ہو
اشکِ جگر گدازِ غمت زہرِ ترا
آواز نے میں شکوہِ نفرت نہاں نہ ہو
یہ دور نکلتے ہیں سہ کھیں ٹھپکے بیٹھ رہ
جس دل میں ٹھکس چھ نہیں ٹھپکے بیٹھ رہ
غافل ہے تجھ سے حیرتِ علمِ آفرینہ دیکھنا
جو یا نہیں تھی نگرِ ناز سیدہ دیکھ

ہے تجھے جستجو میں خیال بند کہ حیرت میں چوڑا یہ حکمت پسند کہ
جس کی بساں تو جو یہ ایسا چمن نہیں قابل ترنم نوک کے یہ انجمن نہیں
یہ انجمن ہے کشتہ نفاذ مجبذ مقصد تری نگاہ کا خلوت سرا ہے از

ہر دل نے خیال کی کستی سے چھوڑ
کہو اور اس جھل کے کھیسوں کا ٹوڑ ہے

گل پڑ مردہ

کس زبان سے گل پڑ مردہ تجھ کو گل کہوں کس طرح تجھ کو تنہائے دل میں کہوں
تھی کسی سچ سے گواہ اور بخت باں ترا نام تھا صبر گلستاں میں گل خنداں ترا
تیرے احساں کا نسیم صبح کو ہوا ترا
باغ تیرے نام سے گویا طبع عجب تھا

تجھ پہ بہتا ہے شبنم وہ گدگدیاں مرا ہے نہاں تیری نواہی میں دل و لہریاں مرا
میری بڑائی کی ہے چھوٹی سی اک تصویر تو خواب میری زندگی تھی جس کی ہے تعبیر تو
ہر نئے از مینا بچ حکایت می کہن بشنوائے گل از مجد اسبا حکایت می کہن

سینہ کی لوحِ ثرب

اے کہ تیرا منہ جلاں تہ نفس میں بچا ہے
 اے کہ تیری نوح کا تہ نفس میں بچا ہے
 اس مہن کے مغربِ بدلوں کی آواز تو کیجیے
 شہرِ جہانِ ہوا ستا نفس کی آبادی کیجیے
 فکرِ تہی تھی مجھے جس کی مجلس ہے یہی
 صبرِ استقلال کی کہیں کا حاصل ہے یہی

گلابِ ثرب ہے ہر اگر وہ تفتِ نیک

چشمِ باہن کے اس لوح کی تحفِ نیک

دعا تیرا اگر نہ یہاں ہے تجھے یہاں
 ترکِ نہیب تو کم کو اپنی نہ سکھانا کہیں
 دانہ کرنا فخرِ بندگی ہے اپنی زباں
 خجپ کے ہے مٹیا ہوا ہنگامہ مشربا
 وصل کے اسباب پیدا ہوں تیری تحریر سے
 دیکھو کوئی دل نہ دکھ جائے تیری تقریر سے

مغفل نہیں پرائی وہستانوں کو نہ چھڑ

نکدہ جواب نہ آئیں ان ضلالتوں کو نہ چھڑ

تو کہ کوئی درجہ ہے تو سن میری صدا
 ہے دلیری ستابِ بیات کا صفا
 عرضِ طلبِ جھکنا نہیں زیبا تجھے
 نیک ہے نیت اگر تیری تو کیا پرہاتجھے

بندہ سمن کا دل بیم و ریا سے پاک ہے
وقتِ فردا کے سنانے بے باک ہے
ہر اک باتوں میں تیرے خاتمہ و سبب
شیشے دل ہوا کرتا مثالِ جامِ ہم
پاک دگر اپنی باتیں نہ دھانی ہے تو
ہر نہ جانے کھین تیری صدا ہے آواز
سونے والوں کو جگانے شکرِ اعجاز
ضررین باطل جلائے شکرِ آواز

ماہِ نو

ٹوٹ کر عرشِ گشتی ہوئی خرقابِ نیل
ایک نکتہ تیرا پیرا ہے نئے آبِ نیل
عشقِ کڑوں میں ٹپکتا ہے شوق کا عینِ ناب
نشرِ قدرت کے لیا کھول ہے نصیبِ آفتاب
چرخ نے بالِ بچوں سے ہر سہل کی
نیل کے پانی میں یا پھل سے پیغم کی
قاصد تیرا وہاں بے منتِ باغِ دا
گوشِ انسانِ شن نہیں سکتا تیری آوازِ پا
گھنٹے بٹھنے کا سہاں آکھوں دیکھتا ہے تو
ہے وطن تیرا کہ سرِ سیکس کو جاتا ہے تو

ساترے سیدہ ثابت نہالے چل بے
خداہست کی خوش گنتی ہے اگلے گل بے
نور کا دلچسپ نگہرا تپوں اس ہستی میں
لفظ کیاب پاسوں کی تپستی میں

انسان اور بزمِ قدرت

صبحِ غریبِ خفاں کو جو دکھایا میں نے
بزمِ سمودہ ہستی سے یہ پوچھا میں نے
پرتو مہر کے ام سے ہے جب لا تیرا
سیم سیال ہے پانی تھے دیاؤں کا
مہر نے نور کا زور تجھے پسایا ہے
تیری محفل کو اسی شمع نے چمکایا ہے
ٹل دکھڑا تھے حشد کی تصویریں ہیں
یہ بھی نور و دانش کی تفسیریں ہیں
نرسہ پوشاک ہے چھپلوں کی منتوں کی ہے
تیری محفل میں کوئی سبز کوئی لال ہے
ہے تنخیر گڑوں کی صیلاں جبار
بدلیاں لال ہی آتی ہیں اُفق پر فطیر
کیا سبیل گنتی ہے آنکھوں کو شفق کی لالی
رتبہ تیرا ہے بڑا شان بڑی تجھیری
صبح اک گیت سراپا ہے تری سدا کا
پردہ نور میں ستور ہے ہر شے تیری
زیرِ غریبِ خفاں تک بھی نہیں ظلمت کا

نہیں بھی باوجود اس نور کی بستی میں مگر جل گیا سپر مری نعمت ریا کا اختر کنو کنو؟
نور سے شہرِ ظلمت میں گرفتار ہیں
کہیں سیڑیہ درِ سیاحت سینہ کار ہیں

میں یہ کہتا تھا کہ آواز کس سے آئی باہم کہوں سے وہ صحن میں سے آئی
چہ تے نور سے بہتہ مری بودِ نور باغیاں ہے تری ہستی پہ گھوڑا چڑھا
انجمنِ حسن کی ہے تری تصویر ہیں میر عشق کا ٹوٹ چھینے تری تصویر میں
میر کے گزرتے ہیں کاموں کو بنایا ٹوٹنے بارہ مجھ سے اٹھا وہ اٹھا یا ٹوٹنے
نورِ خورشید کی ممتلج ہے ہستی مری اور بے منتِ خورشید چمک ہے تری
چہ نہ خورشید تو دریاں چمکتاں میرا منزلِ میش کی جا نام جو زنداں میرا
آواز سے اڑھیاں کے نہ سمجھنے والے صلتِ دوامِ ثبات میں الجھنے والے
ہے غفلت کہ تری آگے ہے پائید مجاز نازیب تما تجھے ٹوٹے مگر گرم نیاز

تو اگر اپنی حقیقت سے خبردار ہے

یہ سید روز ہے پھر نہ سید کار ہے



پیامِ صبح

(ماہنامہ ازاد نگار)

نہیں نہ کی سپہ سالار کی صبح خاں کا	انجا لا جب ارخصت حسین شب کی قشاں کا
کن کے گیت کے شانہ پڑا اس نے جتنا کہ	جگایا بیل رگس نو اکو آشیانی میں
اندھیرے میں لڑا یا تاج نہ شیش شبت کا	عند غلب شب نورۃ الشکر سے توڑا
جہن کو یہاں پیٹم غم شفیق خشاں کا	پڑھا نہ ابیکان فریر پفعون بیداری
نہیں کھنکھاتے تل میں نور و مہر تاباں کا	نچنی باہم حرم پرانے یوں گویا موقوف سے
چنک نہ چنک گئی تو موقوف ہے گھٹاں کا	چٹکاری اس طرح یہاں دشمن کھٹے ہر کر
چمکنے کو ہے جگنو بن کے ہر ذرہ بیاباں کا	ویا حیکم صحر میں چلے اے قاضی الہا
تو میں بولی نطفہ رو دیکھ کر شمر خوشاں کا	سوئے کوہ غریباں جب گئی نڈوں کی برسی

ابھی آرام سے لیٹے رہیں مگر سچی آؤں کی
نہاؤں کی جہاں کج خواب کے تم کو جگانے کی



عشق اور موت

(ماخوذ از مثنوی سن)

تبسم نشان زندگی کی کھلی تھی	نسانی نمود جسم کی گھڑی تھی
عطا چاند کو چاندنی ہو رہی تھی	کس میں سہ کو تابج زر مل رہا تھا
ستاروں کو تسلیم تابندگی تھی	بیت پرچن شام کو دے رہے تھے
کسیں زندگی کی کھلی پنہونستی تھی	کسیں شبنم ہستی کو لگتے تھے پتے
ہنسی گل کو پستے پہل آرہی تھی	فرشتے یکماتے تھے شبنم کو دنا
خود ہی تشنہ کام سے بے خودی تھی	عطا درد چھوتا تھا شاعر کے دل کو
کوئی خار چوٹی کو کھوے گھڑی تھی	آمنی اول اول گھٹ کالی کالی

زمیں کو تھا دھونی کہ میں آسماں ہوں

مکاں کہہ رہا تھا کہ میں لاکھاں ہوں

کونٹ لنگی چوہہ اپنا لنگرا	فرض اس قدر نطفہ رو تھا پایا
جبینوں سے نور ازل آشکارا	مک آزماتے تھے پرواز اپنی

فرشتہ تھا اک عشق تھا نام جس کا
فرشتہ کو پتا تھا بے تابیوں کا
پے سیر فردوس کو بار بار تھا
یہ پوچھا ترا نام کیا، کام کیا ہے
پڑا سن کے گویا قضا کا فرشتہ
اڑاتی ہوں میں خست ہستی کے پرے
مری آنکھ میں بادِ سئے خست ہے
مگر ایک ہستی ہے دنیا میں ایسی
شر بن کے رہتی ہے انساں گول میں
شکست ہے آنکھوں سے بن بن کے لائنوں
سن عشق نے گفتگو جب قضا کی
گری آنس متہم کی بھلی جہل پر

کو تھی دھیری ہنس کی سب کا سارا
گمک کا گمک اور پارے کا پارا
قضا سے بلا راہ میں وہ قضا را
نہیں آنکھ کو دید تیری گوارا
اصل ہوں مرا کام ہے آشکارا
بُھاتی ہوں میں زندگی کا شرارا
پیامِ فنا ہے اسی کا اشارا
وہ آتش ہے میں سانے اُس کے پارا
وہ ہے نورِ ساطع کی آنکھوں کا تارا
وہ آنسو کہ جو جن کی تلخی گوارا
ہنسی اُس کے لب پر چلی اچھکارا
اندھیرے کا جو نور میں کیا گزارا

بت کو جو دیکھا نہ ہو
قضا تھی مگر قضا چو کئی نہ

زہد اور زندگی

اک مولوی صاحب کی سنا تاہوں کہانی
شہر و مہتابت آپ کی بھوننی منشی کا
کہتے تھے کہ پہاں ہے تصوف میں شریعت
لبریز ہے زہد سے تمہی دل کی صراحی
کھتے تھے بیان آپ کلمات کا اپنی
میت سے ہا کہتے تھے ہمارے میں سیر
حضرت کے ایک شناسا سے یہ پوچھا
پابندی احکام شریعت میں ہے کیا؟
سنا کہوں کہ کافر نہیں ہندو کو کہتا
ہے اس کی طبیعت میں تشیع بھی ملا
سب سے کہ ہے ال عبادات میں غل
کہ عمارت کے شخص فرشتوں سے نہیں ہے

تیزی نہیں منظور طبیعت کی دکھانی
کہتے تھے اوبان کا اعلیٰ و ادانی
جس طرح کہ الفاظ میں مضمر ہیں معانی
تمہی تہ میں کہیں درد خیال ہے دانی
منظور تمہی قصداً مریدوں کی بھانی
تمہی رند سے زانو کی ملاقات پُرانی
اقبال کہ ہے شہری شمشاد معانی
گو شہر میں ہے شکبہ کلیم دانی
ہے ایسا عقیدہ اثر فلسفہ دانی
تفضیل مثل ہم نے سنی اس کی بانی
مقصود ہے مذہب کی مگر خاک اثرانی
عات یہ ہمارے شعر کی ہے پُرانی

گناہ جو ہے شب کو تو سحر کو ہے تلاوت
لیکن یہ سنا اپنے غریبوں کے ہیں نے
مجموعہ احضار ہے اقبال نہیں ہے
رندی سے بھی آگاہ شریعت سے بھی لغت
اس شخص کی ہم پر حقیقت نہیں نکلتی
انتقد بہت ملول دیا وحط کو اپنے
اس شعر میں جو بات ہوا اڑ جاتی ہے شب
اک دن جو سیر راوی حضرت ابو
فرمایا شکایت وہ محبت کے سبب تھی
میں نے یہ کہا کوئی جگہ مجھ کو نہیں ہے
نہم ہے تسلیم مرا آپ کے آگے
گر آپ کو مسلم نہیں میری حقیقت
میں خود بھی نہیں اپنی حقیقت کا شناسا
مجھ کو بھی تمنا ہے کہ اقبال کو دیکھوں

اس سر کے اب تک نہ کھلے ہم پہ صلی
بلاغ ہے مانند حسد اس کی جانی
دل دفتر مکت ہے طبیعت خفقتانی
نوحہ جو تصوف کی تو منہ رکا ٹہنی
ہو گا یہ کسی اور ہی اسلام کا بانی
تا دیر رہی آپ کی یہ نغز بیانی
میں نے بھی سنی اپنے اُجٹا کی بانی
پھر چھپ گئی باتوں میں ہی بات پُرانی
تھا فرض مراد شریعت کی و کمانی
یہ آپ کا حق تہا زور و قریب کانی
پیری ہے تو اضع کے سبب میری جوانی
پیدا نہیں کچھ اس سے قصور میری جوانی
گہرا ہے مرے بھر خیالات کا پانی
کی اس کی جُدا لائی میں بہت اشک فشان

اقبال بھی قہبان کے گاہ نہیں ہے
کیسا کس میں سخن نہیں اللہ نہیں ہے

شاعر

قوم کو یا جسم ہے افراد ہیں اعضائے قوم
منزل صنت کے پیا ہیں ست پائے قوم
مصلح نظم حکومت چہ قریبائے قوم
شاعر گدیں خواہے دیدہ بینائے قوم
مبتلائے دلوئی عضو ہر ہوتی ہے اکھ
کمر قہر ہوا سارے جسم کی ہوتی ہے اکھ

دل

قصہ دار و رسن بازی طعن لائے دل
ایک بے آبروئی ششخ انسانی دل
یارب اس ساغر لہریں کی کے کیا پرک
جادو ملکیت ہے خط پائے دل
ابر حمت تاکہ تھی عشق کی کبلی یار بآ
جل گئی مزاج ہستی تو آگاہ دائے دل
حسن کا بیچ گراں مایہ تبہ مل جاتا
ٹوٹے منہ ہوا باز کھڑا کسی دیرانے دل
عیش کا بے کسی کعبے کا ہے دھماکا اس حد
کس کی منزل ہے الہی امر کا کشت آنے دل

اس کو اپنا ہے جنوں اور مجھے سوا اپنا دل کسی اور کا دیوانہ ، میں دیوانہ دل
 تو سب سے نہیں اے ناپہ ناپاں اس کو شکِ جدِ جد ہے اک مغزشِ ستائے دل
 خاک کے ڈھیر کو اسی رہا دیتی ہے وہ اثر رکھتی ہے خاکِ سترِ بڑا دل
 عشق کے ام میں نہیں کیسے رہا ہوتا ہے برقِ رقت ہے تو یہ نخل ہر اس کو تکیے

موجِ دریا

مضطرب کتاب ہے میرا دل بے تاجی صیرِ پستی ہے تو پستِ صورتِ یاجی
 سورجِ چٹامِ مرا بھر ہے پایاب ہے چاندِ زنجیرِ کسی سنگِ گرواب ہے
 آبِ میں شل ہوا جاتا ہے تو سن میرا غارِ ماہی سے نہ اٹکا کسی دامن میرا
 نہیں اچھلتی چوں کسی جذبِ سہاگل سے جوشِ میں سر کو چٹکتی چوں کسی سہاگل سے
 چوں وہ ہرگز کہ محبت ہے مجھے منزل سے کیوں تپتی ہوں نہ نیچے کوئی کیسے دل سے
 زحمتِ تنگیِ دیا سے گریزوں ہیں میں دستِ بھر کی فرت میں پیشدہوں میں

زنجیت اے بزمِ جہاں!

(ماخذ از ایرسن)

زنجیت اے بزمِ جہاں! سوسے طعنِ جاتا کریا
آؤ اس آلودہ مینے میں کب سے تاجہاں میں
بکد میں افسردہ دل ہوں دہمِ جہاں نہیں
تو سر قتل نہیں ہے میں تیرے قاتل نہیں
قید ہے دہمِ جہاں شبستانِ شیر
تو کر کے گاہِ زنجیرِ طلائع کا اسیر
گو بڑی لذت ہے ہر نگار آرائی میں ہے
جہنیت سی گریب سی شناسائی میں ہے
مذہب تیرے دلائل سے ہم صحبت! ہا
مذہب تیرے ہر نگارِ عشرت میں ہے
مذہب تیرے مذاکیرِ نعتِ اہلِ خند میں
آؤ وہ یوسف نہ ہا تو آیتِ بزمِ ہزار میں
چشمِ حیرانِ حوہِ ثقیل اب اور نکلے کو ہے
آؤ وہ ساحل کی بحرِ طوفان کے ملے کو ہے

چھوڑ کر مانتہ بویہ چسپن جاتا ہیں میں

زنجیت اے بزمِ جہاں! سوسے طعنِ جاتا کریا

گھر نیا ہے سکونتِ مہن کسدا میں
آؤ یہ لذت کہاں ہے سیتی گفتا میں

ہم نشینِ گیس شہلا، ہنسیتِ گل ہوں میں ہے چین سیرا وطنِ ہمسایہِ مہبل ہوں میں
 شام کو آوازِ چشموں کی سُلاتی ہے مجھے صبحِ فرشِ سبز کے گلِ جگاتی ہے مجھے

بزمِ ہستی میں ہے سب کو فضلِ آسمانی پسند
 ہے دلِ شاعر کو کین کینجِ تنہائی پسند

ہے جنوں مجھ کو گرجھرتا ہوں آبادی میں یہ ڈھونڈتا پھرتا ہوں کچھ کو وہ کی دلی میں یہ
 شوقِ کس کا سبزِ نواروں میں پھرتا ہے مجھے اور چشموں کے کناروں پر سُلاتا ہے مجھے
 طعنِ نین ہے تو کو شیدائینِِ عُمرات کا ہوں میں دیکھو غافلِ پیاسی بزمِ شدت کا ہوں میں
 ہم طعنِ شہداء کا قہری کانیں ہم از ہر طرف اس چین کی ناشی میں گوشِ برآواز ہوں
 کچھ جو جھٹکتا ہوں تو آوروں کو سُٹانے کے لیے دیکھتا ہوں کچھ تو آوروں کو دکھانے کے لیے
 عاشقِ عُمرات ہے دلِ نازک میں اپنے گھر میں خندِ زن ہوں سنہِ لڑاء ہر کندہِ پیر میں
 لیٹا زرخیز ہے کہتا ہے جب دُک کاٹھ شام کے تارے چھبٹاتی ہیں وہ کہ کر غنہ

حلم کے حیرت کے عین کھاس کی نوا
 گل کی شہی میں غنہ آتا ہے از ہر ہٹ بو



طفل شیرخوار

میں نچا تو تجھے چھینے پہناتا ہے تو مہراں ہوں میں مجھے نامہراں سمجھا ہے تو
پھر پڑاؤ گاہے نوادارو استیہم غم چھوڑ جائے دیکھنا باریکے نوکے سلم
آہ! کیوں کوئی نے والی شے سے تجھ کو پیا ہے
کھیل اس کاغذ کے ٹکڑے سے یہ بے آواز ہے

گیند تھی یہ کی کہاں چینی کی پتی ہے کہڑا وہ ذرا سا جانور ٹوٹا ہوا ہے جس کا سر
تیرا آئینہ تھا آزاد و غبار آرزو آنکھ کھلتے ہی چمک اٹھا شہزادہ
ہاتھ کی جنبش میں طے زوید میں پوشیدہ تیری صوٹ آرزو بھی تیری فزا سیدہ ہے

زندگانی ہے تری آزاد و قید ہستی

تیری آنکھوں پر چویدہ ہے گرفتار

جب کسی شے پر بگڑ کر مجھ سے پہناتا ہے تو کیا تاشہ زخمی کاغذ سے بن جاتا ہے تو
آہ! اس عادت میں ہم ہنسکے ہیں بھی تو تو تن آشنا میں بھی تمن آشنا
عارضی لذت کا شیدائی ہیں چلتا ہوں میں جلد آجاتا ہے غصہ جلد من جاتا ہوں میں

سیری کے افسوں کو بھالیتا ہے غریب بھالہری
کم نہیں کہہ تیری نادانی سے نادانی سری
تیری صورت کا گہریاں گہنداں میں ہیں پل
دیکھنے کو نہ جوں ہیں لب لباب میں ہیں پل

تصویر درد

نہیں منت کش ہاں پشیدہ ناستری
غموں کی گشت گاہ ہے بنے بانے ہاں سری
یہ ہتھوڑاں بندھی ہے کیسا تیری مغل میں
یہاں بات کرنے کو ترس ہے ہاں سری
اٹھائے کچھ ترس لائے کچھ ترس کے کچھ گل نے
چمن میں کی طرف کچھ ترس کے کچھ گل نے
اڑاں ٹروں کے ٹھوڑے ہونے سے
چمن میں لڑنے کی لڑائی ہونے سے
نیک شمع آگ بج پڑنے کی آگ سے
سراپا چوں ہست ہستی ہست ہستی
اٹھائے کچھ ترس لائے کچھ ترس کے کچھ گل نے
چمن میں کی طرف کچھ ترس کے کچھ گل نے
اڑاں ٹروں کے ٹھوڑے ہونے سے
چمن میں لڑنے کی لڑائی ہونے سے
نیک شمع آگ بج پڑنے کی آگ سے
سراپا چوں ہست ہستی ہست ہستی

تو دینِ سرِ اعریتِ افسوں میں

نقصِ دل تپید نہا خروشِ بے نفسِ ارم

ریاضت پرینا آشنائے بزمِ حشرت پر
غشی وقتی ہے جس میں محرومِ سرست پر
مری بکری ہوتی تھی کہ کوئی ہے گویائی
میں نہ یہ کہ شربتِ گدہ شربتِ سعادت پر
پریشاں میں شبتِ خالِ نیکین کچھ نہ گشت
سکندہ ہوں آئینہ ہوں گدہ گدہ رت پر
یہ بکچہ ہے گرسلی میری حقیقتِ بدست کا
سراپا رہو جس کی حقیقت میں خلعت پر
غرض یہ نہیں چھپایا مجھ کو شبتِ خالِ صحرانے
کسی کو کیا بچے میں کس کس کی رت پر
نظر میری نہیں منہ سیرِ حشرت پر
میں چھوٹی سی دنیا ہوں آپ اپنی لایت پر
نہ صبا ہوں ساقی ہوں نہ مستی ہوں نہ پیمانہ
میں اس مخماری ہستی میں ہر شے کی حقیقت پر

مجھے ہارو و حملِ دل کا آئینہ دکھائے
وہی کہتا ہوں جو کچھ سنانے آگے ہے

عطا ایسا بیاں مجھ کو چھوڑ گئیں بیاں میں
کہ بامِ عرش کے طائر ہیں مجھے ہم بیاں میں
اثر یہ بھی ہے اک سیرِ غنچونِ نقدہ سا مار کا
مرا آئینہ دل ہے قضا کے راز انوں میں
رُلاتا ہے انظارِ دل ہے چند دستانِ ابجد کو
کہ عبرتِ خیز ہے تیرا فسادِ سب بیاں میں
دیا دنا مجھے ایسا کہ بکچہ دے دیا گویا
بکھا گلکِ نزل نے مجھ کو تیرے رخِ غنچوں میں
نشانِ گلِ تک بھی چھوڑا اس باغِ گلشن میں
ترقی قسمت سے نرم آریاں میں باغِ بانوں میں

نچا کر استیں غم کیاں تھی چو گم ہوئے
عادل اپنے کے غافل ہٹیں کشاںوں میں
سُن اے غافل صدا میری ایسی حیرت ہے جس کے
دلخیز جان کر پڑتے ہیں طائر ہستانوں میں
وطن کی فکر کرنا دلیں نصیب آئے وہاں ہے
تری پر دیوں کس مشوے میں آسمانوں میں
ذرا دیکھ اس کو جو کہ چور رہا ہے چوڑے اٹھے
وہ خبر کیا ہے بعد حمد کُن کی ہستانوں میں
یہ خاموشی کہاں تک اُفتخیرا دیکھ کر
زمین کو شوہر اور تیری صدا ہو آسمانوں میں
نہ سمجھو گے تو بٹ جاؤ گے ہندستان
تصدی استان تک بنی ہوئی آستانوں میں

یہی آئینِ قدرت ہے یہی اسلوبِ فطرت ہے

جو ہے اہلِ مرگِ کامِ نازِ محبوبِ فطرت ہے

ہو یا آج اپنے جسمِ نہاں کے چھٹوں کا
لہو روئے مفضل کو گھٹاں کے چھٹوں کا
جلد ہے مجھے شمعِ دل کو سوزِ نہاں ہے
تری تک اے توں میں چرخاں کے چھٹوں کا
گر غنچوں کی صفت ہوں لہذا شیدا
چمن میں مشتِ خال اپنی پشایں کے چھٹوں کا
پڑنا ایک ہی سیاح میں ان بھڑے ٹانگوں
جو چلے تو اس شکل کو اس کے چھٹوں کا
مجھے چمن میں رہنے دشمنِ بید کا ہی یہ
کہ نہیں بے محبت کو ندیاں کے چھٹوں کا
تجھے بھی صورتِ آئینہ حیراں کے چھٹوں کا
وگھاروں گا جہاں کہ جہری اکھوں نے دیکھا ہے

جو ہے درمیں میں شہنشاہ شہنشاہ کی ہے
زبان کی طبیعت کا قضا و کما کی ہے

کیا وقت کی لذت کے دل کو اشتا تو نے
رہا دل بستہ محفل گمراہی نگاہوں کو
فدا کر تار ہا دل کو عینوں کی دلوں کو
تغصیب چھوڑنا ان ہر کے آئینہ خانہ میں
سرا پا نالہ بیدار و سوز زنگی ہر جا
صنعت کے دل کو کیا آراش نگاہ تعلق سے
زمین کیا آسماں بھی تیری کج بینی پر نہ کہ
زباں کے لکھیا تھیکہ جوئی تو کیا حاصل
گنتوں میں شے یوسف کو کھیا بھی تو کیا کھیا
گزارے عمر پستی میں شال نقشہ ہا تو نے
کیا بیرون محفل سے نہ حیرت کشا تو نے
گمراہی سے کس آئینے میں اپنی دا تو نے
تصویریں ہیں تیری کجی کھیا ہے برا تو نے
سند کا گرو میں باندھ لکھی ہے صدا تو نے
کعب آئینہ پر باندھی ہے او ناداں خدا تو نے
غضب سے سطر قرآن کو چسپ پا کر یا تو نے
بنایا ہے جوت پندار کو اپنا خدا تو نے
اے غافل اے جہل حق تعالیٰ کو دیا تو نے

چسپ باندھنے منبر ہے تجھے ٹھیک جانی کی
نصیحت بھی تو جی رہے ہاں اندازہ خالی کی

و کھا نہ خیر عالم سوز اپنی چشم پر نہ کم کو
جو ترپا تپے پڑنے کو زلزلہ ہے شہنم کو

زنا افتادہ ہی ہے بولوس متصد نہیں کھ
بنایا ہے کسی نے کچھ کچھ کر چشم آدم کو
اگر دیکھیں اس شخص کے عالم کو تو کیا کھج
نظر آئی نہ کچھ اپنی حقیقت جام سے جم کو
شجر ہے فرقہ آرائی تنصیب ہے شر اس کا
یہ وہ پل ہے کہ جنت کھلواتا ہے آدم کو
نہ اتنا جذبہ خوشی کے اک گل تک نہیں
یہ نعت کی تہ ہے کھلے زلفی ہے شبنم کو
پھر کرے نہیں مہر جہانت فکروں میں
یہ زخمی آپ کر لیتے ہیں پید اپنے مرجم کو

محبت کے شر سے دل سپا نور ہو جاؤ

وہاں سے بیچ ہے پیدار یا ضلوع ہو جاؤ

وہاں پر ملک کی ہے مجسروح تیغ آندہ رہنا
مدح زحمت ہے آواز احسان خود رہنا
شراب بخود ہی سے تھک پوار ہے پیری
شکست ٹٹکے کھینچے ہیں بن کے نور رہنا
تھے کیا دیدہ گریاں وطن کی نور خانی میں
عبادت چشم شاعر کی ہے ہر دم باہر رہنا
بنائیں کیا سمجھ کر شبنم گل پر آشیانہ پنا
چمن میں آگیا رہنا جو جے آبرو رہنا
جو شب ہے تو آواز ہی ہے پوشیدہ محبت میں
غدا ہی ہے اسیر استیاذ ماہ نور رہنا
یہ ستغنی پانی میں گوں کتا ہے غم کو
تھے ہی چلے یہ شل جابا بھر رہنا
نورہ اپنوں سے بے پردہ اسی میں خیم ہے پیری
اگر منظور ہے نہ میں اور یکا ز خود رہنا

شرابِ نوح پر ہے بہت نوح انسان کی بسکیا اس نے مجھ کو سٹیک جام و سبورینا
مبت چکی پائی ہے غائبانہ قوموں نے
کیسے اپنے بہتِ نوح کو بیدار قوموں نے

بیابانِ بہتِ نوح غربتِ بھنی وطن بھی ہے یہ ویرانہ قفس بھی آشیانہ بھی چمن بھی ہے
مبت ہی منزل ہے کو منزل میں ہے چھر بھی جس میں بھی گاؤں بھی دھیر بھی دھیر بھی ہے
مرض کہتے ہیں سب کچھ یہ کچھ کیوں ملے چھپ جس میں سچے کرشن چرخ کٹن بھی ہے
بھنا دل کھلے گویا سہرا پاؤں چھ جانا یہ پروانہ جسدِ زناں ہو تو شمعِ نمن بھی ہے
بھی اک ضمن ہے لیکن نظر آتا ہے ہر شے میں یہ شیریں بھی ہے گویا بیستوں بھی دلوں بھی ہے
اباڑ ہے تیرِ نعتِ آئیں نے قوموں کے سہلِ وطن کے دل میں کچھ فکرِ وطن بھی ہے
سکوتِ آوازِ طمانِ ہستانِ رو ہے ورنہ زبان بھی ہے چھلے نغمہ میں راتِ سخن بھی ہے

”نیکو دیکھو کہ تیرے شہرِ معنی رہا کروم
حکایتِ ہوا بے پایاں بخاشی لو اکروم“



نالہ فراق

(آرٹلڈ کی یاد میں)

بابا منرب میں گھر کے کتے کیسے کہیں آؤ اشرق کی پناہ تھی نہ اس کہ نہ میں
آگیا آج اس صداقت کا سنے دل کو یقین غلتِ شبِ خفا کے وہ فراق کم نہیں

”تازہ آتشِ ہوشِ داغِ حیرتِ چیدات

پہچو شجرتِ چشمِ گنہ گاہِ بیت“

گشتِ غربت ہیں آبادی میں گہرا ہوں میں شہرے والی شقت میں کل باتا ہوں میں
یادِ ایاہم سلف سے دل کو تھپاتا ہوں میں بہرِ تسکین تیری جانب ڈرنا آتا ہوں میں

آگندہ گوہرِ سس چھپے زوہد سے

جنیت ہے مگر پیدامری افتاد سے

ذرا سیئے دل کا غورِ شیدا کتنے ہونے کو تھا اتنے ٹوٹا ہوا عالم نہا ہونے کو تھا
خصلِ سیری آرزوؤں کا چرا ہونے کو تھا آؤ کیا جانے کوئی میں کیا سے کیا ہونے کو تھا

ایرِ حیرت و امن از گھڑا ہن پرچید و رفت

اندکے غنچہ پہلے آرزو بارید و رفت

تو کہاں ہے لے کلیم ذوقِ سینائے علم تھی تری سوچِ منتس باؤنشاؤںِ فخرائے علم
اب کہاں ہوا شوقِ پائی صولتِ علم تیرے سے تھا چلے سر میں بھی سوائے علم
تھو سیلی گو کہ باز آسائش سے کا کہ

خاکِ حسنہ انبیاؑ غلط ہے صحرائے

کھلے گا دشتِ شتِ عقدہ تقدیر تو ذکرِ پنہوں گاہیں پنجاب کی بھیر کو
کہتا ہے دیدہ حیراں تری تصویر کو کیا تھی سو گمراہ دیدہ تمسیر کو
”سب گویا ہی نہیں کہتا ہر تصویر کا
خاش کہتے ہیں جس کو ہے غنی تصویر کا“

چاند

میسے دیرانے کے کھوسوں رہے تیرا وطن ہے گمراہیائے دل تیری کشش کے بجن
قصہ کس مفضل کا ہے آتا ہے کس مفضل سے؟ زورِ روش یہ چوانچ نہ سزل سے
اقرضِش میں کیا نورِ ثلثت ہیں میں اس سحر و ذمی چکین تیرا ہم قسمت میں
آہ نہیں جلتا ہیں سوزِ اشتیاقِ یہی تو سرِ پا سوزِ داغِ منتِ خورشید سے

ایک ملتے پراگرت تم تری فتنے ہے
سیری گردش بھش ل گردش کھ ہے
زندگی کی دیکھ گزراں ہے تو میراں میں
تو فزونان محفل ہستی میں کہ نہ توں میں
نہیں منزل میں جن تو بھی ہو منزل میں ہے
تیری محفل میں غامضی ہے کئے دل میں ہے
تو طلب ہے تو میرا ہی ہو دستور ہے
چاندنی ہے تو تیرا مشق سیرا نور ہے
انجمن ہے ایک سیری بھی جہاں رہا ہو
بزم میں اپنی اگر کہتا ہے تو تنہا ہوں میں
مہر کا پتہ ترے حق میں ہے پیغام اجل
محکوم دیتا ہے مجھ کو جسد و نفسِ دل
پس میری بے باوجود سین میں ہوا ہے
ورجس پس میں اُٹھا جو نہ پہلو ہے
گھر میں غلط سر لاپا ہوں سر لاپا تو
سیکڑوں منزل ہے فوج آگسے تو

جو میری ہستی کا مقصد ہے مجھے معلوم ہے

یہ چک ہے جس میں سکتی ہر دم ہے

بلاش

چمک اُٹھا جستا تو ترے شہر کا
بش سے تجھ کو اُٹھا کر جہاز میں لایا
نہی ہاں سے ترے غم کے کی آبادی
تری غلامی کے صدقے چڑا آزادی

وہ آستانِ چمن تجھے ایک دم کے لیے کسی کے شوق میں تھوڑے سے قسم کے لیے
بنا عشقِ یحییٰ آتی ہے جہنم ہی نہیں
تسم نہ ہو تو محبت میں کچھ مڑا ہی نہیں

نظرِ حق صورتِ سداشاد اشکِ تری شرابِ پیسے بڑھتی تھی اور پیاس تری
تجھے نفلے کا شلِ کفیم سودا تھا ایشِ طاقت ویدار کو ترستا تھا
مدینہ تیری نگاہوں کا نور تھا گویا ترے لیے تو یہ سدا ہی نور تھا گویا
تری نظر کو رہی دید میں بھی حسرت دید ٹھنک کے کہ تپید سے نیا سید
گرمی وہ برق تری جانِ ناشکیبا پر اکھنڈِ عینِ تری خلعت تھی دستِ موی پ
تمشِ شمسِ گرفتارِ نڈرِ تل تو زونہ
چہ برقِ جسدِ بخشاںِ حاصل تو زونہ

اواسے دیدے اپنا نیاز تھی تیری کسی کو دیکھتے رہنا مذا تھی تیری
اذاںِ ازل سے تھے عشق کا ترانہ بنی نذا اس کے نفلے کا اک بہانہ بنی
خوشادہ وقت کہ شربِ شام تھا اس کا
خوشادہ دور کہ دیدِ احوال تھا اس کا

سرگزشتِ آدم

نئے کوئی مری غربت کی داستان مجھ سے
لگی زیرِ مری طبیعت یا خضرِ جنت میں
رہی حقیقتِ عالم کی جستجو کرد
ہلا مزاجِ تنقید پر نہ کہ ایسا
نکالا کہے سے شمر کی موتوں کو کہیں
کہیں میں ذوقِ نظم میں غور پر پھنچ
کہیں صیب پر اپنوں نے مجھ کو نکھایا
کہیں میں غارِ حیرت میں چھپا ہارِ بول
سنایا ہند میں اگر سبز و بھاتی
وید ہند نے جس نام مری صدا نہ سنی
بنایا آدوں کی ترکیب کے کہیں عالم
لہو سے لال کیا سیکڑوں زمینوں کو

نجد یا تختہ چہ پیا بن گولیں میں نے
پیشہ کار کا جب جامِ آشیں میں نے
دکھایا اورج خیالِ نکاشیں میں نے
کیا ترار نہ زیرِ فلک کہیں میں نے
کہیں بتوں کو بنایا عزمِ آشیں میں نے
چھپایا نورِ ازل زیرِ آستیں میں نے
کیا فلک کو سفرِ چھوڑ کر زمیں میں نے
دیا جہاں کو کہیں جامِ آخریں میں نے
پسند کی کہیں یونان کی سز میں میں نے
بسیا تختہ جاپانِ فلک چہیں میں نے
خلافِ معنی تسلیم اہل میں میں نے
جہاں میں چہیز کے پکا عقل میں میں نے

سجود میں آتی حقیقت زنجبستاروں کی انخیال میں آتیں گزاروں میں نے
ڈھانسیں نہ کھیا کی عجب کو تلواریں سکھایا سند گدگدش زمیں میں نے
کشش کا راز چنیدا کیا زمانے پر لگا کے آتہ عقل اور میں میں نے
کیا اسیر شاعروں کو برقی مضطر کو بنا دئی تیر جنت پیر زمیں میں نے
گلبرج نہ ہی آوارا ہستی کی کیا نہ ہے جہاں کو تو نگیں میں نے

نچو کی جچشم مظاہر پست و اسفر
تو پایا خانہ دل میں اے نگیں میں نے

ترانہ ہندی

سائے جہاں سے اچھا ہندوستان ہمارا ہم ملیں میں اس کی پیہستان ہمارا
غربت میں کی اگر ہم جتا ہے نال وطن میں سجود میں ہیں بھی دل جو جہاں ہمارا
پرستہ ہر جگہ انچا ہندوستان کا دستری ہمارا وہ پاسبان ہمارا
گوہی میں کھلتی جوں اس کی ہزاروں پیا گلشن بوجھ کے ہم سے شک جہاں ہمارا
اے آپ دنگا وہ دن میں یاد تھو کو ؟ اتر اترے کنے جب کاروں ہمارا

نہیں نہیں کھانا آپس میں کرکے
ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستان ہمارا
یونان مصر وہاں بٹکتے جھکے
اب تک گھر ہے باقی نام و نشان ہمارا
کچھ بات ہے کہ ہستی مٹی نہیں ہلے
صدیوں کا ہے دشمن دور و زمان ہمارا

اقبال کوئی محرم اپنا نہیں جاس میں
مسلم یک کسی کو دروہاں ہمارا

جنگنو

جنگنو کی روشنی ہے کاشانہ چمن میں
یا شمع جل رہی ہے پھولوں کی انجمن میں
آیا ہے آسمان سے اڑکر کوئی ستارہ
یا جان پڑ گئی ہے مستاب کی کرن میں
یا شب کی سلفت میں دن کا سفیر آیا
غربت میں آگے چکا گناہ تھا وطن میں
تکڑ کوئی گرا ہے مستاب کی قبا کا
دورہ ہے یا نایاں سوچ کے پیر سن میں
خروجیم کی یہ پوشیدہ اک جھلک تھی
لے آئی جس کو ثروت ثلوت کے انجمن میں
چھوٹے سے چاند ہیں غفلت بھی شہنی بھی
ننگا کبھی کبھی سے آیا کبھی کبھی میں

پرہانہ اک چنگا جب گنہ بس اک چنگا
دور روشنی کا طالب یہ روشنی ہمارا

ہر چیز کو جہاں میں تھے، لبرائی
نہیں تھی یا مرنے کی سزا کو
نظارہ شفق کی غبارِ زوال میں تھی
نہیں کیا سمجھ کر کو باغی و لہجہ کی صورت
سایہ دیا جس کو، پرواز دی چاکو
پڑانے کو تپش ہی ٹہکنے کو شہنشاہی
گل کو زبان سے کر تسلیم خاشی ہی
چمک کے اس پر کو تھوڑی ہی ندائی
پہنا کے لال جو شبنم کی آرمی ہی
پانی کو دی، وانی، سوجھ کو بے کئی ہی

یہ استیلا لیکن اک بات ہے ہماری

جنگل کا دن ہی ہے جو رات ہے ہماری

حسنِ ازل کی پیدا ہر چیز میں جسکے
یہ چاند آسمان کا شاعر کا دل ہے گویا
اندازِ گفتگو نے دھوکے دیے ہیں رنہ
کثرت میں ہو گیا ہے مدت کا راز مخفی
انساں میں، سخن ہے غنچے میں چمکے
واں چاندنی ہے جو کہنیاں و رو کی لکے
نقد ہے جوئے میں، ہو پھول کی چمکے
جنگل میں جو چمکے، ہو پھول میں چمکے

یہ اختلاف پھر کہیں شکاں کا محل ہو

ہر شے میں جبکہ پناہ شہی ازل ہو



صبح کا ستارہ

نطفہ ہر ایک شمسِ نقر کو چھوٹوں
 اور اس خدمتِ پیغامِ نقر کو چھوٹوں
 میرے حق میں تو نہیں ماروں کی بستی اچھی
 اس بند سی زمین لوں کی بستی اچھی
 آسمان کیا ہم آباؤ وطن بھرا
 صبح کا وہ امن صہ چاک کفن ہے میرا
 میری قسمت میں ہے ہر روز کا مرنا جینا
 ساقی ہو گئے ہاتھوں سے صہ بھی پینا
 نہ یہ خدمت نہ یہ عزت نہ یہ فتنہ اچھی
 اس گھڑی بھر کے چلنے سے تو فتنہ اچھی

میر جی خدمت میں جہوتا تو نہ خست ہوتا

قصرِ دیار میں حکمت اچھو اکو نہرت

واں بھی ہو جوں کی کشاکش بھول گھبراتا
 چھو کر جب کہ کہیں نیب گھڑ ہو جاتا
 ہے چمکنے میں مزا حسن کا دیور بن کر
 زینت تاج سر بانوئے قیصر بن کر
 ایک شکر کے بوٹوں کے کانصیا جاہ
 خاتمِ سبکیاں کا گھنچ بن کر ہا
 ایس چیزوں کا گھر ہر مہر کا شمع
 ہے گھر بٹائے گراں دیا کا انجامِ شمع
 زندگی ہے کہ جہو نہ شناسے اہل
 کیا وہ جینا ہے کہ چوں میں تعاضلے اہل

ہے یہ نخبِ امِ کز زینتِ عالم ہوا
کیوں نہ کر جاؤں کسی پھولِ شبنم ہوا

کس پیشانی کے افشاں کھتا رہا میں
کس غمِ کلم کی آہوں کے شراروں میں
اشکِ بن کر مڑ گاں کے گمک جاؤں میں
کیوں نہیں بھی کی گمکوں کے چپکے عاف میں
جس کا شوہر ہواں ہو کے نہ رہا ہوا
توئے میدانِ عافِ بختِ طن سے بھرا
یہ سن اُمید کا نطفہ جو دکھلاتی ہے
جس کی خاموشی سے تقریر بھی شرماتی ہے
جس کا شوہر کی ضربِ تاب کی کیا ہے
اور لگا چوں کہ حیا طاب کو یا ہے
زردِ نوجوت کی گمڑنیِ حاضرِ قلم ہے
کشتِ حرمِ حرمِ چہرے افزوں ہے
لاکھ دھبے کے پر میں چپک ہی جاؤں
سُغیرِ حرمِ حرمِ چہرے چمک ہی جاؤں

خاک میں بل کے حیاتِ بدی پا جاؤں
عشق کا سوز زلزلے کو دکھاتا جاؤں

ہندوستانی بچوں کا قومی گیت

چشتی نے جن میں میں پنچاہم حق سنایا
تاکہ نے جس میں میں صحت گیت گایا

آتا رہیں نے جس کو پہنایا
جس نے مجازیں شے عرب نچڑایا

میرا وطن ہی ہے میرا وطن ہی ہے

یونانیوں کو جس نے حیل لے کر دیا تھا
سائے جہاں کو جس نے علم و فن پر دیا تھا
مشی کو جس کی حق نے زر کا اثر دیا تھا
ترکوں کا جس نے امن سیریں سکھ دیا تھا

میرا وطن ہی ہے میرا وطن ہی ہے

ٹوٹے تھے جتھے فارس کے آسمان سے
پھر تابے کے جس چمکائے ملکات سے
دیکھ کی لے سنی تھی دنیا نے جس مکان سے
میرے عرب کے آئی تھی ہوا جہاں سے

میرا وطن ہی ہے میرا وطن ہی ہے

بنے حکیم جس کے پر بت جہاں کچینا
نوح نبی کا اگر شہر جہاں سینا
رفت ہے جن میں کی نام فکد کا زینا
جنت کی زندگی ہے جس کی فضا میں جینا

میرا وطن ہی ہے میرا وطن ہی ہے

نیا سوال

سچ کہوں ہے برہمن گرتو بڑا زانے
تیرے صنم کوں کجبت ہو گئے پرانے

اپنوں سے بیز رکھنا تو نے بھروسہ کیا جنگ بادل سکھایا دوا عطا کو جس نے
تنگ لکے میں نے آخر ویرہم کو چھوڑا دوا عطا کا دوا عطا چھوڑا چھوڑے ترے فسانے

پشیمانی نہ توں میں سمجھا ہے تو خدا ہے

خاک وطن کا مجھ کو ہر ذرہ دیوتا ہے

آخریت کے پئے اک بار پھر اٹھایا پھر پڑوں کے پھر پڑوں کے پھر پڑوں کے

سنائی پڑی ہوئی ہے مدد کے ال کی ہستی آہ اک نیا شوالا اس دیکھ میں بنادیں

دنیکے تیر تھوں سے اونچا ہوا ہنسا تیرے دامن آسمان سے اہل کف ہوا دیں

ہر صبح اٹھ کے گاتیں سنو دینے میٹھے سبے چاروں کو بے پیت کی چادیں

شکستہ نہیں شانتی بھی سکھائے گیت میں

دھرتی کے بادیوں کی نکتی پریت میں

داغ

غلت غلت ہے اک دیکھ چو بندہ زمیں مددی مجروح ہے شہر غمناک میں

توڑ ڈال ہوئے غرت میں سینا کے تیرے چشم مغل میں ہے اب تک کیف صبا کے تیرے

آج کیکن مرنو اہل سارا چمن باتم ہے شمع روشن نجی فنی بزم سخن باتم ہے
نبیل کی نے با معاس مہر کی شیا ہم فدا ہوئے عجب دل باغ ہستی کے جلا
چل بباغ آہ بیت اس کی بیت ہے
آخری شاعر جہان آباد کا خاندان ہے

اب کہاں وہ بکین وہ شوخی طریباں آگ تھی کاغذ پر سی میج ان کی خناس
تھی باغ پر جو آرزو ہر دل میں ہے لیلیٰ معنی ہاں بے پروا نکسل میں ہے
جس بلے کن فوجی کے کائنات گل کارن کون ہے گا چمن میں ناؤ نبیل کارن
تمہی حقیقت سے زخمت گل کی پڑا رہی
اکھٹ کر کی نشین پر ہی پڑا رہی

اور دیکھو میں گے حضوں کی جہنم کی دیکھیں اپنے فکر کھت آرا کی نکلا پہیلیاں
کھنٹی دوراں کے زمتے کینچ کر لڑا میں گے پائیل کی تھی دنیا میں کھتا میں گے
اس چمن میں جس کے پید نبیل شیراز بھی سکھوں شاعر میں گے سدا علی بھی
انھیں گے آرزو ہر دل میں کینچ کر لڑا میں گے یہ عاویں گے تہ ساقی نے پیانے سے
بہن عاویں کی کتاب کی تفسیر بہت چوں کی نے اب اپنی تیری تفسیر بہت

ہر سو کہیں چاہے کسی عشق کی تصویر نہ

اٹھ لیا کہ سنگین بسے کا دل تیرے کو

اشک کے دانے زمین پر میں تباہ میں تو جس نے خاک کی آغ کو تباہ میں

اے جہان آباد اے سایہ بزم سخن چھوڑا ہے آج پابل سنسنی طر حین

وہ گل گھس ترا نصرت مثل تو ہوا آہ جن کی آغ سے کاش ڈھو ہوا

تسلی نہ شاید پشیمانی میں ملے گی خاک میں ہر سو کمال چاہیں کہ کن کی خاک میں

اٹھ گئے ساتی جو تھمتے غماتعالیٰ

یادگار بزمِ پہلی ایک سال ہو گیا

اوردو کو خون زلہ آتی ہے بیدار و اہل مارتا ہے تیر تادی میں مینا و اہل

کھل نہیں سکتی شکایت کے لیے یک نواں غمناں کا تک بہن جیہ قیام گھٹاں

ایک ہی قانونِ عالم کی ہے بات

نہ تو گل کا باغ نے گلچیں کا دنیا سے غم

ابر

انہی پر آج وہ نوبت کا کال کاش یاد پوش نوا پر پیرا سرین کا

نہاں چو اجو رنج مسر زردا من ابر
چولے مسو بھی آئی سوار مسن ابر
گرچ کا شور نہیں ہے ہمیشہ کیلٹ
عجیب سے کہ قہر عروش ہے کیلٹ
چمن میں حکم شاد عام لائی ہے
قبتے گل میں گنٹا گنٹے کو آئی ہے
جہنم لکھ کی گدی سے سو چلے تھے اٹھے
زمین کی گودی میں جھپکے ہوئے تھے اٹھے
ہوا کے زور سے بھرا رنجب "ہوا بادل
اٹھی وہ اگھٹا لوب جس ٹپا بادل

عجیب سے چنسا رکے نہالوں کا

یہیں قیام ہو وادی میں مچنے والوں کا

ایک پرندہ اور جنگنو

سر شام ایک مرغ نغمہ پیرا
کسی ٹہنی پہ منیب گارہا تھا
چمکتی چیز اک دیکھی زمیں پر
اٹا طائر آئے جنگنو بھوکا
کنا جنگنو نے او مرغ نواریزا
نڈکریں پستار ہوس تیز
تجے جس نے چمک گل کو بھائی
اسی ادھ نے جو کو چمک ہی
باسن میں رستہ ہوں میں
چنگوں کجاس کاٹو ہوں میں

چمک تیری بہشتِ گوشتِ گوشت ہے چمک میری بھی فردوسِ نعر ہے
پڑیں کو کیسے تھکے ضیاءِ سی تجھے اُس نے صلتے اُل باہی
تر ہی منتِ ارگو گانا سکایا مجھے گوار کی شعل بنایا
چمک بخشی مجھے آوازِ حجب کو دیا ہے سوزِ مجھ کو سازِ حجب کو
مخالف ساز کا چہانِ سینہ جہاں میں سازِ کل ہے ہمِ شینہ
قیامِ بزمِ ہستی ہے انھی سے نمودِ راج و پستی ہے انھی سے

ہم آہنگی کے مغل جہاں کی
اسی کے پہاڑسِ بیتاں کی

بچہ اور شمع

کیسی حیرانی ہے اے طفلِ پروردِ خوا شمع کے شعلوں کو گھڑوں کی تیار ہے تو
یہ میری آغوش میں بیٹھے ہوئے جنمِ بکریا ریشنی کے کیا مثلِ گیری ہے تیرا قدا

اس طفل سے تڑا تھا سادلِ حیران ہے
یہ کس کی بھی نہیں شے کی فکر چپان ہے

شمع اک شعلہ ہے لیکن ٹوٹا ہوا ہے
آہ! اس محفل میں بغیر اس ہے شعلہ ہے
ہستہ فہستہ اے کیا جانے کہیں غریب کیا
شعبہ کو نکال تیرے خاندان میں نہاں کیا
نور تیرا چمپ کیا زیر نقاب لگی
خجہ بند دیکھو دنیا حجاب لگی
زندگانی جس کو کہتے ہیں فراہی ہے یہ

خوابیہ فہستہ ہے ہر سستی کے لیے چوٹی ہے یہ

محفلِ قدس کا ہیاتے بے پایانِ حسن
آئندہ اگر کیے تو ہر قطرے میں گلِ طافِ حسن
حسن کہ ہوتا کی نسبت اک غامضی میں ہے
ہر کی خطا سستی شب کی سیاہی میں ہے
اسماں صبح کی آئینہ پوشی میں ہے
شام کی غفلت شوق کی گلِ فروشی میں ہے
عفتہ دہرین کے ہٹے ہوئے آئین میں
ملغاب، آشتا کی ہوشِ بخار میں
سکانِ صبحِ شبنم کی ہم آوازی میں ہے
نئے نئے ملاؤں کی آشیانہ سازی میں ہے
چشتہ ہزار میں دیوالی آوازی میں حسن
شہرِ صحرائیں ویرانے میں آوازی میں حسن
نوحہ لیکن کسی گم شدہ شے کی ہے کہا
ورنہ اس صحرائیں میں کیا ہے پشیمانی جبر!

حسن کے نام میں بھی ہے تاج ہے
زندگی اس کی مثال ہی ہے تاج ہے

کنارِ راوی

سُکھتِ شام میں جو سرو ہے راوی زیرِ چوٹھے جسے کیفیت سے دل کی
پیامِ جسدے کا یہ زیرِ دم نہوا مجھ کو جہاں تمام سدا جہم نہوا مجھ کو
سُکھتا رہا آپ وہاں کمرہاں میں خبر نہیں مجھے لیکن کہاں کھڑا ہوں میں
شرابِ نفع سے نگھیں ٹھانے ہر شام ایسے چہ نکلتے ستِ عیش و ہار میں تمام
عذم کو مت اندر دیر نہ کام چلا شوقِ تنہاں ہے یہ سورج کے نچل گیا
کمرہاں میں رہو نکلتے فرائے تنہاں سندِ عتاب گدھ مار چلتا
فرائے ستمِ انقلاب ہے محسوس کوئی زمانہ تلف کی کتاب ہے یہ محل
مقام کیا ہے سروِ جہدِ شس ہے گویا طہرِ زہدِ غمِ بس بن عروش ہے گویا
رواں چہ سیت دیا پاک غیبِ تہیز پہلے ہی سے قلع جس کا گرم ستیز
سبک دہی میں ہے شبنمِ گماہِ شستی بیکل کے حصدِ مدِ تنفر سے گدھتی
جہازِ زندگی راوی رواں ہے یونہی ابد کے بھر میں پیدا یونہی نہاں ہو یونہی

شکستے کی یہی آشنا نہیں ہوتا

تلف سے چھپتے ہیں فنا نہیں ہوتا

الْحَجَّائے مُسَافِر

(بدوگاہ حضرت محبوب الہیؒ دہلی)

فرشتے پڑتے ہیں جبر کے دو نام ہے ہیرا	بڑی جنابت ہے فیضِ عام ہے ہیرا
تسکِ عشق کے تیری کشش سے ہیرا قائم	نظامِ سب کی صورتِ نظام ہے ہیرا
تری لحد کی یاد سے زندگِ دل کی	سیح و خضر کے انجیبِ مقام ہے ہیرا
نہاں ہے تیری محبت میں نگہِ عجبی	بڑی ہے شانِ جہاںِ رام ہے ہیرا

اگر سیاہ دلم، دلخ لالہ زار تو ام
 و اگر گشتِ جہنیم، بھلے بار تو ام

چرخِ چوٹ کے نکلا چرخِ شبنمِ گل	تھلے چرخِ سب کو منظورِ امتاںِ مجہ کو
چلے لکے ملن کے نگار خانے سے	شرابِ علم کی لذت کشاں کشاں مجہ کو
نظرِ چاکرِ کم پڑختِ صحرائیں	کیا خلد نے بختِ برجِ باغیاں مجہ کو
فنائینِ شبِ صحرائیں نے یہ	تری چم سے حلا چڑھناں مجہ کو
مقامِ ہم سفر سے چھوٹ گئے	کہ سمجھے نازلِ تصور کا داس مجہ کو

مرنی باجی تم کے کسی کا دل شوق لے کسی سے شکوہ نہ ہو میرا سہاں مجھ کو
 دلوں کو چال کے شل شانہ جس کا اثر تری جناب کے ایسے نفساں مجھ کو
 بنایا تھا جسے چن چن کے غارہ جس میں نے چمن میں میرے نظر سے ہوا ہشیاں مجھ کو
 پھر اکھوں میں دم مارو پھر چپیں کیا جنوں نے محبت کا راز داں مجھ کو
 وہ شمع باد کہ حنا مذاں ترغوی ہے گاشل حرم جس کا استاں مجھ کو
 نفس ہے جس کے گھسی میری آنکھوں کی بنایا جس کی روت نے نکھتہ داں مجھ کو
 دعا یہ کر کہ حنا وندہ استاں میں کھے پھر اس کی یا سکتہ شاداں مجھ کو
 وہ میرا یوسف ثانی وہ شمعیں بل عشق چوٹی ہے جس کی نعت قرار جاں مجھ کو
 جلا کے جس کی محبت نے دفتر میں تو سوائے عیش میں نا پا کیسے جاں مجھ کو
 ریاض ہر میں مانسہ گل ہے خندہ کہ ہے عزیز تر از جاں وہ جاں جاں مجھ کو

شکستہ ہو کے کھنڈ کی پھول ہو جائے
 یہ ہجرت سے منہ قبول ہو جائے



غزلیات



نکھر چہست بود نہ بیکاز دار دیکھ
ہے دیکھنے کی چہیز اسے بار بار دیکھ
آگے ہے تو جہاں میں شال شلزار دیکھ
زم سے نہ جانے ہستی ناپا اتار دیکھ
نما کرتیری شے کے قابل سیج میں
تو میرا شوق دیکھ مرا غم دیکھ
کھول چہن قہقہے نے گھسیں ہی اگر
پر گم از میں نقش شبنم پائے بار دیکھ



نہ آتے ہیں اس میں تھکایا تھی
گم وہ عذ کہتے ہیں عدا کیا تھی
تھسا ہے پیامی نے سب زخم لا
خطا اس میں شے کی سکر کیا تھی
بہری بزم میں اپنے عاشق کو تارا
قری آنکھ سستی میں شہد کیا تھی

تامل تو تھان کو آنے میں قاصد گم رہتا ہے نہ اچھڑا دیتی
کھینچے خود بخود جانب طور رہتی کشش تیری شے تو یاد کیا تھی
کسیں نہ کر رہتا ہے تہاں تیرا
فسوس تھا کوئی تیری گم نہ کیا تھی



عجب اعظم کی دین اری ہے یارب
کونسی بات تک نہ یہ سمجھ کر انساں
وہیں سے رات کو غفلت ملی ہے
ہم اپنی درہمندی کا فسانہ
عدوت ہے اسے سارے جہاں سے
کہاں جاتا ہے آتا ہے کہاں سے
چمکتے نے پائی ہے جہاں سے
ٹٹا کرتے ہیں اپنے راز و اس سے
بڑی بار یک ہیں اعظم کی چالیں
لڑ جاتا ہے آواز ازاں سے



لاؤں دنگلے کس سے آشیانے کے لیے
وائے ناکامی تھکانے کے تھک کر توڑا لے
بھدیاں بتا جس جگہ بھٹانے کے لیے
میں نہجس ڈالی کو تاڑا آشیانے کے لیے

آگہ دل جاتی ہے ہفتاد و ہشت تری
ایک پیانہ تر اس کے نہانے کے لیے
دل میں کہی کس طرح کی آنسو پیدا کروں
لوٹ جائے آسمان سے مٹنے کے لیے
جمع کروں غم تو پہلے اندازہ غم کے تو
اسی بھگنے کی کوئی بھلی جھانے کے لیے
پاس تھا نا کا ہی صیبا کا ہے ہم صغیر
ورنہ میں اور رائے کا کیا کٹانے کے لیے
اس چمن میں مرغ دل گئے نہ آواز کی گلیت
آہ بگیش نہیں ایسے ترانے کے لیے



کیا کہوں اپنے چمن میں خدا کیونکر ہوا
اور اس حیرت سراہم بچہ کیونکر ہوا
جانے حیرت ہے ہر اس کے نہانے کا ہوں میں
مجھ کو خلیعت شرافت کا عطا کیونکر ہوا
کہہ دیکھانے دیکھنے کا تھا تاحضرت
کیا خبر ہے تجھ کو اے دل فیصلہ کیونکر ہوا
ہے طلب بے دعا پہننے کی بھی اک دعا
مرغ دل و اہم تست کے ہا کیونکر ہوا
دیکھنے والے یہاں بھی کیونکر لیتے ہیں تجھے
پھر یہ وعدہ شکر کا صبر کیونکر ہوا
خوش حال ہوتی ہو اس بے حجابی کا سبب
وہ جو تھا پرزوں میں نہانے کا کیونکر ہوا
سرت کا نسخہ ابھی باقی ہے نہ فراق
چادر کو دیا نہ ہے نہیں لا دو کیونکر ہوا

ٹوٹنے کی جگہ کبھی لے یہ عبرت نگل
ہو کہ پیدا خاک سے گنجیں قبا کیونکر ہوا
چرش اعمال سے قصہ تھار سوائی ہری
و نہی ہر تہا سب کچھ کیا ہوا کیونکر ہوا
میرے منے کا تماشہ دیکھنے کی چیز تھی
کیا بتاؤں اُن کا میرا سن کیونکر ہوا



انوکھی خض ہے سارے زمانے سے نزلے ہیں
یہ عاشق کو ان کی بستی کے ایسا بھنسا ہے
علوجہ درو میں بھی زکلی لذت پیرا نہیں
جو تھے چھالوں میں کانٹے تو کب نہ ان کے گھر آیا
پیدا پھولہ رہے یہ لب چمن میری ایش کا
جلد کا خون نے کھ کر یونے نہیں پائے میں
رہا عشق ہے میرا نزلے میرے نلے میں
نہ نشین کیڑوں میں بن کر پھونک ٹالے میں
نہ پوچھو مجھ سے لذت خاناں باد بھنے کی
نہیں کیا گلی اچھی منسوق اب منزل سے
امید جو نے سب کو کھسکا تھا ہے اعتدال کو
یہ حضرت کھینے میں ہے سلاو بھو بھالا میں

مے شاعرے اقبال کیوں چلے نہ چھوٹے
مے ٹوٹے ٹوٹے دل کے یہ دگر نزلے ہیں



ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی
 منظر کو نہواں کیا پیام موت
 جو دیکھتا تو دیدہ دل واکرے کوئی
 ہر دیکھنا سی کو نہ دیکھا کرے کوئی
 دیکھے مجھے کہ تجھ کو تماشا کرے کوئی
 محشر میں خدا تازہ نہ پیدا کرے کوئی
 پھر اور کس طرح انہیں دیکھا کرے کوئی
 طاقت ہو دید کی تو تماشا کرے کوئی
 نرس کی آنکھ سے تجھے دیکھا کرے کوئی

کھل جائیں کیا منے ہیں مثلاً شوق میں
 دو چار دن بھی سہی تماشا کرے کوئی



کہہ لیا آئے منے بے نیکی مجھ کو کہاں کہے
 وہ کس طرح فریغ سے غم بگڑا رہاں کہے
 مجھے بڑا رکنی رفت ہی سوائے نیاں کہے
 چوئے گل فراق ساقی نامہاں کہے

چمن فرخ ہے صیا میری بخشش اتنی کم
وہشت خال ہوں فیض پریشانی سے صحران
یہی بھی گل بے تابی ہو میرے سکیان کہے
نہ چھو میری مست کن ہیں آسان کہے
یہ خاموشی مری وقتِ میل کرواں کہے
کرخت و خاطر گردا بگ آبِ رواں کہے
چمنِ بوجہت میں شمعِ شمعِ بے بس
جوانی ہے تو ذوقِ مریو بھی نعلبِ تنہا بھی
یہاں کی زندگی پابندی ہم فغان کہے
ہم سے گھر کی آبادی قیام یہاں کہے

نہ نے بھر میں سواہر گرائے اے نادانی!
سمجھتا ہوں کہ میرا عشق میرے بازو ات کہے



جنس میں صونڈا تھا آسمان میں مینو میں
حقیقت اپنی گھونڈ نکالیاں جب کی اپنی
وہ نکلے میرے غلٹ غلٹ دل کے سکینوں میں
سکھان نکلا اگلے خانہ دل کے سکینوں میں
اگر کچھ آہستہ تا مذوقِ شجبت سائی سے
کبھی اپنی نظر رکھ دیکھ تو نے اے مجھ میں
کریں کی طرح تو نہ ہو جس طرح نشین میں
میں نے ہل کے گھر میں کی صورت اڑتے جا میں
تو رنگ آستان کعبہ باغِ مجسمین میں
گدگد نظر میں اتنی کی گزرتی ہیں مسین میں

مجھے بونے کاٹو لے ناخذ کیا خرق چہنے سے
کہ جگر ٹوٹنا چاہتا ہے ہر سینہ میں
چھپا یا حسن کو اپنے کلیم اللہ سے جس نے
وہی ناز آفریں ہے جلوہ پیرا ناز سینوں میں
جدا کرتی ہے شمع شستہ کو مہج نفس ان کی
ایسی بلیا چھپا ہوا ہے اہل کے سینوں میں
تندرہ دل کی جوتہ کو خدمت فقیر کی
نہیں مہتا یہ کو ہر بادشاہوں کے خزانوں میں
وہ چوچان خرق پوشوں کی اراکات ہو تو دیکھو ان کو
یہ بیٹا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں
ترستی ہے بچہ بزرگ جس کھٹکے کو
وہ رونق انجمن کی ہے غمی خلوت گزینوں میں
کسی ایسے شرمے چٹونک اپنے غم میں دل کو
کوہ رشید قیامت بھی تہ تیغی خوش چینوں میں
محبت کے لیے دل دھونڈ کوئی ٹوٹنے والا
یہ وہ ہے جسے کہتے ہیں نازک اہمیںوں میں
سرا یا حسن بن جاتے ہیں کے حسن کا عاشق
بھلائے دل حسین ایسا بھی ہے کوئی حسینوں میں
پھر کاشاکوئی تیری اوائے ناعملہ قفا پر
ترا سب ہا بڑھ چڑھ کے سب ناز آفرینوں میں
نمایاں چمکے لکھائے کسی ان کو جمال اپنا
بست منت سے چمچے ہیں تھکے با یک جنوں میں
خروش لے دل امیری محفل ہر چاہنا نہیں اچھا
اوجھلا قریب سے محبت کے قریبوں میں

نہا جھول نہیں مجھ سے تو ایسا ہو نہیں سکتا
کہ فریغ بھی ہیں اقبال اپنے گمہ چینوں میں



ترے عشق کی انتہا چاہتا ہوں مری سادگی و کلمہ کیا چاہتا ہوں
مستم ہو کہ جو وہ نہ بے حجابی کوئی بات صبر آزا چاہتا ہوں
یہ نسبت مبارک ہے زرا چوں کہ کہ میں آپ کا سامنا چاہتا ہوں
ذرا سا تو دل ہوں مگر شوخ تہن وہی من ترانی سنا چاہتا ہوں
کوئی دم کا مہماں ہوں اے اہل فصل چرخِ خسرو ہوں ٹھہرا چاہتا ہوں
بھری بزم میں از کی بات کہہ دی
بڑا بے ادب ہوں سزا چاہتا ہوں



کٹ دو دست کرم جب بے نیاز کرے نیاز مند نہ کہیں عاجزی پہ ناز کرے
بھٹاکے کمرش کچھ کتے تو نے اے غلامِ خدا وہ کیا ہے جو بندوں کا خزانہ کرے
مری نگاہ میں وہ رند چنی ہیں ساقی جو چو شیدی ہوتی ہیں امتیاز کرے
دامِ کوشِ بلبلِ نازیہ ساز ہے ایسا جو چو شکستہ تو پیدا فائے راز کرے
کوئی یہ نہ پوچھے کہ وہ اعتدال کا کیا جزا ہے جو بے عمل پہ بھی صحت وہ بے نیاز کرے

سنن میں سوز، الٹی کہاں سے آئے ہے
یہ چیز وہ ہے کہ شکر کو بھی گداز کرے
تمیز لالہ و گل سے ہے نالہ و تبسلیں
جہاں میں ان کو آئی چشم امتیاز کرے
غروبِ رُخ نے فریاد کیا ہے و اعظم کو
کہ بند گمانِ حنہ پر زباں مزار کرے
چراغِ اسی کو ہندوستان سے لے لے آئے
اڈاکے بھر کو غیبِ درِ حجاب کرے



سنتیں کرتا ہوں دل پر غمیسے غافل ہوں میں
لئے کیا اچھی کسی عالم ہوں میں جہاں میں
میں سب تک تھا کہ تیری جلوہ پیدائی تھی
جنہو حق سے مٹ جاتے ہیں و باطل ہوں میں
علم کے دریا سے نکلے غفلتِ نین کو ہر دست
وائے محرومی! خرف چیں پاپ سالج میں
ہے مرنی قلت ہی کچھ میری شرافت کی دلیل
جس کی غفلت کہ مٹا دے تیرے خیرِ فانی میں
بزمِ ہستی اپنی آراش سے پتو نازاں ہو
تو تو اک تصویب ہے محفل کی اور مجلس میں

دُعاؤں کا پھر تہاں لے لے آئے قبال اپنے آپ کو
آپ ہی کو یا سا فر آپ ہی منزل ہوں میں





مجنوں نے شہر چھوڑا تو سہرا بھی چھوڑ دیا
 نقلے کی پیس ہو تو سیلی بھی چھوڑ دیا
 واحد ابدال تراکے عشق سے پیاں مراد
 دنیا جو چھوڑ دی ہے تو عشق بھی چھوڑ دیا
 تعلیق کی روش سے تو بہتر ہے خاموشی
 رستہ بھی ڈھونڈ، خضر کا سودا بھی چھوڑ دیا
 فائدہ خاندان تیری باں پر ہے حرفِ بغیر
 بیگانہ شے پر نازش بے جا بھی چھوڑ دیا
 نطفِ کلام کیا جو نہ چوہل میں دردِ عشق
 پس نہیں ہے تو تو سو پت بھی چھوڑ دیا
 شبِ نیم کی طرح نیموں پر ناہر چمن کے چل
 اس باغ میں قیام کا سوا بھی چھوڑ دیا
 ہے عاشق میں رسمِ لک جبکہ بیٹھا
 بتِ خاندان بھی ہم پہن کلیا بھی چھوڑ دیا
 سوداگری نہیں یہ عبادتِ خدا کی ہے
 اے بے خیر جزا کی منت بھی چھوڑ دیا
 اچھا ہے دل کے ساتھ ہے پادشاہِ عقل
 جینا وہ کیا جو ہو نفسِ غیب پر مدعا
 شونہی سی ہے سوالِ مکر میں اے کلیم
 شہرِ رخسار ہے کہ تہا خدایا بھی چھوڑ دیا
 شہرِ رخسار ہے کہ تہا خدایا بھی چھوڑ دیا

واحد شہوت لائے جو ہے کے جوار میں

اقبال کو یہ ضد ہے کہ پیا بھی چھوڑے

(۱) جلوسہ...
 (۲) جلوسہ...
 (۳) جلوسہ...
 (۴) جلوسہ...
 (۵) جلوسہ...
 (۶) جلوسہ...
 (۷) جلوسہ...
 (۸) جلوسہ...
 (۹) جلوسہ...
 (۱۰) جلوسہ...

حصہ دوم

(۱۹۰۵ء سے ۱۹۰۸ء تک)

حامد

دستبرد ۱۳۱۰ در ۱۳۱۱

۱۱

۱۱

آج ہر شہر و گردن کی آبرو ہے۔ تو کھول کے کھول دیتا ہے یو
 رہنے کا جو ترے لیے ہے (نہا)۔ مائیں نہ تو کھیڑے نہ اندر
 آج ہر شہر و گردن کی آبرو ہے۔ تو کھول کے کھول دیتا ہے یو

آج ہر شہر و گردن کی آبرو ہے۔ تو کھول کے کھول دیتا ہے یو
 رہنے کا جو ترے لیے ہے (نہا)۔ مائیں نہ تو کھیڑے نہ اندر

تو دے پڑتا ہے جھکے ہوئے خاندان کی۔ تو دے پڑتا ہے خیر و نیک کی
 ہاتھ دے دے پڑتا ہے۔ تو دے پڑتا ہے خیر و نیک کی
 آج ہر شہر و گردن کی آبرو ہے۔ تو کھول کے کھول دیتا ہے یو

آج ہر شہر و گردن کی آبرو ہے۔ تو کھول کے کھول دیتا ہے یو
 رہنے کا جو ترے لیے ہے (نہا)۔ مائیں نہ تو کھیڑے نہ اندر

محبت

عروسِ شب کی زلفیں تھیں بھی آتشِ خم سے
 قرآنِ لباسِ تو میں بکایا گیا گلاتا
 ابھی اس کاں کھٹکتے خانے اُبھری تھی منیا
 کمالِ نظمِ ہستی کی ابھی تھی بہت گویا
 سنا ہے عالمِ بالا میں کوئی کیسی گرتا
 لکھتا سحرش کے پاتے پر الہِ اکبرِ سحر
 نکھڑتا نکھڑتا میں ہستی میں کیا کر کی
 بڑھتا ہیجِ خوانی کے بھانے سحرش کی نجیا
 پھر ایسا فکرِ ہزل نے اُسے میدانِ اسکاں
 چمکاتے تھے مانگی چاند سحرِ انجیا
 تھوپ بھلی سے پائی خور کے پائینگی پائی
 ذرا سی پھر بھیسے شانِ بنیادی لی
 تانے آسماں کے بے خبر تھے لذتِ دم سے
 نہ تھا واقف ابھی کرش کے اسیرِ دم سے
 مذاقِ زندگی پوشیدہ تھا پہلے عالم سے
 چویدار تھی گینے کی تنہا چشمِ حتم سے
 صناعتی جس کی خاکِ پائین ٹھہر کر ساغرِ حم سے
 ٹھپتے تھے فشرِ جگرِ چشمِ نوحِ آدم سے
 وہ اس نسنے کو بڑھ کر جانتا تھا اہمِ علم سے
 تنانے کی آخر برآئی سہی ہیسم سے
 چھپے کی لیا کوئی شے بڑھاد حق کے مرم سے
 اڑائی تیر کی تھوڑی سی شب کی زلفِ بزم سے
 حرارت لی غصے سے سحرِ ابی مرم سے
 ٹھک سے طعنی افتاد کی تعدیہ شبنم سے

پیرانہ بڑا گھوڑا چشہ سیریاں کے پانی میں مرکب نے محبت نام پایا مشر عنکم سے
موتس نے یہ پانی ہستی نوخیز پر چڑھا گر کہ کھلی نہر نے اس کے گویا کا عالم سے
ہرئی جنبش حیاں قوس نے تعلق کیا چوڑا گلے ملنے لگے اڑاٹھ کے اپنے اپنے جہم سے

غلام نڈپایا آفتابوں نے ستاروں نے
چمک خمیں نے پانی طالع پائے لالہ زادوں نے

حقیقتِ حُسن

خداے حُسن نے اک بے مزید سوال کیا جہاں میں کیوں شب مجھے تھنے لانا مال کیا
بلا جواب کہ تصویرِ حُسن ہے دنیا شبِ اہم دم کا فنا ہے دنیا
ہوائی ہے گم تغیر ہے جب سے اس کی وہی جس ہے حقیقتِ زوال ہے جس کی
کسیں قرعہ تجا، نیست گد قرعے سنی فلک چمک سہا ہوائی آخر سحر نے سنی
سحر نے تارے سے سن کر تائی شبنم کو فلک کی بات بتا دی زمیں کے محرم کو
بھڑکے پھول کے آنسو پایا شبنم سے کلن کا نشا سا دل خون ہو گیا شبنم سے
چمن کے ہوا ہوا اک سہم بہا گیا شبِ سیر کو آیا تانا کو لایا

پیام

عشق نے کرو یا تجھے ذوقِ پیش سے آشنا
بزمِ نوشِ شمعِ بزمِ کمالِ نوا سدا
شانِ کرم پہ ہے عارِ عشقِ کرو شاہ کا
ذیرِ جسم کی قید کیا جس کو بے نیاز ہے
صوبتِ شمعِ نور کی جلی نہیں قبائے
جس کو خداوندِ ہر مہر میں کر یہ جاسدا
تس میں ہر قمر میں ہے جبکہ کہ بحر میں وہ
چشمِ نظارہ میں نہ ٹوٹے نہ اقیانوس
عشقِ بندِ بال ہے رسمِ بندِ نیاز سے
حسن ہے تہِ ناز اگر تو بھی جاسدا

پیرِ مہمانِ فرنگ کی ہے کاشاد ہے اثر
اس میں کہینِ غم نہیں مجھ کو تو خدا ساز
تجھ کو خبر نہیں ہے کیا! بزمِ کائنات میں مل گئی
اب خدا کے واسطے ان کو ہے مجاز

سوامی ام تیرتھ

ہر مہمِ نعلِ مرید ہے چلے قطرِ بربک تو
پسے گوہرِ تنہا بن اب گوہرِ نیابت
آہِ لہو لاکس اسے تو نے رازِ رنگ ہو
میں ابھی تک چوں سیرِ تہا زنگ ہو

بٹ کے غمخوارنگی کا شور شراب مشربا
یہ شراب و بھج کے آتش خانہ سحرین
نہی ہستی اک کر شر ہے ال کا گاہ کا
لانے دیا میں نہایتی ہے اٹا اٹھ کا
چشمہ نابیا سے منفی منفی نخب ام ہے
تعم کسی جن تم تڑپے سیاب یہ غم ہے
توڑ دیا ہے بے ہستی کو ہر ہر عشق
پوش کا دیش ہے گویا تہی تہی عشق

طلبہ علی لڑھ کا لچ کے نام

آوروں کے پیام اور سیہ پیام اور ہے
عشق کے درد مند کا لہر کا لہام اور ہے
طاثر زریہ ام کے لئے تو سن کچھ ہو تم
یہ بھی سنو کہ نالہ طائر بام اور ہے
اکی تھی کوئی صدرا زحیات ہے نکول
کہتا تھا سوزنا تو اس نعلب خرام اور ہے
جذبہ دم ہے فرغ انجمن حبذ کا
اس کا مقام اور ہے اس کا نظام اور ہے
موت کے عشیر جاہدان فوق طلب الریحہ
شعب سحر کہ گنتی سوز ہے ندلی کا
عسم لہو سوز میں شطروہ ام اور ہے

باد ہے نیم اس میں شوق ہے سرا بھی
رہنے چشم کے سر پہ تہ نشت کلیا بھی

خستہ صبح

ستارہ صبح کا روتا تھا اور یہ کہتا تھا ہنسی نکلا کر فرصت نظر نہ ہی
چوٹی ہے زندہ دم آفتاب کے چرٹے اماں مجھی کو تیرا ہن سحر نہ ہی
بہلا کیا ہے بیدار صبح کے تارے کی
نفس جباب کا تابندگی شرارے کی
کہا یہ میں نے کولے زہرِ حبسین بھرا غم فنا ہے تجھے گنبدِ فلک کے اتر
ٹپک مبت گی لڑوں سے ہر شے بنم مرے یاغیاں سخن کی فضا ہے جاں پر
میں باغیاں ہیں محبت بہا ہے اس کی
پناش الیہ پادار ہے اس کی

حسن و عشق

جس طرح ڈوبتی ہے شستی سیڑھی تر نورِ رشید کے کھٹکان میں چمچا خمر
جیسے ہو جاتا ہے گرم نور کا لے کر انہیں چاندنی است میں تکیے ہم رنگ نعل

جس دن نور میں جیسے یہ دنیا کے کھیم . مروجہ نکست گھر میں غنچے کی شمیم

ہے ترے سیل بہت میں بونی دل میرا

تو جو محفل ہے تو چمکا کر محفل ہوں میں عُن کی برق ہے تو عشق کا مائل ہوں میں

تو سحر ہے تو مرے اشک میں شبنم تری شام غربت ہوں اگر میں تو شفق تو میری

مرے دل میں تری نگاہوں کی پریشانی ہے تری تصویر ہے سپید مری حیرانی ہے

عُن کامل ہے ترا عشق ہے کامل میرا

ہے مہربان سخن کے لیے ٹو بارہا میرے بے تک تحمل کو دیا تونے ستار

جب سے آباد ترا عشق ہوا ہے نہیں نئے جو چہرے پیدا کئے تھینے میں

عُن سے عشق کی قدرت کو ہے تحریک کمال تجھ سے سرسبز ہے میری لہریں کے نضال

قائد چلیا آئندہ منزل میرا

لی لو د میں بلی دلیگر

تجہ کو زور دیدہ لگا ہی یہ سکا دی کس نے رجز آقا بہت کی بتا دی کس نے

ہر ادا سے تری پیادے بہت کیسی نیل آنکھوں نے چمکتی ہے کات کیسی

دہشت ہے کہ کسی ان کو کسی شہزادی ہے
کبھی ناشتی ہے کہ کسی بیشک سہزادی ہے
آگہ تیری صفت آگہ حیدر ان ہے کیا
نور آگاہی کے ہوش تجھی پہ چہان ہے کیا
مادتی ہے انھیں دہن چوں کہ عجیب ہے یہ
چھین ہے غصہ ہے یا پیار کا انداز ہے یہ
شوخ تو ہوگی تو گویا کے تادیں گے تجھے
گر گیا نعل جو سینے کا تادیں گے تجھے
کیا تجس ہے تجھے کس کی تانی ہے
آہ! کیا تو بھی اسی چیز کی سہانی ہے
خاص انسان کے پرخس کا احساس نہیں
صورت دل ہے یہ ہر چیز کے باطن میں رکھیں
شیشہ ہر میں نانوئے تاب عجب شق
زنج عرشید ہے غنم کی سائب ہے شق
دل ہر ذرہ میں پوشیدہ لک ہے اس کی
نور ہے کہ چشمے میں جھک ہے اس کی

کسین ملان ستر کسین ملان غم
کسین ملان ہرے کسین ملان غم

کلی

جب کہاتی ہے چرخہ چرخہ گھنیں اپنا
کھول دیتی ہے کلی سیئے تریں اپنا
جدو است م ہے یہ صبح کے خانے میں
زندگی اس کی ہے غور شید کے پیمانے میں

سائے مہر کے دل چپکے کھڑے ہیں
کرتھریں سبز شگافی کے لئے ہیں

کے غور شید کہیں تو بھی لٹکا اپنی نقاب
بہرِ نظارہ تڑپتی ہے نگاہ بے تاب
تجربے جملے کا شہین چمکے سینے میں
عکس آباد تجرید اسے آئینے میں
زنگلی چوڑا نظارہ مرے دل کے لیے
روشنی ہر ترسی لہو اور مے دل کے لیے
ذرا ذرا ہر مرا چہرے پر اندازِ حیات
چہرے ہیں جو ہر اندیشہ میں پھر سوزِ حیات
اپنے غور شید کا نظارہ کروں دہرے میں
صفتِ غنچہ پر آئینہ شش ہونٹوں سے میں

جانِ مضطر کی حقیقت کو نمایاں کروں
دل کے پوشیدہ خیالوں کو بھی عیاں کروں

چاند اور تارے

ڈرتے ڈرتے دمِ حشر سے
تارے کہنے لگے ترے
نقائے ہے وہی نکال پر
ہم تنہا بھی گئے چمک چمک
کام اپنا ہے صبحِ ہشام چن
چن، چن، مدامِ حلیف

بے آہ ہے اس جہاں کی محشے کہتے ہیں جسے سکون نہیں ہے
 رہتے ہیں ستم کش سب تارے انساں شجب جب سب
 جو کا کبھی ستم یہ منہ کر کیا
 منزل کبھی آئے گی غفلت کی

کھنے لگا چاند، نیم شبینو اے مریخ شب کے خوش چنیا
 بختش سے ہے زندگی جہاں کی یہ رسم قدیم ہے یہاں کی
 ہے اوڑتا اشب زمانہ کھا کھا کے طلب کا تازیانہ
 اس میں تمام بے محل ہے پوشیدہ قرار میں اصل ہے
 چنے والے نکل گئے ہیں جہنم سے فدا، نکل گئے ہیں
 انجام ہے اس غرام کا حسن آغا نے عشق بہت حسن

وصال

بختہ جس گل کی تہ پائی تھی بے محل مجھے غریب قسمت سے آفریں کیا وہ گل مجھے
 خود تہ پاتا تھا، چمن والوں کو تہ پاتا تھا میں تجھ کو جب نکلیں تو اپنا تہا بھرتا تھا میں

سیر ہے پہلو میں دل مضطر تنہا سبوتا
از تکبیر مجرم الفت کھلیے بے تاب تھا
نامرادی محسن گل میں مری شہور مری
ضج میری آہنہ ایشپ دھجور مری
از نفس و سید نخوش شہزادہ شہزادہ
زیر غاموشی نہاں غوغاے مشر و اتم

اب تاثیر کے جہاں میں وہ پریشانی نہیں
انگلشٹن پر گراں سیدی غزل غالی نہیں
عشق کی گوی سے شعلے بن گئے چھلے سے
کھیلے ہیں بھلیوں کھا تھا اب نالے سے
غارۂ الفت سے یہ خیال کیا آئینہ ہے
اور آئینے میں کس ہمدردیرینہ ہے
قید میں آیا تو حاصل مجھ کو آزادی ہوئی
دل کے ٹٹ جانے سے کیے کھڑکی آبادی ہوئی
صبر سے اس خود شید کی اختر مرآتا بند ہے
چاندنی جس کے خیار راہ سے شہر مند ہے

یک طرفہ کردی آداب فنا سختی
اے شک روئے کھشاں مرا داسختی



سُلیٰ

جس کی نمود و کمیں چشم ستارہ ہیں نے
نور شید میں، قمر میں، تاروں کی انجمن میں
سُوفی نے جس کو دل کے غفلت کئے میرٹ یا
شاعر نے جس کو دیگھا شدت کے باکپن میں
جس کی چمک ہے پیدا، جس کی مسک ہویدا
شبِ بنم کے موتوں میں، نچوڑوں کے پیرہن میں
صحرانہ ہے بیا یا جس نے سکوت بن کر
ہنکا رہ جس کے دم سے کاشا چسپن میں
ہر شے میں ہے نہایا میں تو جمال اس کا
انگسوں میں ہے سُلیٰ تیری کمال اس کا



عاشق ہر جاتی



ہے جب مجھ کو اضمحلال سے قبل تو
رونی چمکارتے محفل بھی ہے تنہا بھی ہے
تجسّس ہنگاموں سے اے دیوانہ زنجیں نہ
زینتِ گلشن بھی ہے آتشِ صحراب بھی ہے
ہم نشین تاروں کا ہے ثورِ غیبِ پڑا سے
اے زمیں فرسا، تم تیرا فلک پیدا بھی ہے
عینِ غفلت میں پیشانی ہے تیری بھاری
کچھ نرے سک میں نگہِ شربتِ نیا بھی ہے
مثلِ نمونے گلِ باسِ رنگِ عطران ہے تو
ہے تو حکمتِ آفرین لیکن تجھے نوا بھی ہے
جانبِ منزلِ واں ہے نقشِ پاماندِ سوج
اور پھر نفرتِ مثلِ مسلسلِ دریا بھی ہے
خُشِ معنوں کی ہے جھل تیری نظرتِ کئی
پھر عیب ہے کہ تیرا عشق بے پروا بھی ہے
تیری ہستی کا ہے آئینِ مستن پر مدّ
تو کسی ایک آستانے چہرینِ فرسا بھی ہے
ہے حسنین میں فنا، آشنائیاں غلط
اے تلوں کی کشش! تو مشہور بھی خواہی ہے

ے کے آیا ہے جہاں میں علامتِ سیاب تو

تیری بجاتی کے صدقے ہے جیسے تاب تو



عشق کی ہاشنگھی نے کرویا صحرے
ہرچ اڑن اس کے پہلو رنگ ہر پہلو کا
دل نشیماں ہے کیفتوں کی رخنہ
ارزو ہر کیفیت میں اک نئے جلے کی ہے
گوہرین بازو ہے ہر طرف تھوڑا نظر
بنیادی ہے پیدا میری فطرت کفایت
موجب کسیر تاشیہ مشاعرہ جیتا
ہر تخاصا عشق کی فطرت ہے جسک نمودش
جستجو گل کی لیے ہوتی ہے اجڑا میں مجھے
زندگی الفت کی درونجا میں ہے مری
سچ اگرچہ ہے تو افلاس تنہا ہے وفا
فیض جی شبنم آں طرف الہی طلب
مجد کو پیدا کر کے اپنا کرتے ہیں کیا

نشت خاک این خیال بر قیادت ہوش
سینے میں یہ کونئی تر شاہو ارکتا ہوش
کیا خبر تجھ کو زور و زینہ کیا رکھتا ہوش
مضطرب جن لکھن نا آشنا رکھتا ہوش
حسن سے مضبوط پیمان وفا رکھتا ہوش
سوز و غم جستجو مثل صبا رکھتا ہوش
ہر نہیں کیا کہ ان ہی ہشتا رکھتا ہوش
اے اہو کامل تجھ جی مدعا رکھتا ہوش
حسن کے پایاں ہے درو لاد و رکھتا ہوش
عشق کو آواز و دستور وفا رکھتا ہوش
دل میں ہر دم اک نیا مشرب رکھتا ہوش
تشنہ آہم ہوں حسن زہر پار رکھتا ہوش
نقش جن اپنے مصوے گل رکھتا ہوش

ممنون ہوں میں جیسا کہ تجھے پہنچاؤں
پتھر کی کھجور کی طرح ہوتا ہوں
وہی باں طلب پیوستہ می کو شمیم
سوجھ سیم شکستہ عیش پرہیز شمیم

کوششِ ناتمام

فرت آفتاب میں کھاتی ہے پچھلے ماضی
چشمِ شفق ہے غنوں فشاںِ اختر شام کے لیے
رہتی ہے قیسِ روز کو اسیلی شام کی ہوس
اختر صبحِ خطر بلبِ دام کے لیے
کہتا تھا قلبِ آسمانِ قافلہٴ نجوم سے
ہرگز میں ترس گیا نطفِ ضم کے لیے
سو تو کچھ تیریوں کا شوقِ بحرِ کاندیوں کو عشق
موجبِ بحرِ کوئٹہ شام کے لیے
حسینِ ازل کہ پر وہ لالہ و گل میں ہے نہلا
کہتے ہیں بے قرار ہے جلوہٴ عام کے لیے

رازِ حیاتِ پوچھ لے خضرِ خجستہ گام سے
زندہ ہر ایک چیز ہے کوششِ ناتمام سے



نوائے عجم

زندگانی ہے مری شل بانی ہر شے جس کی ہر گنگے نمود ہے لبریز آتش
بریلو کن مکان جس کی نموشی پیشا جس کے ہر تدم میں ہیں کیڑوں نمود کے عزا
عمرستانِ آگاہ ہے میں جس کا سکنت اور منت کشیں جگہ نہیں جس کا سکنت

آہ آہ تیرے محبت کی برآتی نہ کہیں

چوٹ مضراب کی اس سائے کھائی نہ کہیں

گمراہی ہے نسیم چمن کو کہیں سب کدوں سے چھائے نقشِ محو کہیں
چیدہ آہستہ سے تیری ہے مرا تارِ حیات جس سے ہوتی ہے ہمارا رُوح کو فدا حیات
نقشہ یاس کی وہی ہی صدا اُٹھتی ہے اشک کے قاف سے کو باگمبے اُٹھتی ہے

جس طرح دھندلے شبنم ہے مذاقِ دم سے

میری فطرت کی بندی ہے نوائے عجم سے



عشرتِ امروز

نہ مجھ سے کہہ کر اہل ہے پیامِ عیشِ امروز
نہ کھینچ نکتہ کیفیتِ شرابِ امروز
فراقِ خور میں جو غم سے ہکا بکا نہ تو
پر می کو شیشہء امنِ اطمینانِ امروز
مجھے فریفتہ ساقی جمیل نہ کر
بیانِ حور نہ کر، ذرا کوسبیل نہ کر
مقامِ امن ہے جنتِ مجھے کام نہیں
شباب کے لیے موزوں تر پیام نہیں
شبابِ آہ! کہاں تک امید رہے
وہ عیشِ عیش نہیں جس کا اختلا ہے
وہ غم کیا کہ جو مہلج چشمِ بیاہو
نمود کے لیے منت پذیر نہ رہو

عجیب چیز ہے احساسِ ننگالی کا

عقیدہء عشتِ امروز ہے جوانی کا

انسان

قدرت کا عجیب یہ ستم ہے

انسان کو راز جو بنایا راز اس کی نگاہ سے چھپایا

بے تاب ہے ذوق آگہی کا کفایت نہیں مجید زندگی کا

حیرت آواز و انتہا ہے

آئینے کے گھر میں اور کیا ہے

ہے گرم حنارم صوبہ دریا دریا سونے بھر جب وہ پمیا

بادل کو چوا اڑا رہی ہے شانوں پہ اٹھائے لا رہی ہے

تارے ست شراب تم تیر زندانِ فلک میں پا بہ زنجیر

خورشید، وہ عابدِ سحر خیز لانے والا پیامِ 'برخیز'

منرب کی پہاڑیوں میں چپ کر پتا ہے مے مشفق کا ساغر

لذت گیر وجود ہر شے سرمست مے نمود ہر شے

کوئی نہیں غم گسارِ انسان

کیا تیغ ہے روزگارِ انسان!

جلوہِ حُسن

جلوہِ حُسن کو جس سے تباہ ہے پاتا ہے جسے آغوشِ تجلی میں شب

ابدی بنتا ہے عیالِ غالی جس سے ایک افسانہ نگہیں ہے جہاں جس سے
جو کھٹا آ ہے ہیں سرِ بربریاں ہونا منظرِ عیالِ حاضر کے لڑیاں ہونا
دور جو جاتی ہے اور ال کی خامی جس سے عقل کرتی ہے تاثر کی غلامی جس سے

آہ بسو جو بھی دشمن کہیں ہے کہ نہیں

خاتمِ دہر میں راتِ نگہیں ہے کہ نہیں

ایک شام

(دریائے نیکر، ہائیڈل برگ کے کنارے پر)

خاموش ہے چاندنی قمر کی شاخیں ہیں خموش ہر شجر کی
واوی کے نوا فردش خاموش کندے کے سبز پوش خاموش
فطرت بے پوش جھوکتی ہے آنکھ میں شبنم کے گہکتی ہے
کہو ایسا سکونت کا فوں ہے نیکر کا خمہ ام بھی سکون ہے
تاروں کا خموش کردار ہے یہ قاصد بے زار وار ہے
خاموش ہیں وہ دشتِ دریا قدرت ہے نرم ہے میں گویا

اے دل! تو بھی ہر شے جہا
اکھش میں غم کو لے کے جا

تنہائی

تنہائی شب میں ہے محزون کیا انجم نہ تیرے یہ ہم نشین کیا؟
یہ وقت کہساں چاہش خوابیدہ زمین جہاں غائب ہوش
یہ چاند، یہ رشتہ، دُریہ کُسا فطرت ہے تنہا، نہ ترک
موتی بخش رنگ پلیدے پلیدے یعنی تیرے ہستوں کے کتے
کس شے کی تجھے ہونے کے ال
قدرت تیری ہم نشین ہے ال

پیامِ عشق

سن اے غلبہ کار و درو پست! میں ناز چوں تو نیا زہ جا
میں غم نہ نوی سہانتِ دل کا چوں تو سہرا لیا ایا زہ جا

نہیں ہے وابستہ زیر گروں کمال شانِ سکندری سے
تمام سماں ہے تیسرے سینے میں تو بھی آتینے ساز ہو جا
غرض ہے پیکارِ زندگی کے کمال پاتے چلاں تیرا
جہاں کا فرضِ تدبیر ہے تو، ادا مثالِ ساز ہو جا
نہ ہو قناعت شعارِ چین اسی سے قائم ہے شانِ تیری
وہ نیکل ہے اگرچہ سن میں تو اور دامنِ دراز ہو جا
کئے وہ ایام اب زمانہ نہیں ہے محض افروز دیوں کا
جہاں میں مانند شمعِ سوزاں میں جس گلزار ہو جا
وجودِ ہندو کا مجازی ہے، ہستی قوم ہے حقیقی
فدا ہو وقت پر یعنی آتشِ بھسّم مجاز ہو جا
یہ ہند کے فرستہ سازِ آسمان آندی کر رہے ہیں گویا
بچا کے دامنِ بھوتوں کے اپنا خلیفہ راہِ حجاز ہو جا



فراق

تلاشِ گمشدہ عزت میں محسوس رہا ہوں میں
 یہاں پہاڑ کے دامن میں آنکھیں چوں نہیں
 شکستہ گیت میں چشموں کے دلبری ہے کمال
 دھاتے طغلب گشتِ رازِ ماکِ مثال
 ہے تختِ معشوق پر جدِ سحرِ خستہ شام
 بہشتِ دیدہ بہشتِ حسنِ منظرِ شام
 سکوتِ شامِ جدائی چو بہانہ مجھے
 کسی کی یاد نے بکھلا دیا ترانہ مجھے
 کیفیت ہے مری جانِ شکیبائی
 مری مثال ہے طغلبِ صغیرِ تنہائی
 ایسے ہی رات میں کرتا ہے وہ سُر و آواز
 صدا کو اپنی سمجھتا ہے غم کی آواز
 یونہی میں دل کو پیامِ شکیبائی پہنچا
 شبِ فراق کو گویا فریبِ تیا پہنچا

عبدالقادر کے نام

آنکھ نہ کھلتی تھی پدا آنکھ نہ کھلتی
 ایک منہ پدا ہے منہ پدا اپنی بٹ
 اہل عقل کو کس میں ہر عقل مشق
 جلد وہ منہ گم گشتہ دکھا کر ان کو
 اس چمن کو سبق آئینہ نوکائی
 رخت جان بت کدہ پس سے اٹھا لیا
 دیکھو شیریں چرخ امانت پسلی بیکار
 باد و دھیر نہ ہو اور گرم ہو ایک گلدان
 گرم کہتا تھا ہمیں سوزی غرب میں داغ
 شمع کی طرح حسین ختم کو کس نام میں
 بزم میں شمع نہ تھی سے اُج کلا کر
 اسی ہنگامے میں عقل تہ و بالا کر
 شبِ امرو کو آجیت منہ کر
 تپش آواز ترا زخوین زلف کر
 قطعہ شبنم بے پایہ کو دریا کر
 کبھی موج شمع ہی سنیل کر
 قیس کو آرزو سے تو سے شناسا کر
 جگر شیش پیا نہ ہو سنا کر
 چیر کر سنا سے قفس تھک کر
 جو بدین دیو غیب کو بنا کر

تیر چہرہ دل گندہ و قفس نہ بان اوشع
 جہنمیت خیمہ کے زندان اوشع

حصہ (جزیرہ سیلی)

روئے باب لکھول کر لئے یو ٹیوٹا بیا
وہ نظر آتا ہے سنیپ جہازی کا جزا
تھاپیاں بنگاراں چرخ شینوں کا کبھی
بحر بازی گاوتھا جن کے سفینوں کا کبھی
زلزلے جن کے شمشاہوں کے درباروں میں تھے
بھیس کھینچتے تھے جن کی تلواریں میں تھے
اک جہان تازہ کا پینام تھا جن کا تلاء
کمانی حصر کرن کو جن کی تیغ تھامبو
مزدہ عالم زندہ جن کی شمشیر تھامبو
آوی آراؤ زنجیر تو ہم سے بھرا

خسندیں جس کے لذت گیر اب کئے شج

کیا وہ بکیرا بیٹے کے لیے غاموش ہو؟

آہ اسی سیلی اسنہ کی ہے تجھے آبرو
دھن کی طرح اس پانی کے صحر میں ہے
نیرتجیہ خال کے بخار دیا کو رہے
تیر جی شموں کے سنی بھر گیا کو رہے
چوٹ بک چم سفر پر ترخانہ دام
سوج قصبات کے سہل کی چٹانچ دام

تو کبھی نسو قلم کی تہذیب کا گہوارہ تھا
خبریں عالم سوز جس کا آتش نفاذ رہتا

ہمارے شہر اڑکھیل چھوٹا ہوا پر
واقعہ رویا ٹھون کے آئینہ جہاں آلود پر
اسکے نئے دھڑکتے ناٹھ جب برباد کی
ابن بدھوں کے دل ناٹھ دھڑکتے یاد کی
غلم نصیب آفتاب کی برباد کیا ماتم ترا
چمن دیا تم نے نئے دل کہ تھا محم ترا

ہے تھے نگار میں ہر شے کس کی اسکا
تیسے حسرت کی خموشی میں سہرا انداز بیلاں
وہ اپنا مجھے کہنے میں بھی سہرا پادہ چلاں
جس کی تو منزل تسامیں نکلا دس کی گود چلاں
رنگ تصویر کیرٹھن میں بھر کے لکھانے مجھے
قصہ دیا ہم سلف کا کہ کے تھپانے مجھے

ہیں ترا شغف سے تہہ سہاں بے جا ملک
خود یہاں دتا ہوں اور کھ وہاں زلہ افس کا



غزلیات



زندگی انسان کی الہ دم کے سوا کچھ بھی نہیں
گل تبسم لہ بہت زندگانی کو مگر
دامِ ہستی دراز ہے جب تک کوئی محرم نہ ہو
کھل گیا جس دم تو محرم کے سوا کچھ بھی نہیں
نہ انجان کیسے تہل یہ پچھے کوئی
کی محرم کا تخت نہ فرم کے سوا کچھ بھی نہیں



انہی سب غیبی کے کو ذرا سی دیا کی سکھاتے
حیات کا نہ بھوکا تو بے سبب اٹل نمشتے
اسے پوچھو بے بنیاد ہی مجھے سر پر ہر سیرک
شابل شمع مزل ہے تو تری گئی نہیں نہ سیرک

یسا کہان ہم نفس ستیز دینا آٹھ لے لیا
وہ چیز تو مانتا ہے مجھے کہ زیر پرچہ کہن نہیں ہے
نزا دل سے جس کے اس طرح سہانے بنایا
بنا پہلے صداقت کی آٹھ دھن نہیں ہے
کہا کہ آٹھ کھان کا جانا غریب ہے اختیار حق
نواہشتے میں سہار کی کسیرا دھن نہیں ہے

خیز غزن کے کوئی تباہی کے یہ پیام کہہ
جو کا کہ لڑ ہی قری میں نہیں باقی سخن نہیں ہے



نما نہ دیکھے گا جب مرے دل سے مشائے کا گنگد کا
مری غموشی نہیں ہے کو یا مزار ہے غم و آرزو کا
جو موج دریا لگی یہ کہنے سفر سے تم ہے شان میری
گنریہ بولا صدقہ شین ہے مجھ کو سامان آبرو کا
نہ چاہیے ہی جن کی تباہی، تہ تربیت کے نہیں خیرت
چو انا سرسبزہ کے پانی میں عکس سر کوں آبرو کا
کوئی دل ایسا غم نہ آیا نہ جس میں خواب نہ ہوتا
الٹی تیرا جہان کیا ہے، نکاح نہ ہے آرزو کا

کھلا یہ مرکز کہ زندگی اپنی تھی طلسمِ ہوس سراپا
جسے جھٹتے تھے جسمِ خالی شبِ رستا کوئے آرزو کا
اگر کوئی شے نہیں ہے پہنوں تو کیوں سراپا ہاشم میں
بلکہ کوئی نظر ہے کی تنہا ہے، دل کو سوا ہے شبِ تہ کا
چمن میں گلچیں سے غنچہ کھتا تھا اتنا بیداریوں ہے لڑا
تری نگاہوں میں تھے چشمِ شہد ہمارے سب کا
ریاضِ ہستی کے فتنے فتنے سے ہے محبت کا جلو پیدا
حقیقتِ گل کو تو جو ہے تو یہ بھی سبیاں ہے رنگِ بو کا
تمام مضمون مرے پرانے، کلامِ میرا خطا سراپا
ہنر کوئی کیفیت ہے مجھ میں تو میرے میرے عیب کا
پس شرطِ ادب ہے ورنہ کرمِ ترا ہے ستم سے بڑھ کر
ذرا سا اکِ دل دیا ہے وہ بھی فریبِ خود ہے آرزو کا
کمالِ وحدتِ حیاں ہے ایسا کہ نوکِ فتر سے توجہ چھوڑ
یتیں ہے مجھ کو گھرے رگِ گل سے قطرہِ انسان کے لہو کا

کیا ہے تعذیب کا زمانہ جب زرخیز سفر اٹھائے
ہوئی حقیقت ہی جب نمایاں نہ کس کو یاد آئے گشتِ گدگاہ
جہ گھر کے اقبال دور نہیں میں تو ہوں نہ عزیز میرے
مثال کہ ہر وطن کی فرقت کمال ہے یہی آبرو کا



چمکتی تیری مجلسِ بلی میں کس نہیں ملے میں	جسکے تھے یہ پانچ میں شادی میں تھے میں
بنے ہی آسمان میں عینوں میں ہی پستی	وہاں ہر میں غمت کی تیری کنکے میں
شریت کیوں نہیں گریہ ہوا تو تکلم کی	چھپاتا ہوں اپنے دل کا ملکِ تنہا میں
ہر ہے بیدار انسان میں گہری نیند سنا	شجر میں پہلے میں جوں میں شجر میں تنہا میں
مجھے چھوٹا ہے سوزِ قطرہ اشکِ مجھ کے	غضب کی آگ تھی پانی کے چھوٹے ٹکڑے میں
نہیں نہیں شبِ آخرت کی آرزو مجھ کو	وہ نہ اکثر میں نے نفع دیکھا ہے خدے میں
سکونِ آتشِ نہ ہوائے سارا میں ہے	تھکے ہیں دل کی یاد بچکے آئینے میں ہے

صدائے تنہائی تجھے اے اقبال میں چپ چپ
تو شخص کی مثال ہے ہر وقت کے لئے میں



ہوں تو لے بزم جہاں بولکش تھے بگڑے
اک ذرا افسر کی تیجے تہاش توں میں تھی
پالنی آسعدی کوئے محبت میں وہ خال
مذہقوں آوازِ جہمت کے صلوں میں تھی
کس قہارے مے تھے رسمِ حجاب کی پسند
پردہ انگور سے نکلی تو سیناؤں میں تھی
حسن کی تاثیر پر غائب نہ آسکتا سم
آسی نادانی جہاں کھلے لاناؤں میں تھی
میں نے اے نقابِ لب میں اٹھے سو عجیب
بستہ ہنستاں کے مایہاؤں میں تھی



مثال پر توڑے عذوب جام کھتے تھے
یہی نہ ازواجِ ہشام کھتے تھے
خصومت نسیم کو اس میں اے حکیم جی
شجرِ حشر بھی غلام کرتے تھے
نیا جہاں کوئی اے شمعِ ہوشیہ کیساں
ستم کشن پیش نام کھتے تھے
بہل ہے ہم نقشہ اس چمن میں خاموشی
کر چہ شہناؤں کو پابند نام کھتے تھے
غرض نشاء ہے تل شراب سے جن کی
عدل چیز کو یا سہ ام کھتے تھے
بہا نجی کی ترسی ہم کیا کر لے غنڈا
کر ہم تو رسمِ محبت کو عام کرتے تھے

الہی سے پرینج تھرپوش میں کیا کہ اک نظر سے جانوں کو رام کرتے ہیں
میں ان کی مخلص شریکے کانپ جاتا ہوں جو گھر کو ہینڈل کے دنیا میں نام کرتے ہیں
ہرے ہو وطن مازنی کے سید انوار جہاز پر سے تصنیع ہم سلام کرتے ہیں
جو بے غماز کسی پڑتے نہیں سزا اقبال
جلا کے دیر سے مجھ کو امام کرتے ہیں



ماسح ۱۹۰۷ء

زمانہ آیا ہے بے حجابی کا، حام دیدار یار ہو گا
سکوت ستارہ دار جس کا، وہ راز اب آشکار ہو گا
گزر گیا اب وہ دور ساقی کو چھپکے پیتے تھے پیے وہ
بنے کا سارا جہان سینہ، چر کوئی بان خوار ہو گا
کبھی جو آوارہ بھنوں تھے وہ بستیوں میں پھر آسیں گے
برہنہ پائی وہی رہے گی، مگر نیاحند رزار ہو گا

سُنا دیا کہ مشن متفرکہ جب از کی غاشی نے آخر
جو عہدِ حسرتیوں سے باہر نکلتا تھا، پھر استوار ہو گیا
نکل کے صحرائے جس نے وہاں سلطنت کو اُٹھ دیا تھا
مٹا ہے یہ محوِ سیسہ کی نہیں نے وہ شیرِ پھر ہر شیار ہو گیا
کیا مرا تذکرہ جو باقی نے باہرِ خواروں کی غلبہ میں
تو میرِ حسین نے سن کے کہنے لگا کہ منہ پھٹ پئے خوار ہو گیا
دیارِ سفر کے رہنے والو! خدا کی بستی وہاں نہیں ہے
کھرا جے تم سمجھ رہے ہو وہ اب زہرِ کم عید ہو گیا
تمہاری تہذیب اپنے پنجبر سے آپ بھی خوش گئے کی
جس شاخِ نازک پر آشیانہ بنے گا، ناپا پتلا ہو گیا
سینے پر گل بنائے گا قاتلِ مُردہ ناتواں کا
ہزار سوجوں کی چوٹ کششِ مگر یہ دریا سے پار ہو گیا
چمن میں لالہ دکھانا پھرتا ہے داغِ اپن کھلی کھلی کہ
یہ جانتا ہے کہ اس دکھاوے سے تل جہوں میں شمار ہو گیا

جو ایک تھکے نگاہ ٹوٹنے ہزار کر کے ہمیں دکھایا
یہی اگر کیفیت ہے پیری تو پھر کسے عتبہ ہوگا
کہا جو قمری سے میں نے الٹنی میل کے آزاد پانگل میں
تو غنچے کھسنے لگے ہمارے حسن کا یہ راز دار ہوگا
خدا کے عاشق تو ہیں ہزاروں نبیوں میں پھرتے ہیں بے ہوش
میں اس کا بند بونوں کا جس کو خطا کے بندوں سے پیدا ہوگا
یہ رسم بزمِ قلہ ہے دل ایک دھچکے جی نہیں رہی
بہ لکھا کیا آبرو ہمدردی جو تو یہاں بے قرار ہوگا
میں غفلتِ شب میں کے نکٹوں کا اپنے ماند کاڑھوں کو
شرِ فشاں چوکی آویسری نفسِ عاشقِ بد ہوگا
نہیں ہے خیبر از نو کہ کچھ ہیں جو دعا تیری ندکی کا
تو ان نفس میں جہاں سے ہٹنا تھے مثالِ شر ہوگا
نہ تو چہ تہال کا ٹھکانا ابھی وہی کیفیت ہے نفس کی
کسیں ہو گزاردنیش ستم کشن تہلہ ہوگا

خدمت

(۱۹۰۸ء سے)

لا

(۲) سوزم و دل ز غم و دردم آید - دوش و دوشم پر آید و در آید
 پیکر مرا در غم و دوشم آید - دوشم و دوشم پر آید
 دوشم و دوشم پر آید - دوشم و دوشم پر آید
 دوشم و دوشم پر آید - دوشم و دوشم پر آید
 دوشم و دوشم پر آید - دوشم و دوشم پر آید

(۳) جز دشت و دشت و دشت و دشت - دشت و دشت و دشت و دشت
 دشت و دشت و دشت و دشت - دشت و دشت و دشت و دشت
 دشت و دشت و دشت و دشت - دشت و دشت و دشت و دشت
 دشت و دشت و دشت و دشت - دشت و دشت و دشت و دشت
 دشت و دشت و دشت و دشت - دشت و دشت و دشت و دشت

(۴) دشت و دشت و دشت و دشت - دشت و دشت و دشت و دشت
 دشت و دشت و دشت و دشت - دشت و دشت و دشت و دشت
 دشت و دشت و دشت و دشت - دشت و دشت و دشت و دشت
 دشت و دشت و دشت و دشت - دشت و دشت و دشت و دشت
 دشت و دشت و دشت و دشت - دشت و دشت و دشت و دشت

بلادِ اسلامیہ

سُز میں آئی کی سحر و دل غم دید ہے قوتِ نکتے میں نہ اسلاف کا خوابید ہے
پاک ہر لبڑے غمستان کی نہ کوئی کمریہ غامتِ چغتِ اسلام ہے یہ سہریں
سوئے ہیں اس خالِ غیرِ سیلابِ لام کے تابعدا تقدیمِ عالم کا راجہ جن کی حکمت پر مدار

دل کو تڑپاتی ہے بات کما کر محض کی لڑ
جل چکا میل گر محفوظ ہے حاصل کی لڑ

چے نیات کا ہو سگم جب ان کی باہمی ہر کھست کا مدد حق اور ہے بند باہمی
یہ چرچ ہے کہ تاجِ جس کے لیے مانیٹ لا لہجہ را جے کہتے ہیں تہذیبِ بڑ
خالِ کس سب کی کوئی نہ نہ ہندو شرام جس کو کیے جانشینانِ پیہر کے قدم

جس کٹھنچے تھے چرچ مانیٹ وکٹشن ہے یہی

کونیا تھا جن سے مانیٹ کا مرن ہے یہی

چہ زمینِ عرب بھی یہ مسلم کا نور
نعلتِ مغرب میں روشن تھی مثلِ شمسِ طہ
نجم کے بزمِ قہرِ بیادِ پریشاں اگر تھی
اور دیا تہذیبِ مہر کا منہ زراں اگر تھی

مہرِ ہندوستان کیلئے زمینِ پاک ہے

جس سے کمالِ طہنِ پرپل کی گونگ ہے

خطۂ قسطنطنیہ میں قیصر کو دیا
مہدی اُمت کی نعلت کا نشان باندھا

صوبہ خالصِ مسلم یہ زمین بھی پاک ہے
استانِ سندھ کے شہرِ لاکھ ہے

نکتہٴ گل کی طرح پاکیزہ ہے اس کی ہوا
ثربِ دیوبند کا شہر ہے آفتِ بھگوا

اے سلطانِ اُمتِ اسلام کا دل ہے شیر

سیدہ میں ہیں گشتِ خون کا محل ہے شیر

وزیر ہے شہرِ گمانے اب گئے قسطنطنیہ
وید ہے کعبے کو تیری گنج اکبر سوا

خاتمِ ہستی میں شمعِ تاباں ہے چاندِ نکھیں
اپنی غفلت کی ملامت کا ہستی تیری زمیں

تجدد میں راحتِ شمسِ شمسِ شمس کو ملی
جس کے ہن میں ماںِ اقبالِ عالم کو ملی

نامِ بوا جس کے شاہِ ہند عالم کے ہوتے
بانشینِ قیصر کے ہاں سندھیم کے ہوتے

چہ اگر قسطنطنیہ اسلامِ پابندِ مقام
چند ہی بنیادیں اس کی بنیادیں ہے ختم

آہ شربِ بویں جسم کا شوناہ ہے تو نقدِ جان و بے تاشکی شاموں کا ہے تو
جب تک باقی ہے تو دنیا میں باقی ہیں ہمیں
صبح ہے تو اس میں ہیں کچھ شبنم ہیں

ستارہ

قر کا خوف کہ ہے خط و بحثِ حجب کو مالِ حسن کی کیا دل لگی ہو حجب کو
مبارک نور کے کُن جانے کا ہے ڈھنگ کو ہے کیا ہر حسنِ فنا و رستِ شر حجب کو
زمین سے نور یا آسمان نے طر حجب کو مثالِ ماہِ اُصالی قبائے زر حجب کو

نفس ہے پھر ترنِ نفس ہی جانِ ثقی ہے

تمامِ است تری کانپتے گزرتی ہے

چمکنے والے سامنے بربستی ہے جو بوج ایک کانپنے سے کی پستی ہے
اس ہے لاکھوں ستاروں کی اکِ لہرتی ہے قتلی سینے سے نکلنے کی کستی ہے
"دنِ غمِ پریں ہے اور آخرِ شبِ گل" مددِ دم ہے کہ آئینہ ہر پستی ہے
کون سا حال ہے تجھ سے کہ غافل نہیں ثبت ایک تغیر کو ہے نہ ملنے میں

دوستارے

آتے جو قراں میں دوستارے کہنے لگا ایک وہ سے
یہ چہل قدمی تو کیا خوب انجام نہ ام جو تو کیا خوب
تھوڑا سا جہیز بیاں نکلا ہے
ہم دونوں کی ایک ہی چمک ہے
لیکن یہ چہل کی تہ پیغام مندراق تمس لپا
گر دشتاؤں کا ہے متدر ہر ایک کی راہ ہے تہ
ہے خواب شہادتِ اشنائی
آئینِ جہان کا ہے جہانی

گورستانِ شاہی

آسمانِ بادل کا پختہ درخت ہے کچھ مقررہ جاہ کا آئینہ ہے
چاندنی پسکی ہے اس نفاذِ خاموشی میں خلیجِ صلیق ہو ہیں کلاں کی آغوش میں

کرتقہ اشجار کی حیرت افزا ہے غاشی برہم شدت کی جیسی ہی نوا ہے غاشی

باطن پر فزونی عالم سر پا در ہے

اوج شوشی لبتن پر آئینہ ہے

آباد جلال کا جو عالم گیر معنی و حصار روشن ہے اپنے انشائے یکدہ جویں کا با

زندگی سے تباہی سوا بے نمان ہے نیم شوشی اس کے ہنگام کا کرستان ہے

پنے شکار گنہ گن کی خال کا دلدادہ ہے

کوہ کے سر پٹیل پہاڑی تار ہے

ابر کے نمونے سے دہلائے جام آسمان ہر عالم کے خمیہ سبز غار آسمان

خال بازمی مست نیا کافے ظن ہے آسمان کا ہمیں انس کی ہے زبر آ

چاندل سے سیاق و سوز سے نازل حارہ آسمان کے نعت بہر کا تماش کھتا

کہ کدو کن نہیں عالم میں نعت کے لیے فاتح خانی کو شیشی لہجے مہر کے لیے

گنت آپ ندکی سے گل بداس ہے نہیں

یکدہ شکیشتہ تمذیب کا مرقع ہے نہیں

غائب شاہوں کی ہے یہ منزل حیرت افزا دیدہ و عبرت نازک اشکِ قلموں کر ادا

ہے تو کہستان مریخاں کو فوں لپی ہے اور بالگیشہ قمت قوم کا سٹریچ ہے
مقبروں کی شانِ حیاتِ آفریں ہے ہر قدر جنبشِ شگاہ سے چشمِ تماش کو نہ
کیفیتِ ایس غمگامی کی ہر تصویر میں
جہازِ سکتی نہیں آسیدہ تھکتی نہیں

سختی میں غمگوشن آبادی کچھ گھاس ہے ڈھل مغربِ کتنی تھی جہنمِ آرزوئے ماسپر
قبر کی خلوت میں ہے ان قمت ہوں کی پک جن کو دلاؤ چہ دہتا عجب گیس شہرِ خاک
کیا یہی ہے ان شہنشاہوں کی خلعتِ کمال جن کی تدبیرِ جہاں بانی حکمرانِ تازہ ال
وہ فتنہ بھی دنیا میں کدشِ رقصی فل نہیں سکتی خیمہ موت کی ریش کیسی
بدشاہوں کی کجیشتِ مرگ و ماسل ہے کو
بدِ عنف کی گویا آخری منزل ہے کو

شہرِ شیں خیمِ بکریا نمودار تھے کیا وہ دن ابنِ جہاں کا نالہ شہرِ بکریا
حسِ پیکار میں پہنکا شہرِ بکریا غمِ گدگدائے وہ فتنہ شہرِ بکریا
اب کوئی آمد نہ تھی کو جاسکتی نہیں
سینہ سہریاں میں جانِ فتنہ آسکتی نہیں

روحِ ہشتِ نکاحِ نیکِ شریعت ہے
کچھ گھونٹے نہ جوں مہِ نغمہِ سن ہے
زندگی انسان کی ہے مانتِ پرچِ خوشنوا
شاخِ پریشاں کوئی دم چھپایا نہ گیا
اگر کیا آئے یہاں ہر میں ہم کیا گئے
زندگی کی شاخ سے پھٹے ٹھیکے نہ جگائے
موت ہر شاہِ دولت کے خواب کی تہ ہے

اس تم کو کاستم انصاف کی تصویر ہے

سندِ ہستی کا ہے اکھنڈ پیکار
اور اس مٹائے بے پایاں کی جو ہیں میں
اے حسنِ ثمن کو ہے زندگی بے اعتبار
یہ شراے کا بستمِ نیرِ سببِ تشریف
پانہِ بصورتِ گہری کا الِ اعجاز ہے
پہنے سیاہیِ قبہِ محسنِ اماند ہے
چرخِ بے غم کی ہشتِ نکاحِ ہستی میں
بیکسی کس کی کوئی دیکھنے راہِ تہِ بھر

اگر فرسا ہوا ہو گا گلوں کے جوتے بے تہ

آخری آنسو ٹپک جانے میں جو ہیں کی فنا

زندگی تو اُم کی ہی ہے یونہی بے اعتبار
دکھائے فحشت کی تصویرِ جان کی بسا
اس مٹا جانے میں کوئی وقتِ گزروں تھا
نہ نہیں کستی ابدِ کب بارہوشِ روزگار
اس قدر تو میں کی برابری ہے جو گھر جہاں
دیکھتا ہے ہستنائی ہے بے غمِ جہاں

ایک صدمت پر نہیں ہوتا کس شے کو قرار
ذوقِ جدت کے ہے ترکیبِ پانچ روزگار

ہے نکلین ہر کی زینت ہمیشہ نام نہا

مادریستی رچی ابستہ اقوام نو

ہے ہزاروں قلمند کے ہشتاد بیگز
چشم کو دھڑلے دیکھے ہیں کتنے تاجور

مضرِ باطل شے گئے باقی نشان تک نہیں
فہرستی میں ان کی استن تک بھی نہیں

آدیا ہر ایراجِ حبس کی شام نے
حلفتِ نمان دھانوش کی ایام نے

آہِ سلم بھی نمانے سے بونہی رخصت ہے

استعلا کی آقاوی شاہِ بابا گیا

ہے گُلِ گلِ صبح کے اشکوں کی لٹنی
کوئی نوج کی لکڑی شبنم میں سے ابھی ہوئی

سینہ ہر پاشا کوں کئے گوار ہے
کب قدر پیارا لب بوم کو اظہار ہے

محورِ زینت ہے منورِ جوبار آئینہ ہے
غنیہ گل کے لیے ہوا آئینہ ہے

نعرِ وزنِ چرخ کے گولِ باغ کے کاشانی ہے
چشمِ انساں کی سناسن چوٹ کھلات غازی ہے

اوجھل مطلبِ رگدیں نوائے غمستاں
جس کے کم سے کم ہے گویا جوئے غمستاں

عشق کے ہر گھم کے لائق ہوئی تصویر ہے
نمائندہ قدرت کی کیس شوخِ تحسیر ہے

باغ میں خاموش جیسے گھٹنوں کے ہیں واہی کسار میں جس کے شبیں واہی کے ہیں
زندگی سے یہ پڑنا خاک میں سمور ہے موت میں بھی زندگانی کی تڑپ تو رہے
چشیاں سہلوں کی گرتی فوجوں میں اس طرح دستِ مصلحت سے بکھر گئے جس طرح

ہر شے آباد میں گھیش بے گمان ہے

ایک دم میں غمِ ہمت ہے تیرا ہے

دل چاہے یا جہدِ فرستے سے خالی نہیں اپنے شہر کی یاد تیرے بھولنے والی نہیں
اشکِ باری کے بنانے ہیں سچے بامِ در گریہ پیسے سے بنایا ہے ہمارا چشم
دھڑکتے ہیں موتی دیدہ گریاں کے ہم آخری بلبل میرا لگتے ہوئے طوفان کے ہم
ہیں ابھی صدمہ ہائے اس کی خاموشی میں برق ابھی باقی ہے اس شخصیتِ خاموشی میں
واہی گلِ خاک سے لڑکھانا سکتا ہے خواب کے تیرے ہتھوں کو جگا سکتا ہے

چونچکا تو قوم کی شانِ جدلی کا نمونہ

ہے مگر باقی ابھی شانِ جدلی کا نمونہ



نمودِ صبح

جو رہی ہے یہ امانِ عشق کے آگے
پانچا فرصت دروِ فصلِ خیم ہے پر
آسمان نے آہِ غمِ شید کی پاؤں خبر
شعلہِ غمِ شید کو یا صبا کس کیستی چکا
صبح یعنی غمت، رہشیرِ زلیل و نہا
کشتِ خاورِ میخ اسے فنا ہے سینہ کا
مصلِ پوزِ شب باندِ حاسدِ رہشیرِ غدا
بوتے تھے ہر جان کوں نہجِ تاؤں کے شرار
جیسے چھپے جانے کوئی عابدِ شبِ نہا
کیسے پتا ہو بیان کی غفلت کے تیغِ آہ
جیسے غفلت کا دنیا میں رنجِ شہ
شیرِ شرِ ناقوسِ آوازِ اذان سے ہر گدا
چہ تو امانِ باغِ خست لانا گیندِ صبح

جگے کو مل کی اذان سکھاتا رنجِ سنگ
چہ ترنمِ ریزتِ نوں حسہ کا تارِ با



تضمین بر شعر انہی شاملو

ہمیشہ صدمت بادِ سحر آوارہ رہتا ہوں محبت میں کج منزل کے بھی شتر جاوہر پائی
دل بیتاب جا پہنچا دیارِ پیسہ خبر میں میرے جہلِ مان و رہنما شکیبائی
ابنِ اشتنائے لبِ تمنا صرف آرزو میرا زباں ہونے کو تھی منت پذیر تابِ گنجائی
یہ رفتہ صدا آئی جسم کے پئے المومنی شکایت تجھے ہے اتنے کربِ آئینِ آبائی
ترا تھیں کیونکر ہو گیا سو زور و شندا کہیل میں تو ہیں اب تک ہی اندازِ میلانی
نہ خشمِ لا الہ تیری زمین شور سے چھوٹا زلزلے بھر میں سولہ تھی خلعت کی نازائی
تجھے معلوم ہے غافلِ کہ تیری ندی کیا ہے گزشتہ سارے موسمِ نورِ اہلئے کھیلانی
ہوئی ہے تربیتِ انجمن بیت اللہ میں تیری دل شویڈ ہے لیکن حسنِ خانے کا سوائی

تو فناِ غمِ خستی ازما بکار و گیراں کوئی
رہو دی کوہرے ازما نشا و گیراں کوئی



فلسفہ غم

(میاں فضل حسین صاحب بیر شرایٹ لارڈ لائپز کے نام)

گہرا کینہِ شرت ہے شرابِ زندگی شک بھی کتے ہیں میں صاحبِ زندگی
مرج غم پر قصہ کہتے جابِ زندگی ہے الم کا سہو بھی مجھ کو تائبِ زندگی
ایک بھی شے اگر کم ہے تو وہ گلِ نہیں
جو خزانِ نادیدہ ہو میل و مہلِ نہیں

ارتوئے خون سے نکلیں یہ دل کی ہستیاں فقرِ انسانیت کا مل نہیں غیبِ انہماں
ویدہِ دنیا میں مانعِ غم چراغِ سیمین ہے روح کو سامانِ نیست آہ کا آئینہ ہے
مادہاتِ غم سے ہے انسان کی فطرت کا خازن ہے آئینہ دل کے لیے گروہِ دل
غمِ جوانی کو جگا دیتا ہے طغیٰ خواب کے سازِ حیدر ہوتا ہے اسی مضراب کے
طائرِ دل کے لیے غمِ شہرِ پرواز ہے راز ہے انسان کا دل غم کا مشافِ انہماں
غم نہیں غمِ نزع کا الٰہِ فقرِ خفاہِ شمس
جس کو در پہلو ہستی سے ہم آہم شمس

شام جس کی آشنائے ناز و یارب نہیں
جلو پر جس کی شب میں اشک لگائے نہیں
جس کا جام دل شکستہ ہے آشنائے
جس سے شہرِ عشق میں شربت ہے
ہاتھ جس کی پیس کا ہے محفوظ نہ گنارے
عشق جس کی ہے جگر کے آزارے
گھٹنِ محنت پر چپاؤں نہ دیکھے
زندگی کا راز اس کی آنکھ سے شہ ہے

اے کونستہم کہ اور اک ہے حاصل تجھے
کیونکہ اس طرح غمِ اندوہ کی منزل تجھے

چاہے کہ نہ ہو دیر کی تیرے عشق
عقلِ انسانی ہے غالی زنجیرِ حب و عشق
عشق کے نہرِ شکیں شامِ جن شربت ہے
عشق ہونہ زندگی ہے تا بہ پائند ہے
رخصتِ مسبب کا تھمت نہ ہوتا کر
بہشتِ الفت بھی لاشق سے کر جاتا سفر
عشق کی پر سب کے مرنے سحر جاتا نہیں
رو میں غم بن کے ہندے مگر جاتا نہیں
چاہے عشق ہے پیدا بنا محبوب کی

زندگانی ہے ہم آشنائے محبوب کی

اگلے تھے جی حسین کو مے گاتی چوٹی
آسمان کے کناروں کو غمت کی بھلائی چوٹی
آئینہ روشن کی صورتِ خدا چوٹی
گھر کے وہی کی چٹائی پر چھو جاتا ہے چوٹی

نہر تو ہی خشک ہو کر پیسے پہنچے
یہی سہل فاقے پانی کے تارے بن گئے
نبی صیانت میں پٹ کر پٹ کر چل گئی
مضطرب بندوں کی اک دنیا نمایاں ہو گئی
ہوڑا قلعوں کو لیکن ہوس کی تسلی سے
دھکم پھیر ہی مجھ میں تارے ہیں
ایک اہت میں غم سے ڈانٹ لگی
گر کے رشتے سے چہم نوحہ اس میں گئی

پستی عالم میں ملنے کو جدا کرتے ہیں ہم
عارضی فوج کو دائم جان کر دیتے ہیں ہم

مرنے والے مرنے ہیں لیکن فنا ہوتے نہیں
حقیقت میں کہی ہم عجب اچھے نہیں
عقل حبس میں ہر کی سماعت میں مصروف
یا جانی کی اندھیری ات میں ستور
وہن لگ گیا ہر روز کا عجیب شر
راؤ کی ٹھٹھکی سے چھل سونے سنل فر
خضر ہر پہ چوکیا چاروں کو لے کر لیر
فکر عجب بجز ہر پوچھا روشن اور ضمیر
واہی پستی میں کی ہے مست تک نبی ہو
جادو کھلانے کو جتنے کاشر و ملک بھی ہو

مرنے والوں کی جہیز میں ہر غلطی میں
جس طرح تارے چمکتے ہیں میری اتیں



پُھول کا تحفہ عطا ہونے پر

دستِ نازِ جشن میں جاگتی ہے کھلی کھلی زبان سے وہ نکلتی ہے

”اٹھی پُھولوں میں، انتخاب مجھ کو کرے

کھلی سے شکبیل آفتاب مجھ کو کرے“

تجھے ہشام سے توڑیں زنجیرِ نصیب ہے ترپتے رہ گئے گلزار میں رقیب ہے

اٹھائے صدِ وقتِ سہاگن تک پہنچا تیری حیات کا جو ہر سال کہنچا

مرا کمال کہ تصدیق میں جرتِ اہل نظر مجھے شباب کا گلشن کو ناز ہے جس کی

کبھی یہ پُھول ہم آغوشِ صبر نہ ہوا کس کے دامنِ رنگیں سے آشنا نہ ہوا

گفتہ کرنے سے کی بھی بد ہے

فہرست کرنے سے بھی بد ہے



ترانہ ملی

چین عرب ہمارا ہندوستان ہمارا	مسلم چین ہندوستان ہمارا
توحید کی مانند سینوں میں ہے ہمارے	اس کی نہیں مٹا نام نہاں ہمارا
دنیا کے بت کدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا	ہم اس کے پس باں میں وہ پاس ہمارا
تینوں کھلتے ہیں ہم مل کر جہاں ہے ہمیں	خنجر ہلال کا ہے قومی نشان ہمارا
مغرب کی آویں میں گونجی آواز ہمارے	تہمت نہ تھا کسی کے سبیل رواں ہمارا
باطل سے بننے والے اے آسمان نہیں ہم	نہو باد کر چکا ہے ٹوٹا ہمارا
اے گھب تارن اندلس وہ دن چرخ تاج کو	تھا تیری اسی طرح جب آشتیاں ہمارا
اے صبح جب نہ تو بھی پہچانتی ہے ہم کو	اب تک تجھے یاد دیا افسانہ غلام ہمارا
اے ارض پاک تیری حرمت پر کھٹکھٹ	ہے غلام ہی گلوں میں اب تک دامن ہمارا
سالار کارواں ہے یہ سیر حجاز اپنا	اس نام کے باقی آراجم ہمارا

اقبال کا ترانہ بانگ درا ہے گویا

جو تہ چاہے وہ پہا چاہے کلہاں ہمارا

وطنیت

(یعنی وطن بحیثیت ایک سیاسی تھوکے)

اس دور میں اور بچے عالم اور ہے جسم اور
ساتی نے سنا کی روشنی لطف ہستم اور
سلم نے بھی تمہیں کیا اپنا جسم اور
تمہیں کیے آڑنے ترشوائے جسم اور

اتنا زہن دافن میں شام ہے وطن ہے

جو میر میں اس کا بچہ منہ زب کا لفظ ہے

یہ ت کر تہاشیہ تمہیں فی ہے
غارت کر کاش تہوین نبوی ہے

باز تہا تو حید کی تو تہ کے قوی ہے
اسم تہا تو یسین تہو مصطفیٰ ہے

نظارہ دیرین زمانے کو دکھائے

اصطفیٰ خاکیں میں تہ کو دکھائے

ہر قیامت ہی تو تمہیں تہے تلخی
رہ جسم میں آزاد وطن حضور تہا

تہے ترک وطن سنت محبوب تہا
تہے تو بھی نہ تہ کی صداقت تہے کو تہا

گفتار سیاست میں وطن اور ہی کیجیے
ارشاد نبوت میں وطن اور ہی کیجیے

اقوام جہاں میں ہے قنات تو اسی کے تفسیر ہے مقصود تجارت تو اسی کے
خال ہے صداقت کے سیاست تو اسی کے کزور کا گھر سوتا ہے غارت تو اسی کے
اقوام میں منسوب حق خدا بخشی ہے اس کے
قوتِ اسلام کی بزرگ بخشی ہے اس کے

ایک بھی مینے کے راستے میں

قافلوں کو لایا صحرا میں اور منزل ہے دور اس بیابان میں ہجر خشک کا سہل ہے دور
ہم سفر میں ہے شکار بدشت نہ رہزن چلتے بچ گئے بڑھکے بے دل سوتے بیت اللہ چرکتے
انہی نگاہی نوجوان نے رخِ شمس سے جان ڈی سو گئے تھراپ میں پائی ہے اس نے ذمہ کی
خنجرِ رہزن اُسے گویا جالِ عید تھا نہتے شربِ دل میں لبِ پرنعروں تو حیات
خوف کستا ہے کہ شرب کی طرف تنہا چل شوق کستا ہے کہ شومسلم ہے بے باک چل
بے یاریت سوتے بیت اللہ پر جاؤں گا کیا عاشقوں کو وزیرِ محرم نہ دکھلاؤں گا کیا

خوف جان کتنا نہیں کچھ دشت پناہ جلد
ہجرت مدفن شرب میں یہی مخفی ہے اند
گوسلاست بھل شامی کی سچر ہی میں ہے
عشق کی لقت گز خطروں کی جانک ہی میرج
آہ عیت نیاں پندشیں کیا چلا ہے
اور تاثر آدمی کا کس قدر بے باک ہے

قطعہ

کل ایک شوریدہ خواب گونجی پدورو کے کدو ہاتھ
کو مصر و ہندوستان کے مسلم پائے وقت بنا ہے ہیں
یہ ذرا ارجح سریم مغرب ہزار ہا برس نہیں ہوا ہے
ہیں صبحہ ان سنے اسط کیا جو تجھ سے سنا اشنا ہے ہیں
غضب ہیں یہ نرشد ان خود ہیں خدا تری قوم کو بچائے
بگاڑ کر تیسے رسدوں کو یہ اپنی عزت بنا ہے ہیں
نئے کھاتہ بل کون ان کو یہ خیمن ہی بل گئی ہے
نئے زمانے میں آپ ہم کو پرانی باتیں سنا ہے ہیں

شکوہ

کیوں یاں کاربنوں سود فراموش ہیں نکو بخت وادہ کروں مجھ پر ہمیشہ
نارے بیل کے سنوں اور بدستیں گمشدہ ہیں ہم نوائیں بھی کئی نکل چکی غامض ہیں

خبر آئے زمری تب سخن ہے مجھ کو

شکوہ اللہ نے خاتم بدہن ہے مجھ کو

ہر جب شیوہ تسلیم میں شور مچ رہا قصہ وہ سننے میں کہ مجبور ہیں ہم

ساز غامض میں قریب سے سو رہا نالہ آتا ہے اگر لب پہ تو معذور ہیں ہم

اے خدا! شکوہ ارباب غامضی سن

خوار کے تہہ دریاں گھبرا بھی سن

تس تو مہجہ و ازل سے ہی اسے تسلیم پھول تھارے چپے چپے پریشاں تھی شمیم

شرط انصاف ہے صراطِ انبیا تسلیم مجھے نکل پھرتی طس طرح جو ہوتی تسلیم

ہم کو جسیتِ خالہ یہ پریشانی تھی

ورنہ انت تے محسوب کی دیوانی تھی

ہم نے پہلے تعجب تیرے جہاں کا نظر کہیں مسجود تھے تیرے کہیں مسجود شجر
غلام یک دوسرے تھی نفس کی نظر نہات پھر کوئی آن دیکھے نہ کوئی نکل

تجھ کو سدا ہم ہے لیتا تھا کوئی نام ترا

وقت بازوئے سلم نے کیا کام ترا

بس ہے تھے میںیں سلجوق بھی شہزادی بھی اہل چین چین میں ایران میں ساسانی بھی

اسی سدا میں آباد تھے یہ نانی بھی اسی دنیا میں یہودی بھی تھے نصرانی بھی

پر ترے نام پہ تلوار اُٹھائی کس نے

بات جاگزیں ہوئی تھی وہ بنائی کس نے

تھے ہیں ایکے سے کمر آراء میں خشکیوں میں کہیں بونے کہیں دریاؤں میں

ہیں زانیں کہیں بڑے کے کلیساؤں میں کہیں اُڑھتے تھے تپتے ہوئے صحراؤں میں

شانِ انکسوں میں چھتی تھی جاناؤں کی

کھڑے تھے ہم چادر میں اڑوں کی

ہم جیتے تھے تو جنگوں کی مصیبت کیلئے اور مرنے تھے تو نام کی عظمت کیلئے
تمہی کچھ تیغ زنی اپنی حکومت کیلئے سرکھن پھرتے تھے کیا ہر من لٹ کھلے؟

قوم اپنی جو زرو مال جہاں پر مرقی
بت فروش کے عوض بیت شکنی کیوں کرتی

مل نہ سکتے تھے اگر جنگ میں لڑ جاتے تھے پاؤں شیروں کے بھی میدان لگ کر جاتے تھے
تجھ سے کس شمع اکوئی تو بگڑ جاتے تھے تیغ کیا چینی ہم تو پسے لڑ جاتے تھے

نقش توحید کا ہر دل پہ بنایا ہم نے

زنجیر بھی سینہ میں نہایا ہم نے

تو ہی کہنے کے کہ اکھاڑا و خیر کس نے شہر قصیر کا جو تھا اس کا کیا سر کس نے
تو نے خندق خداوندوں کے پیکر کس نے کاٹ کر رکھ دیئے تھام کے لشکر کس نے
کس نے ٹھنڈا کیا آتش کدہ ایران کا؟

کس نے پھر زندہ کیا تذکرہ یزداں کو؟

کون سی قوم فتنہ تیری طلب گار ہوئی اور تیرے لیے زحمت کشیں بیکار ہوئی
کس کی شمشیر جہاں کیڑ جہاں ار ہوئی کس کی تکبیر سے دنیا تری بیدار ہوئی

کس کی صحبت صدم سے بڑے ہوتے تھے
منہ کے بل کر کے خواہندہ آندہ کیسے تھے

آگیا عین لڑائی میں اگر وقت نواز
ایک ہی صنف میں کھڑے ہوئے محمود و ایاز
قبلاً وہو کے نے میں پس بستی قوم حجاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نو

بندہ صاحب محتاج و غنی ایک ہوئے

تیری فکر میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

مصلحت کو کن مکاں میں حسد شام بھی ہے
کہ میں شمت میں لے کر ترا پیام بھی ہے
مے توحید کو لے کر صفتِ جام بھی ہے
اور صدم سے تجھ کو کہیں ناکام بھی ہے

دشت تو دشت ہیں یا بھی چھوٹے ہیں

بہر خطبات میں وڑا دیے گھوڑے ہیں

صفہ دھڑے ہلے کو بٹایا ہم نے
تیرے کبے کو جبینوں سے بٹایا ہم نے
نورِ انساں غلامی سے چھڑایا ہم نے
تیرے قرآن کو سینوں سے لگایا ہم نے

پھر بھی ہم سے یہ گلد ہے کہ وفادار نہیں

ہم غلامِ انہیں تو بھی تو دلا انہیں!

آہستہ آہستہ بھی ہیں ان میں سنہ بس بھی
عجز و نعل بھی ہیں سب سے پندار بھی ہیں
ان میں کل بھی ہیں غافل بھی ہیں شیدا بھی ہیں
سیکڑوں میں گرتے نام سے بیزار بھی ہیں
رستیں ہیں تیری خدایکے کاشانوں پر

برق لگتی ہے تو بیچارے مسلمانوں پر
بت صنم خانوں میں کہتے ہیں سلمان گئے
چہ خاشی ان کو کعبے کے نگہبان گئے
منزل پر سے اونٹوں کے صدی نکال گئے
اپنی بندوں میں جاتے ہوئے مت کر گئے
خندہ زن کفر ہے احساس تجھے کہ نہیں
اپنی توحید کا کچھ پس تجھے کہ نہیں

یہ حکایت نہیں ہیں ان کے خزانے سمور
نہیں نسل میں خیرات بھی گئے کاشانوں
قدر تو یہ ہے کہ کاشانہ کو طیس بخار قصور
ابو جہل کے سدا کو فقط و مدد عدا

ابہ و الطاف نہیں سمجھ پے عنایات نہیں
بات یہ کی ہے کہ پہلی سحر ارات نہیں

کیوں مسلمانوں میں ہے ولت دنیا بآب
تیرا حق تو ہے جس کی شہ ہے شمع اب
تو جو چاہے تو اٹھے سینہ صحرایہ جاب
دھڑ دھڑ سیل نہ رہے سحر اب

طعنِ اختیار پہ رسوائی ہے ناوارسی ہے
 کیا تے نام پہ منے کا عوض نوارسی ہے
 بنی خیار کی اب چاہنے والی دنیا روگئی اپنے لیے ایک خیال دنیا
 ہم تو رخصت ہوئے تھوڑے دنوں نے سنبھال دنیا پھر نہ کنا ہوئی تو حیرتِ دل دنیا
 ہم تو جیتے ہیں کہ زب میں نام ہے
 کہیں ممکن ہے کہ ساقی نہ ہے بنام ہے
 تیرا محفل بھی گئی چاہنے والے بھی گئے شب کی آہیں بھی نہیں صبح کے نالے بھی گئے
 دل تجھے دے بھی گئے پناہ صلا بھی گئے اکڑے بیٹھے بھی تھے اور نکالے بھی گئے
 اسے عشاق گئے وعدہ منہ لے کر
 اب انھیں ٹھونڈ چراغِ شمع زبا لے کر
 درویشی بھی رہی تیسرے کا پہلو بھی رہی نجد کے دشتِ جبل میں آج بھی رہی
 عشق کا دل بن بھی نہ سکا جاو بھی رہی اُختِ احمدِ مرسل بھی رہی تو بھی رہی
 پھر یہ آذر دہلی کی سیب کی سی
 اپنے شیداؤں پہ چشمِ غضب کیا سی

تجربہ کو چھوڑا کہ رسولِ عربی کو چھوڑا؟ بت گری پیش کیا بُت شکنی کو چھوڑا؟
عشق کو، عشق کی آشفہ سرخی چھوڑا؟ ہم سداش دایس قرنی کو چھوڑا؟

آہلِ تجریر کی سینوں میں بیٹھتے ہیں
زنگی مثلِ بلال حبشی نہ کتے ہیں

عشق کی خیر و پوسل سے ادب بھی نہ سی جاوے پیہ کی تسلیمِ ضربِ بھنی نہ سی
مضطربِ دل صفتِ قبضہ نہا بھی نہ سی اور پابند ہی آئینِ وفا بھی نہ سی

کبھی ہم نے کبھی غیروں سے شکلائی ہے
بت کہنے کی نہیں تُو بھی تو ہر حال ہے

سُرداں پہ کیا دین کہ کمالِ تو نے اک لاشے میں خچاروں کے لیے دل تو نے
آتشِ اندوز کیا عشق کا حاصل تو نے پنہنگ ہی گری بخدا محض تو نے

آج کہیں سینے ہلکے شہزادہ نہیں
ہم وہی سوختہ سلاں ہیں تجھے یاد نہیں؟

داغِ بید میں وہ شورِ سلاسل نہ رہا قیسِ دیوانہ نظارہ محسوس نہ رہا
حاصلِ دہرے پہ ہم نہ رہے دل نہ رہا گھر یہ عجیب ہے کہ تو روزِ محفل نہ رہا

لے کر آں دیکھ اکی بھڑا آئی

جے جب باز نوئے منسل باز آئی

بادہ کش غیر گلشن میں لپٹ بیٹھے سنتے چرب کلم نمونہ گو گو بیٹھے

دوہرہ گھمڑا گھڑا سے یکے بیٹھے تیرے دیوانے بھی ہیں منتظر تھو بیٹھے

اپنے پروانوں کو پھر ذوق خود افروزی دے

برق دیرینہ کو فرمان جگر روزی دے

قوم آورہ حناں تاج ہے پھر ٹوٹے حجاز لے اڑا بس بے پروا کو مذاق پر از

مضطرب باغ کے مرغنے میں سے نوتے نیا توڑا پھیر توڑے تشنہ بھڑا بھڑا

نغمے بیتاب چیں تاروں سے نکلنے کے لیے

طو بھڑا اسی آگ میں جلنے کے لیے

مشکدین نت سے غم کی آس کرے منہ بے یار کو ہمدشیں سلماں کرے

جنس نایاب محبت کو پھر انہاں کرے ہند کے دیریشینوں کو مسماں کرے

بجائے غم می جگہ از حسرت میری ما

میں تپ دانا بے شکر کہہ سینہ ما

بُئے گل کے لئی چرخِ چمن و چمن کیا قیاس کج کونہ و پھول ہیں غمزد چمن !
عبدِ گل حنتم نہاؤں شکیلہ چمن اڑکے ڈالیں سے زخیرہ پزار چمن

ایک سبل ہے کہ ہے عہدِ تم ایک
اس کہیں میں سے سنوں قتلِ تم ایک

فریادِ شاخِ صنوبر سے گزریں بھی ہیں پتیاں پل کی جڑِ حزن کے پشید بھی ہیں
وہ پُرانی دوشیں باغ کی ریاں بھی جو ہیں ڈالیں سپہِ چمن ہل گئیں بھی ہیں

قدیم ہمسایہ طبیعت ہی آواز اس کی
کاشِ گلشن میں بہت کوئی فریاد اس کی

لفٹ مرنے میں کربانی نہ مزاجِ مینیں کچھ مڑا ہے تو یہی شوجِ جگر پیٹ میں
کتے بآب ہیں جو ہرے آئینہ میں کس قدر جلے تڑپتے ہیں مے سینے میں

اگلے ستار میں مڑ گئے والے ہی نہیں
داغ جو سینے میں کتے ہوئے لگے نہیں

چاکر سبیل تنہا کی نوا سے دل ہیں جاگنے والے لاسی باگمٹائے دل ہیں
میں ہر زندہ سے عہدِ خلف سے دل ہیں پھر اسی باؤءِ دیرینہ کے سایے دل ہیں

عجیبیہم تو کیا ہے تو مجازی ہے
نزدیکی ہے تو کیا ہے تو مجازی ہے

چاند

اے چاند تجس پر افطرت کی آبر ہے
ملفِ عیم خالی تیرا قیوم ہے
یہ آغ تاجیہ کیسے میں سے نمایاں
ماشت ہے تو کسی کا ذراغ آغ نہ ہے
میں خطبہ نہ میری بیتاب تہ فلک ہے
تجو کو بھی بستو ہے تجو کو بھی بستو ہے
انساں ہے شمع جس کی لعل ہی ہے تیری

جس طرف آج نزل ہی ہے تیری

تو نہ نہتا ہے جس کو تاروں کی خاموشی میں
پوشید ہے مٹا دیو غلے زنگلی میں
استادہ عزیز میں بے ہنر ہے
بعل میں نون بچہ خاموش ہے کھلی میں
آہیں تجھے کماؤں بخدا روشن اس کا
نہوں کے آسنے میں شبِ نیم آہیں میں

سہرا وشت وین کسار میں ہے

انساں کے دل میں تیرے بخدا میں ہے

رات اور شاعر

(۱)
رات

کیوں میری چاندنی میں بھرتا ہے تو پریشاں
خاموش صہت گلِ نازِ نور پریشاں
تازوں کے توتیوں کا شایہ ہے جو ہری تو
مچل ہے کوئی میرے دیا سے نور کی تو
یا تو مر جی جیس کا تارا گرا نہ لے
رفت کو چھوڑ کر جو پستی میں جا رہا ہے
خاموشی جو کیا ہے تارِ بربستی
جیسے آگنے میں تصویرِ خوابِ بستی
وریا کی تیر میں چشمِ ازل اب گئی ہے
رہل گھاگے کے مہج بیتا بگئی ہے
بستی نہیں کی کیسی ہنگامہ آفریں ہے
یوں گئی ہے جیسے آباؤ نہیں ہے

شاعرِ دل ہے کہینِ ہاشم گلوں
ہزاروں گویا تو کیونکر سے فوں ہے

(۲)

شاعر

میں تھے چاند کی گھنٹی میں گن رہا ہوں
چھپکے انسانوں کے ہانڈے مڑتا ہوں

دل کی شورش میں نکلتے ہوئے گہرے ہیں غزلتِ شب میں مے اشک نہ پک جائے یہ
مجرمیں فرار جو پنہاں ہے سنناؤں کو کس تمیزِ شوق کا نظارہ کس کو کس کو
برقِ امین کے سینے پر پڑی ہوئی ہے دیکھنے والی ہے جو آنکھ کس کی مٹی ہے
صفتِ شمع لہ مُردہ ہے محفلِ میری آہ لے ات بڑی دُعا ہے منزلِ میری
عیاض کی ہوا اس میں نہیں ہے اس کے اپنے قصاص کی احساس نہیں ہے اس کے

ضبطِ پیامِ محبت کے جبرِ ناتا ہوں
تیرے باندہ ستاروں کو سنا جاتا ہوں

نغمہ

سُج نے جاتے جاتے شامِ قیام کو طشتِ اُفتی سے لے کر لے کے پھول مارے
پنہا دیا شوق نے سونے کا سارا زور قندیل نے اپنے گئے چاندی کی کھب آتے
محلِ حریفِ شمس کے لیلے ٹھکرتا آتی کچھ عروسِ شب کے موتی وہ پیارے پیارے
وہ دور رہنے والے ہر سنگِ مہر جہاں سے کہتا ہے جہاں اس اپنی باں میں نہ

مجنوں کا منہ مڑی تھی جس پر نکال
مشریں میں سائی اور اڑاں نکال

اے شے کے پاس نوازے آسمان کے تارو! تابدہ قوم سدا کی لڑوں شیں تہا دی
چہرہ و مودا ایسا نال انھیں سنے والے چہرے قافلوں کی تاجہ ہیں تہا دی
ایتھے قسمتوں کے تم کو یہ جانتے ہیں شاپینیں صدمہ میں اہل زمین تہا دی

رخصت ہوئی غموشی تاروں بھری فضا سے

وہست تھی آسمان کی سمور اس فوا سے

تھیں نزل ہے پیدا تاروں کی دہری میں جس طرح عکس گل چہ شبنم کی آری میں
آئین نمونے ڈرنا طسرو کھن پر اڑنا منزل یہی انھیں چہ قوموں کی نگلی میں
یہ کاروان ہستی ہے تہا سیر گام ایسا قومیں گل گئی چہ جس کی داوی میں
اکھٹوں کچھ تاروں غائب ہزاروں خبم داخل میں دہی سیکن اپنی برادری میں
اک سر میں سمجھے اس کو زمین والے جو بات پائے ہم تھوڑی سی زندگی میں

ہیں جذبات ہی سے قائم نظام سدا

چہ شید ہے نیکت تاروں کی زندگی میں

سیرِ فلک

تاشیل جو ہم سیرا اسماں پر چھا گور سیرا
اڑتا جاتا تھا اور نہ تھا کوئی جاننے والا سپن پر سیرا
تسے حیرت دیتے تھے بے راز و سربہ تھا سیرا
حلقہٴ شمع و شام سے نکلا

اس پرانے نظام سے نکلا

کیا سناؤں تمہیں رام کیلئے خاتم آرزو سے دیدہ و گلاش
شہنشاہ کوئی نہیں ریزئیو بے حجب باندہ خور جلوہ فروش
ساقیانِ مہیل جامِ بدست چہنہ الوں میں شوہرِ نوازش
دو جہت کے اکٹھے نہیں ایک تار کی خانہ سر جو شوش
طاقتِ مہین کیسے پہنچے اُس کی تار کیوں پیشِ ہوش
ٹنک یا کر جس کی شکر کڑوہ ہم سر پر چڑوہ پوش
میں نے پوچھی کونیت اس کی حیرت انگیز تھا جوابِ سروش

یہ مت پر شکبہ نہیں ہے مارے نور سے تھی آغوش
شعلے سے تڑپیں ستاروں کے جن سے لڑناں میں مدح و تحسین

اپنی دنیا یہاں جو آتے ہیں
اپنے انگارے ساتھ لاتے ہیں

نصیحت

میں نے اقبال سے ازراہ نصیحت کیا
تو بھی ہے شفیق اور بابِ یاس میں کامل
جنسٹ بھی مصلحت ایسے نر ترا ہو گا
ختمِ نعمتِ ریز تری رحمت کے کار پہ ہے
درِ حکام بھی ہے تہجد کو مست ہم مہر
اور لوگوں کی طرح تو بھی غیبِ پاک سے
نظر آجاتا ہے مسجد میں بھی عید کے دن
ہست پر درتے نکال کے اخبار بھی ہیں
حائلِ روزہ ہے ثواب اور نہ پابند نماز
دل میں سن کی ہو پس لب پہ ترے کرجا
تیرا اہواز تسلیں بھی سرا پا عجا
فکرِ روشن ہے تو انجمنِ سید امینِ نیا
پایس بھی تری چھپیدہ از زلفِ نیا
پردہِ خدمت میں میں ہو حسنِ حال و کار
اثرِ عطر سے جاتی ہے طبیعتِ معلیٰ
چھیننا فرض ہے جن پر تری تشیر کا سا

اس پڑنے ہے کہ شمع بھی کسکتا ہے تیری میناے سخن میں ہے شرابِ شیر
 جتنے اوصاف میں لٹکے وہ ہیں تجھ میں بھی تجھ کو لازم ہے کہ ہوا نکھڑے شکرِ گدا
 غمِ سیاہ نہیں اور پڑ بال بھی ہیں پھر سب کیا ہے نہیں تجھ کو دماغِ پروا

”عاقبت منزلِ راوی خاموشان است

حالِ اطفالِ در گنبدِ کمالِ انما“

رام

لبرن ہے شرابِ حقیقت کے جامِ ہند منبہ سنی جو خلعِ سفر کے جامِ ہند
 یہ ہند یوں کے نظرِ فلکِ بس کا ہے اثر وقت میں آسمان سے بھی اچھا ہے جامِ ہند
 اس میں میں جتے ہیں چراغوں کی شرت مشہور جن کے نام سے ہے دنیا میں جامِ ہند
 ہے ام کے جو یہ ہند وستان کے نام ایلِ نلسر بستے ہیں کس کا جامِ ہند
 اجمار انس چراغِ حیات کے ہیں یہی روشن تجھ اذ سحر ہے زمانے میں جامِ ہند

تلمار کا، منی تاشجاعت میں فروتا

پاکیزگی میں بھشرت میں فروتا

موٹر

کیس چتے کی بات بگنہ نے کل کی
موتھ ہے وہ افتاد علی خاں کا کیا نموش
ہنگامہ آگنیں نہیں کس کا خرام نا
مانند بقیہ تیر ہشتالہ چو انموش
میں نے کہا نہیں ہے یہ موٹر پنصر
ہے جادو حیات میں ہر تیز پانموش
ہے پاشکے تیر شوق فریاد ہے ہر س
نکست کا کہ وہاں ہے شال صبا نموش
ہینا دام شوش قلمش ہے پائیکل
لیکن مزاج جب جہنم آرام آشا نموش
شاعر کے فکر کو پر پڑا جہنم شوش
سڑیہ واہ گری آواز جہنم شوش

انسان

منظر چمنستان کے زیبا ہوں کیا زیبا
مردم عمل زرخس مجبور تاش ہے
رفتار کی لذت کا احساس نہیں اس کو
فطرت ہی سنہرے کی محروم تاش ہے
تسلیم کی ٹوکر ہے جو چیز ہے دنیا میں
انسان کی ہر قوت سرگرم تقاض ہے
اس قسم کے کو رہتی ہے سمت کی ہر ٹوکم
یہ ذہن نہیں شاید ہٹا چکا ہے

چلے تو بدل ڈالے سمت چمنستان کی

یہ ہستی وانا ہے پینا ہے تو آگاہ

خطاب بہ جوانانِ اسلام

کبھی نے جوانِ مسلم تدبیر بھی کیا تو نے
تجربہ اس قسم نے پہلا ہے آخر شریعت میں
تمہاری تفسیر حق آج میں جاری
سنا لی شکرِ حق تعالیٰ کا رہا شاہِ اہل بیت میں
گدا آئی میں بھی اللہ والے تجھے خیراتے
غرض کیا کیا توں تجھے کہ چہر نشیں کیا تھے
اگر چاہوں تو نقشہ کشیج کر انسانوں کے
تجھے آبا سے اپنے کو اتنی نسبت ہو نہیں سکتی
گناہی جس نے اسلاف کی رشت پائی تھی
حکومت کا کوئی رونا کوہِ اکل ماضی تھی
مگر وہ جہم کے موتی نکلتے ہیں اباک
تغنی و زبیا کہیں راتہا شاکن

وہ کیا گرفتار سا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا
کھینک لانا جس کی پونہیں تاجِ سربا
وہ چھوٹے عجب یہی شتر بانو گھوڑا
"بابِ نکاحِ خالِ خطِ حاجت" نے سب ادا
کہ نرم لگا لگا کے تڑخے شش کا زینت ادا
جہاں جہاں وہاں جہاں بان جہاں آدا
مگر تیرے خفیل فتنے تو ہے وہ نظا
کہ تو گفت زدہ کر اور ثوابت و سدا
شریعت نے میں آسمان نے ہم کو مٹے مارا
نہیں نہی کے آئینِ مسلم کے آج چا
جہیں کہ یوسف میں دن جوتے ہیں
کہ تو زیہ اشکِ شبنم چشمِ زینب ادا

غزۂ شوال

یا

ہلالِ عید

غزۂ شوال! اے نورِ منکوارِ روزِ وار
تیری پیشانی پہ تحریرِ پیامِ عید ہے
سُکڑشتِ منتِ بیضاکا تو آئینہ ہے
جس علم کے سائے میں تیغِ آزما جوتے تھے ہم
تیرے قہر میں ہم غمِ غشی اُسی بات کی ہے
ہستہ پڑ ہے قومِ اپنی وفا آجیں ترا
اگر تھے تیرے لیے مسلم سرِ پایا انتظار
شامِ تیری کیا ہے بھینچِ عیش کی تہیہ ہے
اے سرِ نو! ہم کو تجھ سے نفرتِ رینہ ہے
نہنوں کے خون سے نکھیرِ قیامت تھے ہم
خبرِ یزنا فروش سے تیرے بارِ ملت کی ہے
ہے محبتِ غمزہ پر یزنا کی سیبیں ترا

آج کڑوں نے فدا کیا کی بستی کھیلے
اپنی نفرت سے بدلے کھر کی پستی دکھیلے

قافلے دیکھو اور ان کی برق فتاری بھی دیکھو
 دیکھو کہ تجربہ کو افق پر ہم نائے تھے نہ سر
 فوق آرائی کی زنجیروں میں یہی سلم اسیر
 دیکھو مسجد میں شکستہ شہر تسبیح شیخ
 کافروں کی سلم آہنی کا بھی ٹکڑا ذکر
 بارش گند اوش کا ہاشا لی بھیج
 بان تعلق پیشی دیکھو آبرو والوں کی ٹو
 جس کو ہم نے آتش ناطق تکم کیا
 ساہوکاری کی جہاں سفر کئے یوانوں میں
 چاک لڑوسی کر لے لوں نے خلافت کی قبا

رچھڑا تیرا کی منزل سے بیزاری بھی دیکھو
 اے تھی سبغہ ہندی آج غلامی بھی دیکھو
 اسی آواز ہی بھی دیکھو ان کی لڑائی بھی دیکھو
 بُت لکے میں ہرمن کی تخت تیری بھی دیکھو
 اور اپنے مسلوں کی سلم آواز ہی بھی دیکھو
 آتشِ محرم کی آہ تیری بھی دیکھو
 اور جے آبرو تھے ان کی غلامی بھی دیکھو
 اُس حریف بے باں کی لڑائی بھی دیکھو
 اور ایں میں ماتم کی تیری بھی دیکھو
 سادگی مسلم کی دیکھو اوروں کی غلامی بھی دیکھو

خوابِ آئینہ بکچہ دیکھو اور خاموشی

شہرِ شہرِ امروز میں مہرِ مہرِ دوش



شمع اور شاعر

(فروری ۱۹۱۲ء)

شاعر

دش می گفتم پیش منزل ویران خویش
 گیسوے تو از پر پروانہ دار و شانہ
 در جہاں شل چراغ الہ صحرایم
 نے نصیب محسن نے قسمت کاشانہ
 تے مانند تو من ہم نفس می جو شتم
 در طواف شعلہ ام بالے نہ زو پروانہ
 می تپد صد جلوه در جان اعلیٰ مشردن
 بر نمی خیزد از میں محسن دل دیوانہ

از کُنجِ ایں آتشِ عالمِ منورِ زاندِ وحشی
کہ کلبِ بے مایہ را سوزِ کلیمِ انجستی

شمع

مجھ کو جو سوچِ نفیس دیتی ہے پیغامِ اجل
لباسِ سوچِ نفیس سے ہے نو آپسدا ترا
میں تو جلتی ہوں کہ ہے ضمیرِ مری فطرت میں بڑا
تو منہ زناں ہے کہ پردہ انوں کو چھو سدا ترا
گر یہ ساماں میں کہ سیئے دل میں ہے طوفانِ اشک
شبِ نیمِ فشاں تو کہ بزمِ گل میں چھپ چا ترا
گلِ بدامن ہے مری شبِ کئے لہو سے میری صبح
ہے ترے امروز سے نا آشنا منہ زدا ترا
یوں تو روشن ہے مگر سوزِ دروں کھٹ نہیں
شعلہ ہے شعلہ چراغِ لالہ صحرایا ترا

سوچ تو دل میں، لقب سائل کا ہے زیبا تجھے؟
 انجمن پیاسی ہے اور پیانہ بے صہب اترا!
 اور ہے تیرا شمار انجمنِ فتن اور ہے
 زشتِ نونی سے تری آئینہ ہے رسوا ترا
 کعبہ پہلو میں ہے اور سہاگنی بُت خانہ ہے
 کس قدر شوریدہ سر ہے شوق بے پردا ترا
 قیس پیدا ہوں تجھی محفل میں! یہ ممکن نہیں
 تنگ ہے صحرایہ، محل ہے بے لیل ترا
 اے درآئینہ! اے پروردہ آئینہ شمس و سج!
 لذتِ طوفاں سے ہے نا آشنا دریا ترا
 اب نہواں پیرا ہے کیا گلشنِ جوا برہم ترا
 بے محفل تیرا ترنم، نغمہ بے موسم ترا
 تھاجنیں ذوقِ تماشا، وہ تو رخصت ہو گئے
 لے کے اب تو ہم نہ دیدہ ہم آیا تو کیا

انجمن سے وہ پُرانے شہدِ آسمان اٹھ گئے
 ساقیا! محفل میں تو آتشِ بھام آیا تو کیا
 آہ، جب گشتِ کی صفت پریشاں چو چلی
 نچول کو بادِ ہمدردی کا پیام آیا تو کیا
 اترِ شبِ دید کے قابل تھی مہل کی تڑپ
 صہم کوئی اگر بالائے بام آیا تو کیا
 شجریک وہ شہد جو مقصودِ ہر پرواز تھا
 اب کوئی سوداائی سوزِ تسم آیا تو کیا
 نچول بے پروا ہیں، تو کرم نوا ہو یا نہ ہو
 کارواں بے حس ہے آوازِ درا ہو یا نہ ہو
 شمعِ محفل ہو کے شجرب سوز سے خالی رہا
 تیوے پروانے بھی کس لذت سے بھگتے رہے
 پستہِ الفت میں جب ان کو پرہیز تھا تو
 ہر پریشاں کیوں ترمی تسبیح کے دانے رہے

شوق ہے پروا کی، فکرِ فلکِ پیا کی
 تیری محفل میں نہ دیوانے نہ فنِ زمانے ہے
 وہ جگر روزی نہیں وہ شعلہ شامی نہیں
 فائدہ پہر کی بجائے دردِ شمع پرانے ہے
 خیرِ ثوابِ قیاسی لیکن پلائے گا کے
 اب نہ دے کس ہے باقی نہ مینا ہے
 رو رہی ہے آج اک ٹوٹی ہوئی مینا سے
 کل تک گردشِ حیرتِ ساقی کے پیانے ہے
 آج ہیں خاموش، ہوشِ بختِ بختوں پہ جو باں
 رقص میں سیلی رہی، سیلی کے دیوانے ہے
 وائے ناکامی! مستاعِ کارواں جاتا رہا
 کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا
 جن کے ہنگاموں سے تھے آباد ویرانے کبھی
 شہرِ ان کے بٹ گئے آبادیاں بن چکی ہیں

سطوتِ توحید قائم جن نازوں سے جوئی
 وہ نازیں ہند میں نذرِ برہمن چو گتیں
 دہر میں عیشِ دام اکہیں کی پابندی ہے
 سوچ کو آذایاں سامانِ شہین کہتیں
 خود تھبتی کہتے تاجن کے نظاروں کی تم
 وہ نگاہیں نا اُمید نورِ امین چو گتیں
 اذاتی پھرتی تھیں ہزاروں ٹلبلیں گھزار میں
 دل میں کیا آئی کہ پابندِ نشین کہتیں
 وسعتِ گردوں میں تھی ان کی تریبِ نظاروں کو
 بھلیاں آسودہ دامنِ جنہر چو گتیں
 دیدہٴ نغمہ بار ہر منت کش گھزار کیوں
 اشکِ پریم سے نگاہیں گل بہ دامن چو گتیں
 شاعرم نہ لیکن خبر دیتی ہے صبحِ عید کی
 خلعتِ شب میں نظر آئی کرنِ اُمید کی

مُروہ اپنے پیانہ بردارِ خمستانِ حجاز
بعدِ مدت کے تھے نڈوں کو پھر آئی ہے چو ش
نعتِ خودِ داری ہوائے جاوہِ غیب تھی
پھر دکانِ سیری ہے لبریزِ صدائے تباہِ نوش
ٹوٹنے کو ہے غلسمِ ماہِ سیما یانِ ہرند
پھر سیسلی کی نغمہ دیتی ہے پیغامِ خروش
پھر یہ نغمہ ہے کہ لاساقی شرابِ خیار ساز
دل کے شکامے منفرج کئے کر ڈالے خروش
نغمہ پیرا چو کہ یہ ہنگامِ حنِ شوشی ہیں
چند کا آسمانِ رشید سے مینا بدوش
وہ غنیمتِ دیکر بسوز و دیراں راہِ ہم بسوز
گفتِ بہشِ صدیئے گرتوانی دارِ گوش !
کہ گئے ہیں شاعریِ خبزِ بختِ از پیغمبری
ہاں سناٹے محفلِ منت کو سپینامِ سرش

آنکھ کو بیدار کروے وعدہ دیدار سے
زندہ کروے دل کو سوزِ جوہرِ گفتار سے

رہزنی بہت چھوٹا ذوقِ تن آسانی ترا
بحرِ محبت صحرا میں ٹوٹا، گمشدہ میں شلِ خواہوا

اپنی اصلیت پر قائم تھا تو جمعیت بھی تھی
چھوڑ کر گل کو پریشاں کاروانِ بُوہوا

زندگی قطرے کی بسکلاتی ہے سدا حیات
یہ کیسی گویا ہر کسی شبنم کیسی آئینہ چھو

پھر کہیں ہے اس کو پیدا کر، بڑی دولت ہے یہ
زندگی کیسی جو دل بیگانہ پہلو ہوا

آبرو باقی تری ملت کی جمعیت سے تھی
جب یہ جمعیت گئی دنیا میں رہا تو ہوا

فردِ قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

پردہ دل میں محبت کو ابھی ستور رکھ
 یعنی اپنی مے کو رُسوا صورتِ مینا نہ کر
 خمیہ زن چو واہی سینا میں مانسہ کلیم
 شدِ تحتیق کو غارت گر کا شانہ کر
 شمع کو بھی چو فراموش دم انجامِ ستم
 ضربِ تعمیرِ حسدِ خاکستر پر دانہ کر
 ٹوٹا اگر خود ار ہے منت کشیں باقی نہ ہو
 صین دریا میں جباب آسانگوں پیا نہ کر
 کیفیتِ باقی پُرانے کوہ و صحرا میں نہیں
 ہے خُسنوں تیرا نیا پیدا نیا ویرانہ کر
 خالک میں تجھ کو مُستِ دُر نے بلایا ہے اگر
 تو عصا اُفتادے پیدا مثالِ انا کر
 ہوں، اسی شبنمِ کُھن پر پھر بنائے آشیاں
 اہلِ مَشْن کو شہیدِ نغمہ ستانہ کر

اس چمن میں پیرو بھیل ہو یا تمبیل نکل
 یا سراپا نالہ بن جا یا نوا پیدا نہ کر
 کیوں چمن میں بے صدا مثلِ ریمِ شبنم ہے تُو
 لبِ لکشا ہو جا، سرودِ بریطِ عالم ہے تُو
 آشنا اپنی حقیقت سے ہولے وہاں خدا
 دانہ تو بھیتی بھی تو، باراں بھی تو، حاصل بھی تُو
 آہ، کس کی جستجو آوارہ رکھتی ہے تجھے
 راہ تو، رہرو بھی تو، رہبر بھی تو، منزل بھی تُو
 کانپتا ہے دل ترا اندیشہ طوفان سے کیا
 نہ خدا تو، بھر تو کشتی بھی تو، ساحل بھی تُو
 دیکھ اگر کوچہ چاکِ گریباں میں کہی
 قیس تو، بیلی بھی تو، صحرابھی تو، محفل بھی تُو
 والے نادانی کہ تُو مستِ چاقی ہو گیا
 مے بھی تو، مینا بھی تو، ساتی بھی تو، محفل بھی تُو

شعبہ بن کر چھوٹے غاشاکِ غیر اللہ کہ
خوبِ باطل کیا کہ ہے عدتِ کرباں بھی تو
بے خبر! تو جو ہر آئینہِ آیام ہے
تو زمانے میں خدا کا آخری پیغام ہے
اپنی صحت سے ہوا گاہے غافل کہ تو
قطرہ ہے لیکن مثالِ بحرِ بے پایاں بھی ہے
کیوں رفتِ ظلمِ چیمچِ عدالتِ رسی ہے تو
دیکھ تو پوشیدہ تجھ میں شوکتِ طوفاں بھی ہے
سینہ ہے تیرا وہیں اس کے پیامِ ناز کا
جو نظامِ دہر میں پیدا بھی ہے پنہاں بھی ہے
چہتِ کشور جس سے ہو تغیر بے تیغ و تنگ
ٹوٹا کر سب سے تیرے پاس و ساماں بھی ہے
اب تک شاہ ہے جس پر کوہِ فدا کا سکونت
اے تعافلِ پیشہ! تجھ کو یاد وہ پریاں بھی ہیں

تو ہی ناواں چنہ کھیں پر قناعت کر گیا
 ورنہ کاشن میں علاج تنگی داماں بھی ہے
 دل کی کیفیت ہے پیدا پر وہ تعتریر میں
 کسوت جینا میں سے مستور بھی، عریاں بھی ہے
 نچو تک ڈالا ہے مری آتش نوا آئی نے مجھے
 اور میری زندگی کافی کا یہی سماں بھی ہے
 راز اس آتش نوا آئی کا مرے سینے میں دیکھ
 جلوہ تعتریر میرے دل کے آئینے میں دیکھ!
 آسماں جو گامخ کے نور سے آئینہ پوش
 اور ظلمت ات کی سیاب پا جو جائے گی
 اس قدر ہوگی ترنم آئیں باؤ بہار
 نکست خوابیدہ نغنے کی نوا جو جائے گی
 آملیں گے سینہ چاکا بن چمن سے سینہ چاک
 بزم گل کی ہم نفس باد صبا جو جائے گی

شبِ بنم افشانی مری پیدا کرے گی سوز و سنا
 اس چمن کی ہر کھلی درو آشنا ہو جائے گی
 دیکھ لو گے سلوتِ رفتارِ دریا کا آمل
 موجِ مضطرب ہی اسے زنجیر پا ہو جائے گی
 پھر دلوں کو یاد آجائے گا سینہٴ سجد
 پھر حبسِ خالِ حرم سے آشنا ہو جائے گی
 نالہٴ صیاد سے چوں گے نواسا مائلِ پیور
 خونِ گھنچیس سے کھلی زنجیرِ قبا ہو جائے گی
 آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں
 مچھلی سے چوں کہ دنیا کیلے کیا ہو جائے گی
 شبِ گریزاں ہو لی آخر جلوۂ خورشید سے
 یہ چمن معمر ہو گا نغمۂ توحید سے



مسلم

(جون ۱۹۱۲ء)

ہر نفس اقبال تیرا آہ میں تنو ہے سینہ سوزاں ترافنیانے سمو ہے
نغمہ تہیہ تیری برید دل میں نہیں ہم سب تیرے لیلیٰ تیرے محل میں نہیں
کہش آواز سد و فخرت کو جویا ترا اور دل ہنگامہ مانے بے پروا ترا
قصہ نکل ہم نہ ایسا چمن نمنے نہیں اپنی محفل تیرا سینہ ہم نمنے نہیں
اے دل کے گارڈن نمنے پابنا ہوش بہت سی آنقر تیری صد خاموش

زندہ پھر نہ محفل برینہ چسکتی نہیں
شع کے دشمن شہ شہینہ چسکتی نہیں

ہم نشین مسلم ہیں تو حید کا حال ہیں میں اس صداقت پر ازل سے چڑا دل میں ہیں
نہضت جرات میں بھلا حرات اس ہے اور سلیم کے تخت میں جرات اس ہے
حق نے عالم صداقت کے لیے پیدا کیا اور مجھے اس کی مخالفت کے لیے پیدا کیا
دہر مرغزارت کربلاں پرستی میں ہے حق تو یہ ہے جاننے ناموس پرستی میں ہے

سیرتِ پیغمبرؐ بانیِ عالم کی ہے
 قسمتِ عالم کا سلم کو کسے تائبند ہے
 جس کی تابانی کے افقوں پر شمسِ زندہ ہے
 کون نہیں کہتے مجھے نہیں دیکھا حیات
 ہے ہجرِ سنا اپنی قسمت کے مقدر پر مجھے
 کتبِ اسکتا ہے غم کا عارضی خطر مجھے
 قلعہ کامل کی خبر دیتا ہے ہوش کا انداز
 ہاں یہ سچ ہے چشمِ بزمِ کائنات میں
 اہلِ مصل کے پُراپی ہستیاں کستا ہوں میں
 یہ عہدِ فتنہ میری خیال کو اکسیر ہے
 میرا ماضی میرے استقبال کی تیسر ہے

سائے کھتا ہوں میں منشا افزا کو نہیں
 دیکھتا ہوں شمس کے آئینے میں فردا کو نہیں

حضورِ رسالت ﷺ میں

کراں جو مجھ پر پہنکا نہ زمانہ تھا
 قیوہِ شام و سحر میں بستر کو لیکن
 جہاں سے باندھ کے رختِ سفروانہ تھا
 نفثِ ہم ناستِ عالم سے آشنا نہ تھا

فرشتے بزمِ رسالت میں لگے مجھ کو

حضور آئیے جنت میں لگے مجھ کو

کسا حضورؐ نے اے غلیبہ بانیِ حجاز! کھلی کھلی ہے تری گرمیِ نوا کے گداز

ہمیشہ سرِ عرشِ عالمِ بلائے تیرا فدا کی ہے غمیِ غمیتِ جہِ دنیا

اڑا جو پستیِ دنیا کے سونے گڑوں رسکھائی تجھ کو ملائے فستِ پہا

شکل کے پانچ جہاں سجے رنگِ نو آیا

ہمارے واسطے کیا تحفہ ہے کہ تو آیا

تھنہ براہِ چہر میں آئو گئی نہیں مٹی ملاش جس کی ہے دُند کی نہیں مٹی

ہزاروں لاکھوں گل ہیں یا ضربِ ہستی میں وفا کی جس میں جو ہو وہ کھلی نہیں مٹی

گدہ میں نہ کرو اک آبِ گیمہ لایا ہوں جو چیز اس میں ہے جنت میں بھی نہیں مٹی

جھلکتی ہے ہیئت کی آبرو اس میں

ہر ایک شہیدوں کا ہے لہو اس میں



شفا خانہ حجاز

اک پیشوائے قوم نے قبل کئے کھنکھنے کو جہ میں ہے شفا خانہ حجاز
ہوتا ہے ہر خاک کا فرشتہ شفا خانہ حجاز
دست بخون کھاپے بھجا جب کلندر شہر شہر میں ہے دیوانہ حجاز

دار الشفاء الیٰ الطب میں چاہیے

بخش مرض خبہ صیسی میں چاہیے

میں نے کہا کہ سکتے ہیں حیات پوشیدہ جس طرح حقیقت مجاز میں
تلفیہ جہل میں جہل ماست کو مل گیا پایا نہ خنکے عسر و آزار میں
اوروں کو دیں حضور اسیعیاہم زندگی میں موت ٹھونڈا تاہوں میں حجاز میں

آئے ہیں آپ کے شفا کا پیام کیا

رکتے ہیں اہل مدینہ سے کام کیا



حواشیکوہ

دل سے جہالت نکلتی ہے اثر رکھتی ہے زیر زمین طاقت ہے از مکر رکھتی ہے
مقدس الاصل ہے رفعت پہ نظر رکھتی ہے خاک سے ناشتی ہے لڑو حق لڑ کر رکھتی ہے

عشق تماقت گر کرکشن چالاک مرا

اسماں چیر کرینا لڑے بال مرا

پیر گزروں نے کہا سچ کہیں ہے کوئی بولے تیکے سر پر شین میں ہے کوئی

چاند کتا تھا نہیں اہل زمیں ہے کوئی لکشاں کستی تھی پوشیدہ میں ہے کوئی

کچھ جو سمجھا رہے تھے کہ تو جڑواں سمجھا

مجھے جنت کے نکالا جو اس سمجھا

تم نے شہر تو مجھے تیرا کیا دیا عشق والوں پہ کبھی نہ نہیں مانے کیا

ہم شہر میں اس کی کتافٹے کیا اتنی خاک کی خشک کو بس پڑا ہے کیا

ناظر آج کے تھکن میں کیس ہیں
شوخی ہستہن یہ چپکی گئیں کیس ہیں

ہر تہ شوخی کرانہ ہے بھی پرہیزم تباہ و برباد کیا یہ وہی آہم ہے
عالم کیس کے دانے نہ ہو کم ہے ہاں کھجکے اسرارے نئے مسم ہے
نئے وقت گفت پر نہ فخر
باکھنے کا سلیقہ نہیں نادانوں کو

اکی آواز میں ہم کیسے بڑا فائدہ ترا اشک کی تاب کے لب سے پیمانہ ترا
اسما کی بھڑانے قمر سنا ترا کہتے شوخی زبان سے ہلایا ترا
شکر شکر گوئی نہیں اے تو نے
ہم سخن کر دیا بندوں کو خاک کرنے

ہم تو مائل بہ کرم نہیں کوئی سائل ہی نہیں راہ دکھائیں گئے پھر منزل ہی نہیں
تجربہ عام ہے جو بہر بل ہی نہیں جس سے تعمیرِ حرام کی ڈیوگل ہی نہیں
کوئی قابل ہو تو ہم شان کئی دیتے ہیں
دشمن دشمنوں کو دنیا بھی دیتی ہے

ہاتھ نہ دینا اگلے دل اگلے
 اُنسِ باعثِ رسوائیِ سفید ہے
 بُشکن اٹھ گئے باقی جو ہے بُت کر ہے
 تمنا ہر سیمِ پیرا پر آ کر ہے
 بادِ اشکام سے بادِ نیلیم سے
 بادِ اشکام سے بادِ نیلیم سے

حرمِ خیانت بھی نئے ٹم بنے
 وہیں من تھے کہیں مایہ حسن آئی تھا
 ناوش میں سہم گل لاد صحرائی تھا
 جہلمن تھا اٹھ کا سو آئی تھا
 کہیں محبوب تھا راسی چرب آئی تھا
 کسی کجیاں سے اب عہدِ خلائی کرلو
 ملت احمد برسل کویت ہی لڑو

کس نے تم پر گواہی کی بیدار ہے ہم کے کب بیدار ہے ہاں تین تیس سواری ہے
 طبع آزاد و قید و مضامین باری ہے تمہی کہہ دیسی آئین و سلاواری ہے
 قوم نہ چکے نہ نہ چکے نہیں قوم نہیں

جناب باہر نہیں، محض شبہ نہیں
جن کو آسمانیں نیامیں کی فن تم ہو
بجلیاں بس یہ ہیں آنسوؤں و غم میں تم ہو
نہیں جس قوم کو پرانے نشین تم ہو
بیچھاتے ہیں اسلاف کے دفن تم ہو

چونکہ نام قہر جس کی تبار کے لئے
 کیا نہ ہو گئے جو اہل عافیت صفت شکر کے
 صنف ہر طرز کی شایاں ہے؛ نور انسان کو صنف ہی چھڑا کر ہے
 یہ کہے کہ جہنم کے بایاں ہے؛ میرے شکر ان جہنم کے گھایاں ہے
 تھے تو آباؤ تمہارے ہی غم کیا ہے

ہاتھ پر ہاتھ دھرتے منتظر منہ راہوا
 کیا کہا بہر حال ہے نقطہ وعدہ؛ شکوہ بہ جا بھی کہے کوئی تو لازم ہے شہوا
 عدل ہے غلطی کی کراہی سے ہوتا؛ مسلم آج بھی کمانہ تو ملے حور و قصور
 تم میں مریوں کا کوئی چنے والا نہیں

جلوے ملو، تو ہو جو ہے ہوئی نہیں
 منت ایک ہے اس قسم کی نقصان پہنچا؛ ایک ہی کھینچی ہوئی بھی ایمان بھی ایک
 حرم مال بھی اللہ ہی مشران بھی ایک؛ کچھ شری بات تھی ہے تو جہل مان بھی ایک
 فرقہ بندی ہے کہیں کہیں اتیریں
 کیا زمانے میں پہنچنے کی یہ باتیں ہیں

کون ہے تارکِ آمینِ بولِ غشدرِ مصلحتِ وقت کی ہے کس کس کا سینا
کس کی انگٹوں میں سلائیے چب رہی ہیں؟ چو کئی کس کی گدے نہ سلف سے بیزار

قلب میں نہ نہیں روح میں احساس نہیں

کچھ بھی پیہ دمِ حشر کا تھیں ملین نہیں

جاگے جوتے ہیں سدا بہ میں صفتِ آقا تو غریبِ نصرتِ روزِ جو کرتے ہیں گمراہ تو غریب
نامِ مہتا ہے اگر کوئی ہمارا تو غریبِ پردہ کھرتا ہے اگر کوئی تمہارا تو غریب

آخرِ نشہِ دولت میں میں غافلِ ہم سے

زندہ ہے قہرِ بیضاغریبا کے دم سے

واحد قوم کی وہ نچستہ خیالی نہ رہی برقِ طہیں نہ رہی شعلہِ مستالی نہ رہی
رو گئی رسمِ اذانِ نوحِ بلالی نہ رہی فلسفہِ رو گیا، تلکستینِ غزالی نہ رہی

مسجدیں شریعتیں ہیں کئی نمازی نہ رہے

یعنی وہ صاحبِ اصنافِ مجاہزی نہ رہے

شوئے ہے ہو گئے دنیا کے مسلمان ہو ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے کبھی ہمیں سلمِ موجود
وضع میں تم جو نصاریٰ تو تمدن میں ہندو یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں ہو

ہوں تو سید بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو
 تم سبھی کچھ جو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو
 دیم تیر بھی سلم کی صداقت بپاک صل سکتا تو ہی شہ مراعات پاک
 شجرِ فطرت سلم تھا جسے نہ نکال تھا شجاعت میں نہ اک ہستی فخری الا دراک
 خود کو از ہی نیم کیفیتِ صبا بشن
 خالی از غیشِ شش صورتِ دینا بشن
 ہر سداں گد بپس کے لیے شہرتا انکس آپ نہ سستی میں صل جہرتا
 جب نہ رہا تھا سے قوتِ بازو پرتا ہے تمہیں ت کاؤز اس کے خدا کا ڈرتا
 بپ کا علم نہ بیٹے کو اگر از بر ہو
 پھر پھر قابلِ میراں پد رکھو نگر ہو
 ہر کوئی سب سے ذوقِ تن آسانی ہے تم مسلمان ہو ایسا نہ ہو مسلمان ہے
 حیدر فخری ہے نہ ولت عثمانی ہے تم کو اسلاف کے کیا نسبتِ عثمانی ہے
 وہ دہانے میں سے تھے مسلمان ہر کہ
 اور تم خود ہر کے تدارکِ شہر آں ہر کہ

تم جو آپس میں غصہ بنا کر دو آپس میں کریم
 تم خطا کار و خطا بین وہ خطا پر شکر کریم
 چلتے سب میرے ہیں رنج شریا پرستیم
 پہلے ویسا کوئی پیدا تو کرے قلم کریم
 تختِ فخر و جہاں کا تہا سر پر کیے بھی

یونہی باتیں ہیں کہ تم میں دینتے بھی
 خود کشی شیعہ تمہارا، غیبیہ خود
 تم گنہگار سراپا، وہ سراپا کرو
 تم ترستے ہو کئی کو، گنہگار بن کر
 اب تک یہ ہے قوس کو حکایت ان کی
 نقش ہے صفحہ ہستی پیداقت ان کی

شرِ خبیث اُن کو ہم پہشن بھی چکے
 نبی ہندی کی محبت میں غم بھی چکے
 شوقِ پرہیز میں مہرِ نشین بھی ہوئے
 جے صل تھے چچ ان دینِ بطن بھی چکے
 ان کو تہذیب نے چرچہ آزا کیا
 لاکے کسبے سے شمعانے میں آباد کیا

تین صحتِ تنہا صحیح رہا
 شہر کی گلیاں سے ہوا باد یہ پیکار
 وہ تو دیوانہ ہے ہستی میں ہے یار
 یہ ضروری ہے حجابِ رخ لیلا نہ کار

گلہ بوز نہ جو ہر شکوہ پیدا نہ ہو
 عشق آزاد ہے کیوں حسن بھی آزاد نہ ہو

عہدہ برق ہے آتش بن چرخ ہر ہے
 دین اس کو کوئی صحرانہ کوئی کاشن ہے
 اس نئی آگ کا اوقا ہم نہیں لینہ سن
 غریب ختم ہر شعلہ پیدا ہے

آج بھی جو جو براہِ سیم کا ایسا پیدا
 آگ کر سکتی ہے اندازِ گھٹاں پیدا

دیکھ کر گناہ چہ نہ پیش نہ ال
 کو کتبِ نوحے شافیں میں چنے ال
 خوں خاک کے ہوا گئے گستاخ ال
 گل براندا ہے چرخِ شدا کی لال
 رنگے گردن کا ذرا دیکھ تو غمت ال ہے

نیکتے ہیں سوج کی اشتیاق ال ہے

اتنی گلشن ہی میں چید بھی ہیں
 لہر مہم بھی میں خزانہ بھی ہیں
 سیکڑوں میں کاہید بھی ہیں
 سیکڑوں میں چمن میں بھی شاید بھی ہیں

نعلِ سلام نہ ہے برہنہ کی
 پس ہے سیکڑوں صدیوں کی چرخ کی

پاکے گردِ دامن سے سب زباں تیرا تو یہ دینے کے کہہ کر صر ہے کنساں تیرا
قافلہ چڑھنے کے گام کبھی ویراں تیرا غریبِ بامِ داکھ نہیں ساماں تیرا
نخلِ شمع استی در شعلہ و نورِ شمع تو

عاقبت سے زبوں پایہِ ایش تو
تو نہ بٹ جائے گا ایران کے بٹ جانے سے نقشہ کے کو مستحق نہیں پانے سے
ہے یہاں پریش تبار کے افسانے پس باں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے
کشتی حق کا زلزلے میں سہارا تو ہے
عصرِ ثورات ہے دُھندلا سا ستارا تو ہے

ہے جو ہر سنگِ برباد پریشِ بخاری کا خاندان کے لیے پیام ہے بیداری کا
تو سمجھتا ہے یہ سماں ہے دل آزاری کا امتحان ہے ترے یشاک، خود داری کا
کیوں ہے اسماں ہے پھیل نہیں اعلیٰ سے
نورِ حقِ پنجہ زکے کا نشنِ اعدا سے

چشمِ اوقام سے غنی ہے حقیقت تیری ہے ابھی نخلِ سستی کو ضرورت تیری
تندرہ کھتی ہے زمانے کو حرارت تیری لوگِ قسمتِ امکاں ہے خلافت تیری

وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے

تو توجہ کا کام ابھی باقی ہے

شل ہو گیا ٹخنوں میں پریشاں ہوا خست بروش چلتے چلتے چنستان ہوا

ہے تنکا تیر تو دت ہے بیدار ہوا فترت مع ہے ہنگام زلف ہوا

وقت عشق سے ہر پت کو ہلا کر دے

دہر میں ہم مستند سے اُٹھلا کر دے

ہو نہ یہ ٹھہل تو ٹھہل کا ترنم بھی نہ ہو چمن دہر میں کلیں کا تبسم بھی نہ ہو

یہ نہ ساقی ہو تو پھر ہے بھی خواہم بھی نہ ہو بزم توحید بھی دنیا میں نہ ہو تاہم بھی نہ ہو

خیر افلاک کا استاد اسی نام سے ہے

نبض ہستی میں اُن کا نام سے ہے

دشت میں امن کنار میں میدان میں ہے بحر میں موج کی آنکھ میں ملو خان میں ہے

چین کے شہزادے کی زبان میں ہے اور پیشیہ سلطان کے ایمان میں ہے

چشم احوال میں نیل دریا تک دیکھئے

دُستِ شبنمِ رُفتِ لکڑی لکڑی دیکھئے

مردم چشم ز میں میں نہ کالی زب
وہ تھکے تھکے اپنے الہ زب
گر ہی سہری پڑوہ ہلالی زب
عشق والے جسے کہتے ہیں ہلالی زب

تمیش انداز ہے اس نام سے پائے کی طرح
غول زن نور میں ہے اکٹھ کے تھے کی طرح

عقل ہے تیری بہر عشق ہے شیر تری
مے ریشٹن! غلات ہے جہاں تری
ماہوئی اند کے لیے الگ ہے کجیر تری
نہ سداں ہو تہمت یہ ہے تدبیر تری

کی محمد سے فاشاؤ نے تو ہم سے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح قلم تھے ہیں

ساتی

نہ پکے کرانا تو سب کو اکٹھے
مزا تو جب ہے کر کر تو کو تمام لے ساقی
جو باد کش تھے چرائے وہ اٹھتے جاتے ہیں
کس سے کب بھائے دام لے ساقی!

کٹی ہے ات تو ہنگامہ شری میں تری
سحر قریب ہے اند کا نام لے ساقی!

تعلیم اور اس کے نتائج (تضمین بر شہرِ طاعشری)

خوش تو ہر جم بھی انوں کی ترقی کے گھر
 لیخداں کے کل جاتی ہے فراد بھی تھا
 ہم سب سے کھانے کی فراغت تعلیم
 کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا امداد بھی ساتھ
 گھر میں پڑنے شیریں تو ہوئی جسدِ نما
 لے کے آئی ہے مریضہ فراد بھی ساتھ
 تحنیم دیکر کیف آیم وہ بکاریم ز نو
 کا خوشیہ تیرم ز غلبت تو اں دورہ

قرب سلطان

تیز حاکم محکم ہٹ نہیں سکتی
 جہاں میں اج پرستی ہے بندگی کا کمال
 مہال کیا لگا لگا کر پوٹا، کا جسدِ ش
 رضائے خواجہ طلب کن قبائے رنگیں پوش
 مگر غرض جو جہول رضائے مکم ہو
 خطابِ شہنشاہِ منصب بست، تو ہم فروش
 پڑنے طہرِ جہل میں ہر شکل ہے
 نئے اصول سے خالی ہے فکر کی آغوش

مرزا تو یہ ہے کہ یوں زیر آسمان جیوے
یہی اصول ہے سرمایہ سکون حیا
”ہزار گونہ سخن درد بان و لب خاموش“
”کدے گوشہ نشینی تو حافلہ محروم“
”بغیر مادہ صافی بیابک چنگ بوش“
”کھڑوش پائل ہے تو تو بسم اللہ“
”شک بزم ہیہ وزیر و سلطان“
”ہلاکے توڑے سنگ کس سے شیشہ ہوش“
پیام مرشد شیراز بھی مگر سن لے
”سہل تو تجھ سے تے اندر شاہ“
”کے ہے یہ سہ نہان غایب“
”چو پیر اطمین صدف سے نیت کوش“

شاعر

”جوئے مرزا فریاتی ہے کوہ سائے
”مست سے خرام کا سن تو زاپا پیم
”پی کے شراب لالوں کے کدہ بھارے
”زندہ ہی ہے کام لچر جس کو نسیم قرارے
”پھرتی ہے ادویوں میں کیا دختر خوش الم بارے
”کئی ہے عشق بازیوں سبز و مرغزارے
”جام شراب کے شکر سے اڑاتی ہے
”پست و بلند کے طے صیغوں کا پلائی ہے

شاعر دل نواز بھی بات اگر کہے کھری
 ہوتی ہے اس کے فیض سے نئے نئے زندگی پری
 شانِ خلیل ہوتی ہے اس کے کلام سے عیا
 کرتی ہے اس کی قوم جب اپنا شعار آزادی
 اہل زمین کو تحفہ زندگی وہ ام ہے
 خونِ جگر سے تربیت پاتی ہے جو سخاوری
 گلشنِ دہر میں اگر جوئے سے سخن نہ ہو
 پھول نہ ہو کھلی نہ ہو سبز نہ ہو چمن نہ ہو

نویسہ

۱۹۱۲ء

آئی ہے شرق سے جنگجو دہن سحر
 منزلِ ہستی سے کرباتی ہے ناموشی سحر
 مصلحتِ وقت کا آخر ٹوٹ جاتا ہے کھوت
 دیتی ہے ہر چیز اپنی زندگانی کا ثبوت
 چھپاتے ہیں پرے پائے پیغامِ حیات
 ہنستے ہیں شعلِ بگوش میں اہلِ حیات
 مسلمانِ امیدہ اٹھ رہے ہیں گمراہِ انوکھی جو
 وہ چمک اٹھا اُفقِ کرمِ تنہا ٹوہنِ جو
 دھبہ عالم میں یہ پایہِ شعلِ آفتاب
 دامنِ کائنات کا پیلہ ہوں یہ داغِ حساب

کسی کچ کو خنجر کون کا پیر سرگرم ستیز
چھر کسا تا کی بطل کہ آوا ب گمیز
ٹھرا پانچے ہشتے غریانی تھے
اور غریاں تھے لڑم ہے خود افشانی تھے
ہاں نمایاں تھے برق دیدہ خفاش
انے ل کون مکاں کے در مضمر فاش

دعا

یارب ادل سلم کو وہ زندہ تھے
پیر ادبی خاراں کے ہر فے کو چکا تھے
مردم تاشا کو پیر دیدہ بیسنا تھے
بھگتے تھے آتھو کو پیر تھے حرم لے چل
پیدا ہاں ریاں میں پیر شش مشر کر
ہن در کثمت میں چقب پیشاں کو
خود ادبی حاصل تھے آزاد بی ویا تھے
سینوں میں ابا لاکر اول صورت مینا تھے
جو قلب لاکر مٹے ہر شج کو تڑپا دے
پیر شوق تاشا تے پھروق تماخدا تے
دیکھا تے جو کچھ میں اور کچھ بھی کھلا تے
اس شکر کے ٹولہ کو پیر و مست صحرا دے
مجھیں خالی کو پیر شاد پیر لیا دے
وہ داغ محبت تے جو چاند کو شربا دے
خود ادبی حاصل تھے آزاد بی ویا تے
سینوں میں ابا لاکر اول صورت مینا تے

اس سہانیت کو اس حسیّت کا
میں پہلے فلاںوں اک اُجڑے فتنے کا
تاثیر کا سال پہن مستحکّم و آمانے

عید پر شعر لکھنے کی فرمائش کے جواب میں

یہ شام میں اک برگِ زر کوکتا تھا
نہ پائال کریں مجھ کو نثارِ جنِ چمن
ذرا سے تپتے نے بیتاب کر دیا دل کو
خزاں میں مجھ کو نہ لاتی ہے فیصلِ بہا
اُجاڑے ہو گئے عیدِ کنسن کے بچنے نے
کوششِ بادِ پستوں کی یادگار چوں میں

پیامِ شینِ سرتِ ہیں سُنا تہ ہے
چالِ میدانِ ہمدی سنس اُڑاتا ہے



فہرست عبد اللہ

عرب لڑکی جھڑا بس کی جنگیں خانہ کو پانی پلاتی ہوئی شہید ہوئی

۱۹۱۲ء

فہرست تو ابرو کے آفتاب سے گرم ہے ذوقِ تیری شہادتِ خال کا مسموم ہے
یہ سعادت تو سحر آئی تری قسمت میں تھی خاندانِ یس کی شالی تری قسمت میں تھی
یہ جہاد اللہ کے رستے میں بختیغ و سپر ہے جہادِ آخر میں تو شہادتِ کس قدر
یکہی میں کھستہ خزاں غم میں تھی اسی چنگاری بھی دایب اپنی خاکستر میں تھی
اپنے صحرائیں بتاتے ہو بھی پوشیدہ میں

بھیدیں جسے بول نہیں بھی ابیدہ ہیں

فہرست کو شہنشاہِ افغان کہتے غم میں ہے نذرِ عشرت بھی اپنے نازِ ماتم میں ہے
قص تیری خال کا کتنا شامِ انگیز ہے ذوقِ تیرے زندگی کے سوز سے لبریز ہے
ہے کوئی ہنسا تیری بے شمار شرم میں بل ہے ایک قومِ تازہ اس آغوشِ شرم میں
بے خبر ہوں چپان کی مستِ شہید میں آغوشِ وگیتا ہوں اُن کی اس رقص میں

تازہ خب کہ خضہ اس میں ہے غم
وہ اس سے ہم کو جن کی موج نور
جہاں میں ہے غم و غلٹ غارتہ آیم
جن کی غم و آہنا ہے قید صبح شام
جن کی تابی میں اندازہ کتنی ہے غم
اور یہ کہ کتب دیر کا پڑھ بھی ہے

شب نیم اور ستارے

اک ات یہ کہنے لگے شب نیم سے ستارے
چرخ نے تجھ کو میسر میں نکالے
کیا جانے تھو کہتے جہاں کیوہ نہیں ہے
جو بن کے نشان کے نشان کیوہ نہیں ہے
نہ ہونے سنی ہے یہ خبر ایک گاہ
انسانوں کی سنی ہے بہت دور فلک
کہ ہم سے بھی اس کشتہ لاکش کا فضا
گاہ ہے ستر جس کی محبت کا ترانہ

اے تازہ نہ پوچھو پختان جہاں کی
گلشن شہر ناک بستی ہے وہ آہ و فغاں کی
اے جہاں سے پٹ جانے کی خاطر
بے چاری کھلی کھلتی ہے مڑ جانے کی خاطر
کیا تم سے کہوں کیا میں منہ زخمی ہے
تھکا سکو آتی شعلہ بے سوز کھلی ہے

گل نازِ بیل کی صدا سن نہیں سکتا وہن سے مجھے توہیں کو چن نہیں سکتا
 ہیں نزعِ نازِ زلفت از غضب ہے اگتے ہیں خیر یہ گلِ خارِ غضب ہے
 دہتی ہے سدا ز کس بید کی ترا کھ دل طالبِ بخت رہے محرومِ نظرِ اکھ
 دلِ خستہ کر ہی من رہے ششاد زندانی ہے اور نام کو آزاد ہے ششاد
 تائے شہِ آہ ہیں نس کی باں میں میں گریہ کروں چوں گلستاں کی باں میں
 نادانی ہے یکروز میں طوفِ قمر کا سبھا ہے کردار میں ہے ہاں رخِ جگر کا

بنیاد ہے کاش نہ عالم کی چا پر
 فریاد کی تصویر ہے قسطِ فضا پر

محضرِ ادرنہ

یورپ میں جس گھڑی حق و باطل کی چٹرائی حقِ خیرِ آزمائی پہ مجبور ہو گیا
 کرو صلیبِ کرمِ سترِ حلقہٴ زندہ جاتی شکریٰ صہار ورنہ میں مصو ہو گیا
 مسلم پاجوئیں کے ذخیرے تھے تمام نئے نئے امید اکھ کے ستور ہو گیا
 اٹھ رہے عکسِ شریک کے حکم سے آئینِ جنگِ شہر کا ہستہ ہو گیا

ہر شے ہوئی ذخیرہ لشکر میں منتقل شاہیں گدائے ہارے مختصر ہو گیا
 لیکن فقیہ شہر نے جس دم سنی یہ بات گدائے شل صاف ستارہ طور ہو گیا
 توئی کا مال لشکرِ مسلم پہ چھسٹا فتویٰ تمام شہر میں مشہور ہو گیا
 چھوٹی نہ تھی ہنر، نصیحتی کا مال نون
 مسلم حکم کے مجبور ہو گیا

غلام قادر مسیحا

زمین کی قسوں کی لم جانا جو کہینہ پڑتا نکالیں شہرِ تیسویں کی اکھیں نکل نکلے
 دیا اہل حرم کو رقص کا فرماں ستم کرنے یہ انداز ستم کچھ کم نہ تھا آتما پر مشرے
 بھلا تھیں افسانہ نصرت کش کی ممکن تھی شناسا ہی حرم کی نازنیناں سن سے
 بنایا آداب ماں بے بیڈی نے فن کو نہاں تھا حسن جن کا چشم ہنرِ مادہ اختر
 لڑنے تھے دل تازک قدم مجبورِ بخشش تھے وہاں مریاتے ٹھن شہزادوں کے دیوے ترے
 بونسی کچھ دیر تک مجھ نظر اکھیں میری کی کیا کبر کے پیر آوازِ سر کو باہر مشرے
 کرے اٹھکے تیج جہاں تان شش فشاں مہولی بس آنسو رہا بانی چہل انجم جس کے چہرے

رکنا خیر کو آگے اور پس کر پوچ کر لین
تھنا کر رہی تھی نیند کو چشمِ ہر سرے
نبھا کے نکالے پانی نے آئینہ کی گھونٹ
نظر شرعاً کسی ظالم کی دغا کیہ نظر سے
پہر اٹھا اور تیر ہی حرم سے میں لگا کھنٹے
شکایت چاہیے تم کو نہ پوچھ اپنے ہمت سے
مراسد پہ سو جانا بناوٹ تھی تنگ تنگ تھا
کدھنٹ تو وہ ہے شایہ صفا ایسا بھگوت
یہ قصہ تھا مرا اس نے کوئی تیر کوئی بیٹی
مجھے غافل سمجھ کر دھڑالے میرے خیر سے

گم رہا از آخر فصل کیا سارے نڈے پر
حیث نام ہے جبر گشتی ہوئے طرے

ایک مکالمہ

اک مرغ سہلانے یہ کیا مرغِ ہوا سے
نرودا اگر تو ہے تو کیا میں نہیں نرودا!
گوشے پہا کیسے تو چوں ہیں ہیں ہوا گیر
آزاد اگر تو ہے نہیں میں بھی گرفتار
پر از خصوصیت ہر صاحب پر ہے
کیوں رہتے ہیں عرفین ہوا مالِ خندار
مجزع حیثیت جہ ہوتی مرغِ ہوا کی
یوں کہنے لگا سن کے یہ فقہارِ دلِ آزار
کہو شک نہیں کہ از میں آزاد ہے تو بھی
حد ہے تیری پرواز کی بس کہیں نرودا

واقف نہیں تو بہت مُرخان ہوا ہے تو نکال شہینِ اُغیر گنبد سے مگر
تو بیخِ سرائیِ غورِ شازدگان کی
ماورِ صمد و دانہِ پنجہم نہ وہ ہنسا

نیں اور تو

مذاقِ دمیے نا آشنا نظرِ بھر مری تری نگاہِ غفلت کی رازِ دانِ بھر کیا
رجینِ شکوہِ ایام ہے زبانِ مری تری سراپہ ہے وہ چہرِ آسمانِ بھر کیا
رکنا مجھے چمنِ آمادہ مثلِ موجِ نسیم عطاِ فلک کے کیا تجویدِ آشیانِ بھر کیا
فروز ہے سو سے سرائیِ حیاتِ ترا میرے نصیب میں ہے کاوشِ نیاں بھر کیا
ہوا میں تیرے پھرتے ہیں تیرے طیار مرا جہان ہے حشرِ بزمِ بربانِ بھر کیا

قویِ شہدیم چشہِ نا تو اس شہدیم چہ
چنینِ شہدیم چشہِ یا چناں شہدیم چہ
بہیج کو نہ دینِ خستہ قرار سے
تو کہ بد شہدئیِ ماغزاں شہدیم چہ

تضمین بشر ابوطالب کلیم

نہ بے توجہ کہ شہاد صاحب شریعت کا پس
 جس تجھے حلقہٴ مفاہم میں گم نہیں تھا سیر
 وہ نشانِ مجدد جو روشن تھا کلوب کی طرح
 دیکھ تو اپنا عمل، تجھ کو نظر آتی ہے کیا
 تیرے آبا کی نگاہِ بھل تھی جس کے واسطے
 خاف! اپنے اہشیاں اس کے سپرد آباد کر
 کہہ رہی ہے زندگی تیری کہ تو مسلم نہیں
 اے سلیمان! تیری غفلت نے گنوا یا وہ نکمیں
 ہو گئی ہے اس سے اب اشتنا تیر جی میں
 وہ صداقت جس کی بے باکی تھی حیرت افزا
 چاہی باطل تھے کاشانہٴ دل میں سکھیں
 نغزِ زن ہے طہِ مہسنی پر کلیم نکلتے ہیں

”سرکشی باہر کہ کوئی ایم او بایہ شکن
 شعلہ ساں از ہر کجا بر جستی آنچا بشیں“



شبلی حسانی

سلم سے ایک نذر قہر بال نے کہا
 تیرے سرو و فرست کے نغمے صوم نہ
 پھر چانس کے کسے سوچ نہیں بھی
 مردان کا رُو نمونہ کے سبب بادشاہ
 یوچان سے جو چین کے میں میریہ اذرا
 سلم سے کلام سے بے تاب جگیا
 کہنے لگا کہ دیکھ تو کیفیت خستہ
 خاموش ہے گئے چنستان کے اذرا
 شبلی کو رہے تھے ابلی گھستیں
 حال ہی ہو گیا سوئے فردا کس نہو

آکھوں کہ او ملخ کہ پرہ زباغبان
 قبل چفت نکل چشنید و صبا چارو

ارتقا

ستیزو کار ہاے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی کے شہارِ بولہبی
حیاتِ سعد مزاج و خیر و نور گہینہ
سرشت اس کی ہے شکل کشِ جفا پس
سکوتِ شام سے تا نغمہ سحرگاہی
ہزارِ حسد ہائے فغانِ نیم شبی
کشاکشِ خم و گدازِ پست و خروش
زخالیہ تیر و تھیں تابشِ شہی
مقامِ بہشت و فشار و سوز و کشید
میدانِ قتل و نسیان و استشربِ خمی
اسی کشاکشِ پریم سے زندہ ہیں اقوام
یہی ہے از تہِ تابِ ملتِ عربی

”مغناں کو دانہ انگوٹہ آبِ ہی نہ زندہ
تارہ می شکستہ آفتابِ می سازند“



صدیق

اک دن رسولِ پاکؐ نے اصحابؓ کے
ارشاد من کے فرطِ طرب سے عمر آٹھے۔
دل میں کچھ ہے تھے کہ صدیقؓ بننے
لائے غرض کہ مالِ رسولِ امیں کے پاس
ہو گیا حضورؐ فرما دئے اے عمر!
رکتا ہے کہ خیال کی خاطر ہی تو نے کیا؟
ہیں مالِ اہل حق میں ہیں تم میں مالِ دار
اُس وزان کے پاس تھے وہ کبھی نہ
بندہ کر کے گا آج مت دم سیرا مہوار
ایسا کی ہے مست نگر ابتدا سے کار
اے وہ کہ جوشِ حق سے تے دل کو ہے قرار
مسلم ہے اپنے طیشِ اقاؐ کا حق لڑا
کی عرضِ نصفِ مال ہے فرزندِ زن کا حق

باقی جو ہے وقتِ بیضا پہ ہے شمار

اتنے میں درستی بہت بھی کیا
لے آیا اپنے ساتھ وہ مردِ وفا شریک
ہر چیز جس سے چشمِ جہاں میں ہو اعتبار
اسی قہرِ شرمِ شرمِ شرمِ شرمِ شرم
کنے لگا وہ عشقِ بہت کا راز دار
بے حضورؐ پہاڑیے منکرِ خیال بھی

اے تجھے یہ مدد و غمخیز فرست گیا
اے تیری بات با محبت سخن نگار!
پروانے کو چراغ ہے قبل کو نپول بس
صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس

تہذیبِ حاضر

تضہین بشرفضی

حرارت ہے ہلاکیِ بادۂ تہذیبِ حاضر میں
بہرِ گل اٹھا بہنو کا بن کے نسل کا ترغی خالی
کیا حق کو جہنم کے آگے تہذیبِ حاضر نے
کوئی دیکھے تو شہرِ آفتابِ جہنمِ ماک
نئے اندازِ پائے نوجوانوں کی طبیعت نے
یہ رعنائی یہ سیداری یہ آزادی یہ بے باکی
تغیر آگیا ایسا تہذیبِ حاضر میں
ہنس سبھی گئی شہر میں شہر کی جگہ چاک
کیا کلم تازہ پروازوں نے اپنا آشیانہ لکھیں
منظرِ کنٹ و کھلا گئی ساحر کی چلا کی
حیاتِ تازہ اپنے ساتھ لائی لذتیں کیا کیا
رقابت، خود فرشی، ناخوشی، ہنسنا
فروعِ شمعِ نو سے برہم جسم جگمگا اٹھی
تو اے پروانہ! کہیں نہ شمعِ محفوظ اری
گر کستی ہے پروانوں سے میری کئی نذر اکی
چوین آتشِ خود کو اکر نکلے اری

والدِ مرحومہ کی یاد میں

ذرہ ذرہ دہر کا زندانیِ تقدیر ہے
 پردہٴ مجبوری و بے چارگیِ تدبیر ہے
 آسماں مجبور ہے ہشس ہتر مجبور ہیں
 انجمنِ سیلابِ پاؤں پر مجبور ہیں
 ہے شکستِ انجامِ غنچے کا سنبھلزار میں
 سبز و گل بھی ہیں مجبور نہ گھزار میں
 نفسِ نکیل چو یا آوازِ خاموشِ ضمیر
 ہے اسی زنجیرِ عالمِ گیر میں چرشتے اسیر
 آنسو پر ہوتا ہے جب یہ سترِ مجبوری حیاں
 خشک چو جاتا ہے دل میں اشک کا سیلِ رواں

قلبِ انسانی میں قصصِ حش و غم رہتا نہیں
 نغمہ رہ جاتا ہے، لطفِ زیر و بم رہتا نہیں
 علم و حکمت رہنما، اشک و آہ ہے
 یعنی اک الہ سس کا ٹکڑا دل آگاہ ہے
 کوچہ میزے باغ میں شبِ نیم کی شادابی نہیں
 آنکھ میسری مایہ دار اشکِ عجبانی نہیں
 جانتا ہوں آہ، میں آلامِ انسانی کا راز
 ہے نہوائے شکوہ سے خالی مری فطرت کا ساز
 میرے لب پر قصیدہ زیبِ زمینی و آسمانی نہیں
 دلِ مزاحیراں نہیں، خداں نہیں، گمراہیاں نہیں
 پر تری تصویرِ قاصدِ گریہ چہیم کی ہے
 آہ! یہ ترویدِ میری حکمتِ محکم کی ہے
 گریہ سرشار سے بنیادِ جاں پائندہ ہے
 درد کے عرفاں سے عقلِ سنگدلِ شرمندہ ہے

موجِ دُور آہ سے آئینہ ہے روشن مرا
گینچ آبِ آور دے مسور ہے دامن مرا
خیسرتی چوں میں تری تصویر کے اعجاز کا
سُخ بدل ڈالا ہے جس نے وقت کی پرواز کا
رفتہ و حاضر کو گویا پاپا اس نے کیا
عہدِ طغیانی سے مجھے پھر آشنا اس نے کیا
جب ترے دامن میں پلتی تھی وہ جانِ ناتواں

بات سے اچھی طرح محرم نہ تھی جس کی زباں
اور اب چرچے ہیں جس کی شوخیِ گفتار کے
بے بہا موتی ہیں جس کی چشمِ کوہِ بار کے
حلم کی سنجیدہ گفتاری، بڑھاپے کا شعور
ذنیوی حسد کی شوکت، جوانی کا غرور
زندگی کی اوجِ گاہوں سے اتر آتے ہیں ہم
صُعبتِ مادر میں طغیلِ سادہ رو جاتے ہیں ہم

بے تکلف خندہ زن ہیں، فکر سے آزاد ہیں
 پھر اُسی کھوئے ہوئے فردوس میں آباد ہیں
 کس کو اب چوکا وطن میں آوا سیرا آتلار
 کون میرا خط نہ کتنے سے رہے گا بے قرار
 خاکِ مرقد پر تری لے کر یہ مندریاد آؤں گا
 اب دُعا نے نیم شب میں کس کو نہیں یاد آؤں گا
 تربیت سے تیری میں غلبہ کا ہم قسمت ہوا
 گھر بھرے اجداد کا سرمایہ عزت ہوا
 دفتر ہستی میں تھی ندریں ورقِ تیری حیات
 تھی سراپا دین و دنیا کا سبقِ تیری حیات
 عمر بھر تیری محبت میری خدمت گر رہی
 میں تری خدمت کے قابل جب ہوا تو چل بس
 "جواں" قامت میں ہے جو شہرتِ سرا بلند
 تیری خدمت سے ہوا جو مجھ سے بڑھ کر بہر مند

کاروبارِ زندگانی میں وہ ہم سپرد مرا
 وہ محبت میں تری تصویر، وہ بازو مرا
 تجھ کو مثلِ طغلبے دست دیا روتا ہے وہ
 صبر سے نا آشنا صبح و سارا روتا ہے وہ
 تخم جس کا تو ہماری کشتِ جاں میں بولتی
 شکرِ کتبِ عنم سے وہ اُلفت اور محکم ہو گئی
 آہ! یہ دنیا، یہ ماتمِ حنائے برنا و پیر
 آدمی ہے کس ظلم و دشمنی فردا میں اسیر
 کتنی مشکل زندگی ہے کس قدر آساں ہے موت
 گلشنِ ہستی میں مانندِ نسیمِ ارزاں ہے موت
 زلزلے ہیں، بجلیاں ہیں، قحط ہیں، آلام ہیں
 کیسی کیسی دُخستراں، مادرِ ایام ہیں
 گنجۂ افلاس میں دولت کے کاشانے ہیں موت
 دشت و در میں شہر میں گلشن میں دیوانے ہیں موت

موت ہے چنگارِ آتشِ ہمِ خاموش میں
 ڈوب جاتے ہیں سینے سوچ کی آتش میں
 نے مجالِ شکوہ ہے نے طاقتِ گفت ہے
 زندگانی کیا ہے، اک ملحقِ ظلمِ افشار ہے
 قافلے میں غیرِ فانی و راکھ بھی نہیں
 اک مستراحِ دیدہ تر کے سوا کچھ بھی نہیں
 ختم ہو جائے گا لیکن استحا کا دور بھی
 ہیں پس نہ پردہ گردنوں ابھی دور اور بھی
 سینہ چاک اس گستاخ میں لالہ گل ہیں تو کیا
 نار و نیریا پر مجبورِ نعلِ جہنم ہیں تو کیا
 جھاڑیاں جن کے نقش میں قید ہے آہِ خزاں
 سبز کر دے گی انھیں باورِ بہارِ جاوید
 خستہ خاکِ پے سپر میں ہے شرارِ اپنا تو کیا
 عارضی محل ہے یہ نشتِ عیارِ اپنا تو کیا

زندگی کی آگ کا انجم خام خاکستر نہیں
ٹوٹنا جس کا مستدر جو یہ وہ گوہر نہیں

زندگی محبوب ایسی دیدہ شدت میں ہے
ذوقِ حفظِ زندگی ہر چیز کی فطرت میں ہے
موت کے ہاتھوں سے ہٹ سکتا اگر نقشِ حیات
عام یوں اس کو نہ کر دیتا فطرتِ کام کا تخت
ہے اگر ارزاں تو یہ سب جو اہل کچھ بھی نہیں
جس طرح مرنے سے جینے میں خلل کچھ بھی نہیں
آہِ غافلِ است کا راز نہاں کچھ اور ہے
نقش کی ناپائنداری سے حیاں کچھ اور ہے
جنتِ نظارہ ہے نقشِ ہوا بالائے آب
سوجِ مضطر تو ذکرِ تمہید کرتی ہے حباب
سوج کے دامن میں پھر اس کو چھپا دیتی ہے یہ
کتنی بید روی سے نقش اپنا ہٹا دیتی ہے یہ

پھر نہ کر سکتی جاب اپنا اگر پیدا ہوا
 تو نے میں اس کے یوں ہوتی نہ بے پروا ہوا
 اس روش کا کیا اثر ہے ہیئتِ تعمیر پر
 یہ تو تخت ہے ہوا کی قوتِ تعمیر پر
 فطرتِ ہستی شہیدِ آرزو رہتی نہ ہو
 خوب تر پیکر کی اس کو جھٹو رہتی نہ ہو
 آہ سیاب پریشاں، انجہم کروں فروز
 شوخ یہ چنگاریاں، بمنوں شب ہے جن کا سوز
 عقل جس سرِ زنو ہے وہ دستِ ان کی ہے
 سرِ زشتِ نوح اس ایک ساعتِ ان کی ہے
 پھر یہ انسان آس سوتے افلاک ہے جس کی نظر
 قدیوں سے بھی متا صدیں ہے جیا کی زوہر
 جو شاہِ شمع روشنِ محفلِ قدرت میں ہے
 اسماں ان نقطہ جس کی دستِ فطرت میں ہے

جس کی نادانی صداقت کے لیے بیتا ہے
 جس کا ناخن ساڑھتی کے لیے بھڑاب ہے
 شعلہ یہ کھترے کروڑوں کے شراروں سے بھی کیا
 کم بہا ہے آفتاب اپنا ستاروں سے بھی کیا
 شبنم گل کی آنکھ زیرِ خاک میں بے غما ہے
 کس قدر نشوونما کے واسطے بے تاب ہے
 زندگی کا شعلہ اس دانے میں جو ستور ہے
 خدائی نعمتِ نائی کے لیے مجبور ہے
 سرویِ مرت سے بھی افسردہ ہو سکتا نہیں
 خاک میں دب کر بھی اپنا سوز کھو سکتا نہیں
 ٹھیل بن کر اپنی ثروت سے نکل آتا ہے یہ
 موت سے گویا قبائے زندگی پاتا ہے یہ
 ہے لمحہ اُس ثقتِ آشفتہ کی شیرازہ بند
 ڈالتی ہے کروڑوں کروڑوں میں جو اپنی کسہ

سوت تجسیدِ مذاقِ زندگی کا نام ہے
خواب کے پرے میں بیداری کا ال پیغام ہے
خوگر پرواز کو پرواز میں ڈر کچھ نہیں
سوت اس گلشن میں بجز بخیدن پر کچھ نہیں

کہتے ہیں اہل جہاں درو اجل ہے لاودا
زخمِ فرقتِ وقت کے مرہم سے پاتا ہے شفا
دل مگر، غم مرنے والوں کا جہاں آبا ہے
حلقہٴ پنجبیرِ صبح و شام سے آزاد ہے
وقت کے افنوں سے تھمتا نالہ ماتم نہیں
وقتِ زخمِ تیغِ فرقت کا کوئی مرہم نہیں
سر پہ آجاتی ہے جب کوئی مصیبت کہاں
اشکِ پیسِ دیدہٴ انساں سے جھٹتے ہیں رواں
ربط جو جاتا ہے دل کو نالہٴ منسرایا سے
خونِ دل بہتا ہے آنکھوں کی سرشتِ آبا سے

آدمی تاپ شکیبائی کے کو محسوس ہے
 اس کی فطرت میں یہ اک احساس معلوم ہے
 ق جو ہر انسان عدم سے آشنا ہوتا نہیں
 آنکھ سے غائب تو ہوتا ہے غائب ہوتا نہیں
 رخت ہستی خاک عینم کی شعلہ افشانی سے ہے
 سرور یہ آگ اس لطیف احساس کے پانی ہے
 آہ، یہ ضبطِ فغاں غفلت کی خاموشی نہیں
 آگہی ہے یہ دل آسانی، منرا موشی نہیں
 پر وہ مشرق سے جس دم جلوہ گر ہوتی ہے صبح
 دماغ شب کا دامنِ آفاق سے دھوتی ہے صبح
 لالہ افسردہ کو آتش قب کر تی ہے یہ
 بے زباں طائر کو سرست نہا کرتی ہے یہ
 سینہ نمیل کے زنداں سے سرود آزاد ہے
 سیکڑوں نمیں سے باوجود ہم آباد ہے

خُشتگانِ لالزار و کوہسار و زرد بار
 ہوتے ہیں آخر عروسِ زندگی سے ہمنار
 یہ اگر آئینِ بستی ہے کہ جو ہر شام صبح
 مرقعِ انساں کی شب کا کیوں نہ ہو انجمِ صبح
 و ام یہینِ تخیل ہے مرا آفتابِ کبر
 کر لیا ہے جس سے تیری یاد کو میں نے اسیر
 یاد سے تیری دل دردِ آشنا مسور ہے
 جیسے کعبے میں دعاؤں سے فضا مسور ہے
 وہ فرائض کا تسلسل نام ہے جس کا حیات
 جلوہ گا میں اُس کی ہیں لاکھوں جہاں بے ثبات
 مختلف منزلِ ہستی کی رسم و راہ ہے
 آخرت بھی زندگی کی ایک بجلاں گاہ ہے
 ہے وہاں بے حاصلِ پشتِ اہل کے واسطے
 سازگار آب و چرخِ انجمِ عمل کے واسطے

نورِ فطرتِ طلعتِ پیکر کا زندانی نہیں
تنگ ایابِ علتِ افکارِ انسانی نہیں
زندگانی تھی تری مستاب سے تابندہ تر
غبتِ تما صبح کے تارے سے بھی تیرا سفر
مثلِ ابوابِ حسنِ مرقہ شہروزاں جو ترا
نور سے مسوریہ خالی شبستاں جو ترا
آسماں تیری لحد پر شبِ بنم افشانی کھے
بسزہ نور ستہ اس گھر کی تجھ بانی کھے

شعاعِ آفتاب

صبح جب میری نگہ سودا کی نظر تھی
آسماں پر اک شعاعِ آفتاب آوارہ تھی
نہیں نے پوچھا اس کج گئے سر پہ خطرہ
تیری جانبِ تکیا میں کیا کیسا اضطراب
تو کوئی چھٹی سی جہلی کچے جس کو آسماں
کر رہا ہے خرمینِ اقوام کی خاطر جواں

یہ تو ہے بیاہل سے تیری غم ہے کیا ہے یہ
رقص ہے آواز کی ہے جستجو ہے کیا ہے یہ

شخصہ چمکے ہیں میری سچی خاموشی میں
منضرب ہر دم میری تقدیر کہتی ہے مجھے
پڑش پائی ہے میں نے صبح کی آفتاب میں
جستجو میں لذتِ تنہا رکھتی ہے مجھے
برقِ آتشِ خود نہیں غفلت میں غمازی میں
مہرِ عالمِ تاب کا پیغامِ بیداری میں
سُرخِ لبِ کمرِ چشمِ انساں میں جاؤں گی میں
راستے جو بچہ چپا رکھا تھا وہ کھلاؤں گی میں

تیرے ستوں میں کوئی حلیہ بھاری بھی ہے
سوئے الوں میں کسی کو ذوقِ بیداری بھی ہے

عرفی

مملو کیا یہ تمہیں عرفی کے تغزل نے
فضلِ عشق پر تمہاری مہر نے نہ اسی
قصہ حق جس چہرے پر غائبِ سیما و خدائی
میر جس کے آنکھوں کو اب تک کشمکشِ
نہیں چمکاؤں عالم میں اب سامانِ بیابانی
میر نے لکھا کہ نہیں کی شہرتِ شکایت کی
کہ رخصت ہو گئی دنیا کی کیفیتِ بیابانی
میرِ اہلِ عالم میں تمہیں رکھا گیا ایسا

نہ ہر جہت چشم محفل آشتی کے لئے ہے
 کس کا شعلہ فریادِ غمِ ظلمت کے بالین کو
 نہ ہر جہت چشم محفل آشتی کے لئے ہے
 نہ اراغِ ترمی میں جو فوقِ نفس کے بلبل
 حدِ تربتِ آبی "شکوہ اہل جہاں گم کو
 خدی آئینِ ترمی اس محفلِ اراں میں

ایک خط کے جواب میں

ہنس بھی جو تو نہیں مجھ میں بہت تک
 ہزار شکوہ طبیعت ہے ریزہ کارِ مری
 حصولِ جا ہے ابستہ مذاقِ تلاش
 جہاں میں میں میں مثالِ حجابِ یاپاش
 کوفیضِ عشق سے ناخن رہا ہے سینہِ غراش
 چائے بزمِ طلحہیں دلیلِ مردِ الی
 کیا ہے حلقہِ نگینوں کے رازِ یفاش

گتِ حواست کہ باخضرِ زمیں باش
 نہاں چشمِ گندِ چو آبِ حیاں باش



ماہنامہ

قوم نے سینا کو تم کی ذرا پڑا نہ کی
آواہ قسمت ہے آواز حق سے خیر
اشکار اس نے کیا جو زندگی کا راز تھا
شیعہ حق سے جو منتور جو یہ جو مغل نہ تھی
آہ آتشور کے لیے ہندوستان غم خانہ ہے
برہمن سرش ہے اب تک سے چنڈا میں
بت کہ پھر بدبخت کے گھر میں شمع
قدر پہنچانی نہ اپنے کو ہر ایک دہان کی
غافل اپنے سہل کی شیرینی سے جوتے شجر
ہند کو کیکن خیال فتنے پر ناز تھا
بارش رحمت بھی کی لیکن زمین قابل نہ تھی
درد انسانی سے اس سستی کا دل کیا ہے
شیعہ کو تم جل رہی ہے مغل غیب میں
نور ابرہہ سیم سے آند کا گھر روشن ہوا

پھر انہی آفر صدا توحید کی پنجاب سے
چند لو ال مرد کامل نے جگایا خواب سے



کفر و اسلام

تضمین بر شمیر ترضی و انش

ایک ن اقبال نے پوچھا کہ ہم فوے
اتش نرو ہے اب تک جہاں میں شعلہ ریز
تھا جواب صاحب کیا کہ سلم ہے لک
ذوق ماضی ہے تو پھر لازم ہے ایان غلیت
ہے اگر دیوانہ غائب تو کچھ پڑا نہ کر
ماضی ہے شان حاضر، مہلت غائب مدام
شعلہ نرو ہے روشن زمانے میں تو کب
نور باچوں اتش نیک نہ نظر نہاں محسوس

اے کہ تیرے نقش پائے او ہی سینا چمن
چو کیا آنکھوں کچنہاں کیوں ترسو کر کمن
چھو کر غائب کو تو حاضر کا شیدائی نہ پن
دوست خاستہ ہے تیری نئی مذکی کا پیہن
مختصر او ہی منداں میں کچھ کھیس زن
اص صحت کو متھکے ہے بطل جان و تن
”شع خود را می گذارد و بر لب شبنم
نور باچوں اتش نیک نہ نظر نہاں محسوس“



بدلتا

لکھا ہے ایک مغربی حق شناس نے
جہلاں کو سکندرِ رومی تھا ایشیا
ایں تسلیم میں جس کا بہت جہت اہم
کہوں سے بھی غنیمت نہ ہو سکے تمام
تاریخ کو پس ہے کہ رومی کے سامنے
دنیا کے افسانہ بنیم سپاہ کو
حیرت کے دیکھتا تھا کبیل قائم
کج ایشیا میں کس کوئی جانتا نہیں

تاریخ وہاں ہی اسے پہچانتا نہیں

لیکن بولتا، وہ حبشی اور مستیر
جس کا میں ازل سے ہوا سینہ بولتا
فطرت تھی جس کی نورِ نبوت کے متیر
مخدوم نہ جس کے چرچا ہنشا فقیر
کہتی ہے جہنم کے ہم پہلے ہر
ہر تاج جس کے سر میں تھا
ہے تازہ آج تک وہ نوائے جگر گراز
صد میں کے سن لے کے گوشِ حیرت

اقبال اس کے عشق کا فیضِ عام ہے
زخمی صفا تھا، حبشی کو وہ ام ہے

مسلمان اور تعلیم

تضمین برسرِ ملکِ تمہی

نہشہ کی تعلیم تمہی اے مسلم شہریہ
بہلے زمانے کی جوار، ایسا نہیں لگایا
وہ شہرہ شن تر اُٹھلت کر زباں جس سے تمہی
شیدائی غائب نہ رہا دیوانہ سمجھو جو
مکمل نہیں اس باغ میں کھینچش ہو بار آور ہی
اس دور میں تعلیم ہے اراضِ وقت کی دا
رہبر کے ایسا سے تمہا تعلیم کا سودا ہے
لیکن چٹانگستہ ہیں دیکھے نبون بختی ہی
یک لکھ نائل شتم و سدا از اسلم و شدہ

لازم ہے ہر کے لیے دنیا میں سامان سفر
تھے جو عراق تیت کہیں اب چیت ہے کس عز
کھٹ کر ہوا مثل شہر تاسے سے بھی کم دور تر
غالب ہے اب اوقام پر صوبہ جہانگیر کا
فرسودہ ہے چند اترا ازیرک ہے مرغِ تیر کا
ہے خانِ فارس کے لیے تعلیم شن شہر
واجب ہے اگر کوہِ تمہیل فرماں خیر
”رفتم کہ خدا از پاکشتم، محل نماں شد از نظر
یک لکھ نائل شتم و سدا از اسلم و شدہ“



پھولوں کی شہزادی

کھل کے کہہ رہی تھی ایک دشنیم گھٹا میں
رہی میں ایک شت نچنے لگے باغِ حنا میں
تسک گھٹاں کی کیفیت سرشار ہے ایسی
تکد فوسسٹاں میں ہے سیری چشم حرا میں
نڈے کوئی شہزادی ہے ماکم اگھٹاں کی
کو جس کے نقشِ پاپے پھول ہر جہاں بیان میں
کبھی تیرا پانس کے لکڑیاں گھٹاں میں
چپا کر اپنے ہن میں گھٹاں میں ہوسے مل

کھل بولی سر آراہادی ہے شہزادی
دشن جس کی شوک سے ہر شجر بھی گھٹاں میں
مکوفت تری افست نہ ابریم کی شان بھی
نہیں ممکن کہ تو پہنچے ہادی نیم شیں میں
پہنچ سکتی ہے تو لیکن بہادی شہزادی تک
کئی کو وہ کھٹے کا اشک شیں میں
نظر اس کی پیام عید ہے ہن ختم کو
بنادیتی ہے کو ہر ختم ہوں کے اشک شیں میں

تضمین بر شعربتاب

کہاں اقبال تونے بنایا اشیاں اپنا
نہا اس باغ میں بسل کو ہے سامانِ سوائی

جب پر فلک نے ورقِ قیام کاٹا
آیا ہے کمر اس عقیدوں میں تر نازل
اکی بیحد، پاؤں کے تھیم سے سنا
دنیا تو اعلیٰ ملکِ نرویں گریب پر روز
ہیں ہر سمت صد میں بھی پیدا ہو رہی
نہر بے کج گہلی منہ راہ ہے باقی
بنیاد لڑ جاتے جو دیوارِ حسن کی
پانی نہ ملا نرم زمیں سے جو اس کے
یہ ذکر حضورِ شریعت میں نہ کرنا
بھیس نہ کہیں ہند کے سلم مجھے غماز

خفا تو اس یافت ازاں غارِ کشتیم
وینا تو اس یافت ازاں چشمِ کشتیم
(مستحق)

مذہب تضمینِ بشرِ میرزا بیدل

تعلیم پر غفلت نہ مغربی ہے یہ
پیدا کر نظر سے نہ چہ آشنا تو کیا
ناہاں میں جن کو ہستی غائب کی ہے تلاش
چے شیخ بھی مثالِ برہنِ صنم تراش

محموس پر پنا ہے محسوس جیگر کی
اس دور میں ہے شیشہ عتاد کا پاش پاش
مذہب ہے جس کا نام وہ ہے اک جنونِ غام
جس جس آدمی کے تختیل کو نشا
کنا کمر ہے فلسفہ زندگی لچھ اور
مجھ پر کیا یہ مرشدِ کامل نے سازش
”باہر کمال اند کے آشنائی خوش است
ہر چہ متبل گل شدہ ہی بے جنوں شبا“

جنابِ یرموک کا ایک واقعہ

صنعتی تہذیبِ عرب کے جوان تین بند
تمنی مختلف جنالِ عروس بن مرثیہ شام
اک نوجوان صورتِ سیلابِ مضطرب
اگر نہوا ایسے عساکر سے ہم کلام
اے بوجہ سیدِ نصیب پکار دے مجھے
لبریز ہو گیا مرے صبر و سکون کا جام
بے تاب ہو رہا ہوں فراقِ رُخسار میں
اک دم کی زندگی بھی محبت میں ہے حرام
جاتا ہوں میں حضورِ رسالتِ چناؤ میں
لے جاتوں کا خوش سے اگر ہو کوئی پیام
یہ ذوق و شوقِ دیکھ کے پر غم ہوئی وہ آنکھ
جس کی نگاہ تھی صفتِ تیغِ بے نیام
یہ لایا سیہِ رنج کہ وہ نوجوان ہے تو
پیر میں پھریے عشق کا وہا جب ہے احرام

پوری کہ خدا کے مستحق تیری مراد کتنا بلند تیری محبت کا ہے مقام
پہنچے جو بارگاہ رسول امیں میں تو کرنا یہ عرض میری طرف سے پس اسلام
ہم پر کرم کیا ہے خدا نے غور نے
پوئے ہے جو جس کی تھے حضور نے

مذہب

اپنی حق پر قیاس تو ہم مغرب کے ذکر خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی
ان کی جمیت کا ہے ملک مذہب پر انحصار قوت مذہب کے حکم ہے جمیت تھی
داسن دیں ہاتھ سے خود تا جمیت کیا
اور جمیت ہوئی نصحت تو حق بھی لئی

پیوستہ شجرہ شمس بہار رکھ

ذال کئی فصل خزاں میں شجرے ٹوٹ ٹکٹن نہیں چری جو سحاب بہار سے
چلا زوال صد خزاں ٹکٹن واسطے کچھ واسطہ نہیں ہے اُسے برباد سے

ہے تیرے نگہات میں بھی فصلِ شربت کا نور
خالی ہے جیبِ گلِ زہرِ کاملِ میہ سے
جانِ فرخِ نر تھے غلوتِ اوراق میں طیور
مخت ہے تھے شجرِ سایہ دار سے
شبنمِ بزمِ سے سبقِ اندوہ کا کٹو
نماشنا ہے ت صفہ روزگار سے
وقت کے ساتھ رابطہ استوار رکھ
پوستہ رہ شجر سے نہیں جدا رکھ

شبِ معراج

انترِ شام کی آتی ہے نکال کے آواز
سجدہ کرتی ہے عمر جس کو، ہے کج کی رات
رویک نام ہے جہنم کے لیے عرشِ برپا
کہہ رہی ہے یہ بیان سے معراج کی رات

پھول

تجے کوین ٹکڑے لے گلِ اصلا پائیل کی
تو اپنے پرچن کچال تو پہلے دھو کر لے
تسا آبرو کی جو اگر گلزارِ ہستی میں
تو کانٹوں میں الجھ کر زنگی گئے کی نہ کر لے
صنوبر باغ میں انار بھی چھاپا بگل بھی ہے
انہی پائیل میں حاصل آزادی کو تو کر لے

تنگ بخش کہ ہفتا ہے پیغامِ خیال ہے نہ رشتہ شبنمِ بکھنوں عام ہو سکرے
 نسیمِ شاہجہاںِ مہین سے توجہ کر جو کوئی تدریسِ مکمل کوئی یہ کھل کرے
 چمنِ غنیمتِ گل سے یہ کہہ کر ادا شبنم مذاقِ جھنجھوچ تو پیدا نہ ہو کرے
 اگر غم نہ ہو تو خزانِ ہشتاد ہزار جہاں تک بوٹے پہلے قطع آرزو کرے
 اسی میں کہ غنیمت ہے کمالِ نیک تیرا
 تجھ کو نہ رشتہ اس کوئی آئینہ نہ کرے

شکایت

شوقِ صبح کو دیا کاغذِ ام آئینہ نہ رشتہ شام کو خاموشیِ شام آئینہ
 بلبلِ گل آئینہ حاضرِ زیبا ہے بہا شاہی کے لیے جلدِ جام آئینہ
 حسنِ آئینہ حق اور دل آئینہ مجھ دلِ نساں کو ترا حسنِ کلام آئینہ
 جتنے غمِ خاکس سے کہاں ہستی
 کیا تری غفلت ہفتا ہستی
 تجھ کو جب یہ دیا طلب نہ ٹھوٹا تاجِ شہید میں شہید کی پناہ نہ دیا

چشم عالم سے تو ہستی پہی ستوری
اوج عالم کو تیری آنکھ نے غراں کیا
خفا اسرار کا فطرت کو ہے سودا ایسا
رازوں پر نہ کر کے کی کوئی پیدا ایسا

میں اور تو

زیلہ جبر میں کلیم کا نہ قرینہ تجھ میں خلیل کا
میں نوائے ہمت و کھنڈ تو پر یہ رنگ دیندو
مرا عیش غم مرا شد غم مری بوہنم نفس عدم
وہم زندگی ہم زندگی غم ہم زندگی
ترنجی حال میں ہے اگر سر تو خیال فقر و فغان نہ کر
کوئی اسی طرزِ بلا ف شو مجھے اپنے حرم بہتا
گم گنجائے فانا کو حرم کو اہل حرم سے ہے
یہ تیز و کادو جان نئی نہ صرف پہنچ گئے
کرم نے شہزادہ عجم کو کھسکے ہیں مفر کرم

میں خاک جانتے سامری تو قسین شہزادہ آدھی
میں حکایتِ غم آرم تو شہزادہ شہزادہ آدھی
تراں حرم گم اگر مجھ سے تراویں شہزادہ آدھی
غم نہ کر ستم نہ لگا کر کسی شہزادہ آدھی
کہ جہاں میں تاج شہزادہ ہے اور تہذیب
کہ تہہ پہنک کہ شہزادہ ہے وہی شہزادہ
کسی شہزادہ کے سر پہ تاج کون کہے نہ ہو شہزادہ
وہی فطرت اسد القی ہے وہی حرمی ہے حرمی
وہ کہ کہ تو نے حکایت کیا ہے چنیں مانع کندی

اسیری

ہے اسیری اعتبارِ افواجِ پہ فطرتِ بند
 قطرہ نیاس ہے مذاہنِ صدف کے ارجند
 مشکبِ انور چیز کیا ہے اک لہو کی ہوند ہے
 مشکبِ بن جاتی ہے ہر کرناخِ آئینہ میں بند
 ہر سی کی تربیت کتنی نہیں قدرتِ مگر
 کم ہیں وہاں کہ ہیں نامِ قفسِ کبر مند
 ”شہرِ زانغ و زغریٰ بندِ قید و حد نیست
 اس حالتِ قفسِ شہزادہ شاہیں کو اندہ“

درِ نوزہٴ خلافت

اگر ملک ہاتھوں بجاتا ہے جائے
 تو احکامِ حق سے نہ کرے بے وفائی
 نہیں تجھ کو تاریخ سے اگلی کیا
 خلافت کی کرنے لگا تو گدائی
 غریبوں میں نہ جس کو ہم اپنے لہو سے
 مسلمان کو ہے تنگ وہ پادشائی
 ”مرا از شکستن چنان عار ناید
 کہ از دیکہاں نہ استن رویائی“

ہمایوں (مشر بس شادوین مرحوم)

اے ہمایوں زندگی تیری سراپا سوز تھی تیری چنگاری چہ راغ انجمن افروز تھی
 کچھ تاثیر تیرے جنت کی نزار و درونہ تھی سائے کی طبع کشش تیری طبع بند
 کس قدر بے باک دل اس ناتواں پیکر میں تھا شعلہ کزوں نے وہاں شبت خاکستر میں تھا
 موت کی سکین دل و انا کو کچھ پڑا نہیں شب کی خاموشی میں غم سنگ ستروا نہیں

موت کو بے ہوش غافل خستہ نام زندگی
 ہے پیش نام زندگی شمع و اہم نام زندگی



خضرِ راہ

شاعر

سائل دریا پہ میں اک رات تھا غمِ خضر
کشتہ دل میں ٹھپائے اک جہاںِ خطر
شب سکوتِ امنِ را، بھرا آنسو وہ، دریا نرمِ خیر
تھی غمِ خیر میں کہ یہ دریا ہے یا تصوِ آب
جیسے کہارے میں سو جاتا ہے طفلِ شیرِ خوار
سرجِ مضطر تھی کہیں گہرائیوں میں ستِ خواب

رات کے انٹوں سے طائر آشیانیوں میں اسیر
 انجم کلم شہ گرفتار غلیم ماہتاب
 دیکھتا کیا چوں کہ وہ پیاہ جہاں سپا نظر
 جس کی پیری میں ہے ناندِ بحر زنگِ شباب
 کہ رہا ہے مجھ سے لے جوئیے اسرارِ ازل
 چشمِ دل وا ہو تو ہے تعترِ عالم بے حجاب
 دل میں یہ سن کر بپا ہے سنگارِ محشر ہوا
 میں شہیدِ جستجو تھا، یوں سخن ستر ہوا
 اسے تری چشمِ جہاں میں پر وہ طوفانِ آشکار
 جن کے ہنکے ابھی دریا میں سوتے ہیں خموش
 کشتیِ مسکین، و جانِ پاک، و دیوارِ یتیم
 علمِ نواہی بھی ہے تیسے سانسِ حیرتِ فروش
 چوڑ کر آبادیاں رہتا ہے ٹوٹتے ہوئے
 زندگی تیری ہے بے روز و شب و فردا و دوش

زندگی کا راز کیا ہے، سلطنت کیا چیز ہے
اور یہ سرمایہ و منت میں ہے کیسا خروش
جو رہا ہے ایشیا کا حشر تو دیرینہ چاک
نوجواں اقوام تو دولت کے ہیں پیرایہ پوش
گرچہ اسکندر رہا محسوسم آب زندگی
فطرت اسکندری اب تک ہے گرم ناؤ نوش
بیچتا ہے ہاشمی ناموس وین مصطفیٰ
خاک و غوں میں مل رہا ہے ترکمان سخت کوش
اگل ہے، اولاد ابراہیم ہے، نمرود ہے
کیا کسی کو بھپکری کسی کا امتحاں مقصود ہے!



جوابِ خضر صحرانوردی

کیوں تعجب ہے مری صحرانوردی پر تجھے
 یہ تگا پوئے دامِ زندگی کی ہے وسیل
 اے رہینِ حیاتِ ثناء نے وہ سماں دیکھا نہیں
 کوئی جنت ہے جب فضا نے دشت میں بلبلِ حیل
 ریت کے نیلے پہ وہ آنسو کا بے پروا حشرِ رام
 وہ حشرِ بے ریل و سماں وہ سفرِ بے سنگ و پیل
 وہ نمودِ اختِ سیلابِ پارِ سنگِ خرمِ صبح
 نایاں باہم کردوں جے حسینِ حیرین
 وہ سکوتِ شامِ حشرِ امینِ غروبِ آفتاب
 جس سے روشن تر چوٹی چشمِ جہاں ہیںِ حسیل

اور وہ پانی کے چشمے پر مست ہم کارواں
 اہل ایساں جس طرح جنت میں گر و سبیل
 تازہ ویرانے کی سودائے محبت کو تلاش
 اور آبادی میں ٹو بنجیہری کشت فخیل
 چنختہ تر ہے گردشِ پیہم سے جامِ زندگی
 ہے یہی اسے بے خبر رازِ دوامِ زندگی

زندگی

برتر از اندیشہ سود و زیاں ہے زندگی
 ہے کہیں جاں اور کہیں تسلیم جاں ہے زندگی
 تو اسے پیمانہ امروز و سنہ اسے نہ ناپ
 جاہ و ان پیہم و ان ہر دم جاں ہے زندگی
 اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے
 دہر آدم ہے، خمیر کن فکاں ہے زندگی

زندگانی کی حقیقت کو پہن کے دل سے پوچھ
جئے شیر تویشہ و سنگِ گھاں ہے زندگی
بندگی میں گھٹ کے رہ جاتی ہے اک بجئے کم آب
اور آزادی میں جبر بے کراں ہے زندگی
آتش کارا ہے یہ اپنی قیمتِ تسخیر سے
گرچہ اک مٹی کے پیکر میں نہاں ہے زندگی
فلذمِ ہستی سے تو ابھر ہے مانندِ حباب
اس زیاں خانے میں تیرا امتحاں ہے زندگی
خام ہے جب تک تو ہے مٹی کا اک انبار تو
پُختہ ہو جائے تو ہے شیر بے زہار تو
ہو صداقت کے لیے جس دل میں مرنے کی تڑپ
پہلے اپنے پیکرِ خالی میں جہاں پیدا کرے
نچوٹک ڈالے یہ زمین و آسمانِ مستعار
اور خاکِ تر سے آپ اپنا جہاں پیدا کرے

زندگی کی خوش پہناں کو کروے آشکار
تا یہ چنگاری قسطنطنیہ جاوے
خاکِ شرق پر چمکے بجائے مثالِ آفتاب
آبخشاں چہرہ ہی محلِ گلاں پیدا کرے
نئے کروں نالہ شب کیے کامیے بغیر
مات کے تاروں میں اپنے رازِ داں پیدا کرے
یہ کھنڈی محشر کی ہے، تو عرصہ محشر میں ہے
پیش کر عنفل، عمل کوئی اگر دفتر میں ہے

سلطنت

اجبت اوس تجھ کو رمز آئیہ اِنَّ الْاَمْلٰکَ
سلطنت اقوام غالب کی ہے اک جاؤ گری
خواب سے بیدار چو تاسے قدامتِ کرم الکر
چہرہ دیتی ہے اس کو خندیں کی ساحری

جادوئے محسوس کی تاثیر سے چشم ایاز
 دیکھتی ہے جلستہ گردن میں سازِ دلبری
 ٹخن اسدِ ایل آجاتا ہے آئندہ جوش میں
 توڑ دیتا ہے کوئی سُوسنی طبعِ سامری
 سرورِ یزید با فقط اشرفیات بے ہمتا کو ہے
 خسکراں ہے اک وہی باقی بیتِ انِ ندی
 از غلامیِ فطرت آزاد را مرسوا کُن
 تا تراشی خواجہ لے از برہمن کا منہ تری
 ہے وہی سازِ کُنِ مغرب کا جمہوری نظام
 جس کے پروں میں نہیں غمِ یزید نوائے قیصری
 دیوِ استبدادِ جمہوری قبای میں پائے کوب
 ٹوس جیتا ہے یہ آزادی کی ہے نیکم پرپی
 مجلسِ امنِ صلاح و رعایات و حقوق
 طبِ مغرب میں مزے میٹھے اثرِ خوابِ آوری

گر ہی گفتہ اعضائے مجالس، الاماں؛
یہ بھی اک سرمایہ داروں کی ہے جنگِ زرگری
اس سرمایہ نگہ نو کو کھڑے ہوتاں سمجھا ہے تو
اے نادانِ اقصیٰ کو اشیائیں سمجھا ہے تو

سرمایہ و محنت

بندۂ مزدور کو جب کر مراپنِ مے
بخضر کا پین کیا ہے یہ پیامِ کائنات
اے کہ تجھ کو کھایا سرمایہ دارِ حیدر
شیخِ آچہ پر رہی صدیوں ملکِ تیری برات
دستِ دولتِ آئیں کو مزدوریوں طہی رہی
اہلِ ثروت جیسے دیتے ہیں غریبوں کو زکات
سحرِ التوط نے تجھ کو دیا برکِ حشیش
اور تھو لے بے خبر سمجھا اسے شیخِ نبات

نسل، قومیت، بھیا، سلطنت، تہذیب، رنگ
خوابوں نے خوب چن چن کے بندے، شکرات
کٹ مڑا، اداں خیالی دیوتاؤں کے لیے
شکر کی لذت میں ٹوٹا، کیا نعمتِ حیات
مگر کی چالوں سے بازی لے گیا سرمایہ دار
انتہائے سادگی سے لگا، کیا مزدور مات
اٹھ کہ اب بزمِ جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے
ہمتِ عالی تو دیا بھی نہیں کرتی قبول
غنچہ ساں غافل تھے دامن میں شبنم کب تک
نغمہ بیداری جمہور ہے سامانِ عیش
رقعتہ خواب آور سکندر و جم کب تک
انقلابِ تازہ پیدا بطنِ کینتی سے چھوڑا
آسمانِ اژدہا بے ہوتے ماروں کا ماتم کب تک

توڑ ڈالیں فطرتِ انساں نے زنجیرِ تمام
دورِ جنت سے روئی چشمِ آدم کب تک
باغبانِ چارہ مند سے یہ کہتی ہے جہاں
زنجیرِ گل کے واسطے تیرے دم کب تک
کر ملکِ ناداں بطوافِ شمع سے آزاد ہو
اپنی فطرت کے تجلی زار میں آباد ہو

دنیا سے سلام

کیا سنتا ہے مجھے ترکِ عرب کی ہستان
مجھے کچھ پتا نہیں مسلمانوں کا سوز و غما
مے کے تیش کے فرزند میراثِ خلیل
خشبِ بنیادِ علیا بن لئی خالِ حجاز
جو کتنی رسوا زمانے میں کھلا لالہ رنگ
جو رہا ناز تھے ہمیں آج مجبورِ نیک

لے رہا ہے سے فروشان فرشتوں سے پاس
 وہ سے کس طرح جس کی ہے مین گدا
 حکمت مغرب کے وقت کی کیفیت چوتی
 ٹکڑے ٹکڑے جس طرح سے گدا دیتا ہے گدا
 چوکیا مانند آب ازناں سداں کالہو
 مضطرب ہے تو کتیرا دل نہیں دتا ہے
 گفت رومیؒ "پیر ہائے گدا کا باواں کسند"
 می ندانی "اقول ان بنیاد را ویراں کسند"
 "نیک ہاتھوں کے کیا ہمت کی اکھیں کھل گئیں"
 حق ترا چشمے عطا کر دست منسل درنگ
 میسائی کی گدائی سے تو بہتر ہے شکست
 نور بے پر! حاجتے پیش سیدانے ہر
 ربط و خبط ملت جہاں ہے شرق کی نجات
 ایشیا والے ہیں اس نکتے سے اب تک بچے

پھر سیاست چھوڑ کر واخل صبا دیں میں
 ننگ دولت ہے فقط حفظِ حرم کا آلِ شر
 ایک ہوں سلمِ حرم کی پاسبانی کئے لیے
 نیل کے ساحل سے لے کر تاجِ خال کا شجر
 جو لے گا امتیاز رنگِ سخن بٹ جائے گا
 شرکِ حشر کا ہی جو یا اعرابی والا کمر
 نسلِ اسلام کی مذہب پر مقدم چو لٹی
 از کیب دنیا سے تو ہنس نہ خاک رہ کور
 تاحِ خلافت کی پناہ دنیا میں جو پھر ہستوار
 لاکھیں سے ٹھہروں نہ کر اسلاف کا قلبِ بیکر
 اے کہ نشناسی خفی را از جلی شیار باش
 اے گرفتارِ انوکھ بن و علی شیار باش
 عشق کو منہ ریاہ لازم تھی سو وہ بھی چو چکی
 اب ذرا دل تمام کر منہ ریاہ کی تاثیر دیکھ

ٹوٹنے کی حالتِ رفتار دیا کا عروج
 سورجِ مُخْطَب کس طرح بنتی ہے اب بخیر دیکھ
 عامِ خُزیت کا جو یکساں خوابِ اسلام نے
 اے سداں آج تو اُس خواب کی تعبیر دیکھ
 اپنی حق کُترِ سندر کو ہے سامانِ وجود
 مر کے پھر جوتا ہے پیدا یہ جہاں پر دیکھ
 کمالِ کائنات میں ہے آئینہٴ تقدیر میں
 آنے والے نور کی زحمتِ دل سے ال تھویر دیکھ
 از خود مستند ہے ال اور بھی لڑیں کے پاس
 سانے تمہارے کے مصلحتی تبیر دیکھ
 سلمِ استی سینہ را از آرزو آباد وار
 ہر زمانِ پیشِ نظرِ لایِ تَخْلِیفِ التَّجَادُوار



طلوعِ اسلام

دیلِ ضیغ روشن ہے ستاروں کی تنگ تابی
 آفت سے آفتاب ابھرا، کیا دورِ گراںِ خوابی
 عسہِ موقیٰ مُردہٗ مشرق میں ٹھہر نہ گئی ٹوڑا
 سجدہ سکتے نہیں اس آداسینہٗ مہربانی
 سداں کو سداں کو دیا ملوثانِ ہنر نے
 تلامہ ہستہٗ دیا پس سے ہے گوہر کی سیرالی
 حلاوتوں کو پھر دیکھو حق سے چمکے والے
 شکوہ ترکمانی، نہ ہین ہندی، بھلقِ افسرانی
 اثرِ کچھِ خواب کا غنچوں میں باقی ہے تو لے بھلی
 تنوارِ تلخِ ترمی زن چہ ذوقِ نغمہٗ لم یابی
 تحبِ صحنِ چین میں آشیاں میں شاخاؤں میں
 جہاں سے ہے ہو سکتی نہیں تبتِ یرسیالی

وہ چشمِ پاک ہیں کیوں زینتِ گریستاں دیکھے
 نظر آتی ہے جس کو مریضِ نازی کی جگہ تابی
 خمیرِ لالہ میں روشن چراغِ آرزو کرے
 چمن کے ڈرتے ڈرتے کو شہیدِ جستجو کرے
 سرِ شامِ چشمِ نسیم میں ہے نیاں کا اثر پیدا
 خلیل اللہ کے دریا میں ہوں کے پھر لہر پیدا
 کتابِ قتِ بیضا کی پھر شیرازہ بند ہی ہے
 یہ شانِ ہاشمی کرنے کو ہے پھر ریل و بر پیدا
 ربوہ آں ترکِ شیرازی دلِ تیرِ بزمِ کابلِ ادا
 صبا کرتی ہے بونے گل سے اپنا ہم پیدا
 اگر عثمانیوں پر کوہِ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے
 کہ خونِ صمد ہزارِ انجم سے جوتی ہے سحر پیدا
 جہاں بانی سے ہے نوشادر کا جہاں بینی
 جگرِ نوحں جہ تو چشمِ دل میں جوتی ہے نظر پیدا

ہزاروں سال نرس اپنی بے ثوری پڑھتی ہے
 بڑی شکل سے جو تپ ہے چمن میں ویدہ ویدہ
 نواہیرا جو انجیل کہ جو تیرے ترنم ہے
 کہو ترکے تین نازک میں شاہیں کا جب پیدا
 ترے سینے میں ہے پوشیدہ راز زندگی کہ ہے
 مسلمان سے حدیث سوز و ساز زندگی کہ ہے
 خدائے لم یزل کا دست قدرت تو زبان تو ہے
 یقین پیدا کرے غافل کہ مغلوب کس تو ہے
 پر ہے چرخ نیل غام سے منزل مسلمان کی
 ستارے جس کی گرد راہ ہوں ، وہ کارواں تو ہے
 مکان مانی ، بکھیں آئی ، ازل تیار ، ابد تیرا
 خدا کا احسن پیغام ہے ، جاوواں تو ہے
 جانبہ عروس لالہ ہے خون جگر تیرا
 تری نسبت برابری ہے سچا جہاں تو ہے

ترقی فطرت میں مجھے مکناتِ زندگانی کی
 جہاں کے جو شخص کہہ گا گویا امتحان تو ہے
 جہاں اب تک ہے عالمِ جاوید کی غلط
 نہایت سارے جس کو لے لیتی وہ ارضان تو ہے
 بیگت ہرگز شربتِ بیضی سے پیدا
 کہ اتمامِ زمین ایشیا کا پاسباں تو ہے
 سبقِ پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
 لیا جائے گا تجھے کامِ دنیا کی امامت کا
 یہی تصورِ فطرت ہے، یہی رمزِ مسلمان
 ثنوت کی جہاں گیری، محبت کی فراوانی
 بتیں نیکوں کو توڑ کر حق میں کلمہ چھپا
 نہ ٹوڑائی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی
 میانِ شاخساران صحبتِ مرغِ چمن لبِ لعل
 ترے بازو میں ہے پروازِ شاہِ قیامتِ ستانی

کمانِ آباہستی میں میتیں مڑ سداں کا
 بیاباں کی شبِ تاریک میں قندیلِ بہانی
 بٹا یا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے
 وہ کیا تھا، زورِ وحیدؔ، فقرِ نوؔ، جہدِ حقِ سُلثانی
 چوئے احرارِ ملتِ جاویدِ پیاسِ تھبل سے
 تماشائیِ شکافِ در سے ہیں صدیوں کے زندانی
 ثباتِ زندگی ایسا عجیب کم سے ہے دنیا میں
 کہ آسانی سے ہی پائندہ تر نکلا ہے ثورانی
 جب اس انکارِ خاکی میں جوتا ہے یقیں پیدا
 تو کر لیتا ہے یہ بال و پرِ رُوحِ الٰہ میں پیدا
 غلامی میں نہ کام آتی ہیں شیریںِ تیریر
 جو چو ذوقِ میتیں پیدا تو لٹ جاتی ہیں زنجیر
 کوئی اندازہ کر سکتا ہے کس کے نورِ بازو کا
 ننگا مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

ولایت، پوشا ہی، جلم، اشیا کی جہاں کبیری
یہ سب کیا ہیں، فتنہ الگ گتہ ایمان کی تفسیریں
براہیسی نظر پیدا کر شکل سے جوتی ہے
چوس چھپ چھپ کے سینوں میں بنا لیتی ہے تھوڑی
تیز بندہ و آت فساد آدمیت ہے
خدا کے چہرہ ستان سخت ہیں فطرت کی تعمیر
حقیقت ایک شے کی خاک کی چوڑی نور
لہو خورشید کا شپکے ارفٹے کا دل چسپیں
یقین مکمل، محبت فاتح عالم
جسار زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شیریں

چہ باید مرد را طبع بلندے، مشرب نابے
دل گرے، نگاہ پاک پینے، جان بیتابے
عباتی شان سے چھٹے تھے جو بے بال و پر نکلے
ستارے شام کے نوحہ شوق میں ڈوب کر نکلے

چوتھے مہینے دریا زیر دریا تیسرے والے
 طمانچے موج کے کھلتے تھے جو بہن کو لہر نکلے
 غبار رو کوڑھیں کیسیا پر ناز تھا جن کو
 چینیں خال پر رکھتے تھے جو ایک گیر نکلے
 ہمارا نرم بہت صمد پیام زندگی لایا
 خبر دیتی تھیں جن کو حبلیاں وہ بخت نکلے
 حرم زسوا چھاپ چرم کی کم لکھی سے
 جو انانیتاری کس قدر صاحب نظر نکلے
 زمیں سے ٹھریاں آسمان پرواز کھتے تھے
 یہ خالی زندہ تر، پائندہ تر، تابندہ تر نکلے
 جہاں میں اہل ایمان صورتِ عمر شید جیتے ہیں
 ادھر ڈوبے ادھر نکلے، ادھر ڈوبے ادھر نکلے
 یقین انداد کا سرمایہ تعمیرِ ملت ہے
 یہی قوت ہے جو صورتِ گرفتارِ ملت ہے

تو راز کن ٹمکس ہے اپنی آنکھوں پر عیاں ہو جا
 خودی کا راز داں ہو جا ہند کا تر جیاں ہو جا
 چوسنے کے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوح انسان
 اٹھت کا بیاں ہو جا محبت کی زباں ہو جا
 یہ ہندی وہ شہر سانی یہ افغانی وہ تھلانی
 تھلے شہر مندو ساحل راہ چل کر بے کراں ہو جا
 خبار آلودہ رنگ فربہ ہیں بال تیرے
 تھلے مرغ حشرم! اٹھنے سے پہلے پریشان ہو جا
 خودی میں ڈوب جا غافل! یہ ستر زندگی ہے
 شکل کر حلیت شام و حشر سے جاوہل ہو جا
 مصاف زندگی میں سیرت غولاپید کر
 شہستان محبت میں حشر پر زیاں ہو جا
 گزرجا بن کے سیل شندو کوہ و بیابان
 گھمستاں راہ میں آئے تو بجئے نغمہ خواں ہو جا

ترے علم و محبت کی نہیں ہے آہ کواکوی
نہیں ہے تجھ سے بڑھ کر سازِ فطرت میں نوا کواکوی

ابھی تک آدمی سید زبون شہزادی ہے
قیامت ہے کہ انسان نوبع انسان کا شکار ہی ہے
نظر کو بخیر کرتی ہے چاکِ تہذیبِ حاضر کی
چہ ستاعی مگر مجھوٹے نمکوں کی ریزہ کاری ہے
وہ حکمت نازِ تما جس پر خرمندانِ مغرب کو
چوس کے پنجہ ٹخنیں میں تیغ کا زاری ہے
تبدیل کی فنونِ کاری سے محکم نہیں سکتا
جہاں میں جس تمدن کی بنا سٹریڈاں اسی ہے
صل سے زند کی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ ٹوری ہے نہ اسی ہے
خبرِ ششِ آموں بے بس ہو کر غنچے کی دال کے
کہ تو اس ملکِ سماں کے واسطے بادِ بہار ہی ہے

پہر انھی ایشیا کے نل سے چنگاری محبت کی
زمین جلاں کو گھلس قبایق تار ہی ہے
بیا پیدا خسریہ درست جان ناتوانے را
”پس از مدت گذار افتاد بر ما کاروانے را“
بیا ساقی فولے مرغ زار از نشخوار آمد
بہار آمد نگار آمد ، نگار آمد و تر آمد
کشید ایر بہار نمی خیر اندر وادی صحر
صدائے آبشاراں از منہ را ز کو بہار آمد
سرت گردم تو ہم قانون پیشین ساز و ساقی
کز خیل نغمہ پروازاں قطار اند قطار آمد
کنار از راہاں گریہ و بکا کا نہ ساعش
پس از مدت ازیں شاخ کمن با لبہ چہزار آمد
پشتا قان حدیثِ محبت بہرہ جہنمیں اور
تصرف ہے پنہانش بحشم کھکار آمد

دگر شاخِ خلیل از خونِ مانم ناک می لڑو
 باز از محبتِ نعتہ ماکل صیارام
 سرِ خالِ شیدے برک ہے لالہ می چشم
 کونچش بہاں لبِ تاسا نگارام
 ”بیاتاکل بفتنا سیم و سہ در سنا خزانہ ازیم
 فلک استقف بشکافیم و طرح دلیرا اندازیم“



غزلیات



اے باوہب! کسلی وائے سے جا کھو پیغام مرا
قبضے سے اُمت پر چاری کئے ہیں بھی گیا، دنیا بھی گئی
یہ سوچ پریشاں خاطر کو پیغام لبِ ساحل نے دیا
ہے دور چہ سال بھرا بھی، تو دریا میں گسبرا بھی گئی
عزت ہے محبت کی مائے قیں احبابِ محل سے
محل جو کیا عزت بھی گئی، غیرت بھی گئی، کیلا بھی گئی
کی ترک تک دو قطرے نے تو آبرئے گوہر بھی ملی
اوار کی فطرت بھی گئی اور کشمکش دریا بھی گئی

نکلی تو لب اقبال سے ہے کیا جانے کس کی ہے یہ صدا
پیغام سکوں پہنچ بھی گئی، دل مصمل کا تڑپا بھی گئی



یہ سرِ دُشمری بوسل فریجے شے
تیرے پانوں کا ہے یہ لے مے مغرباثر
وہر کے غم خانے میں تیرا پاتا نہیں
آہ دنیا دل بھتی ہے جے وہ دل نہیں
زندگی کی وہیں چل لیکن فراموشی بچ کے چل
باطن ہنگار آباد چمن خاوش ہے
خند زین ساقی ہے سدا ہی خمیں بے چوش ہے
جرم تھا کیا آفرینش بھی کہ تو روپوش ہے
پہلے انساں میں اک ہنگار خاوش ہے
یہ سمجھ لے کوئی یہ سنا نا باروش ہے

جس کے دم سے دلی و لاہور ہم پہلو ہے
آہ لے اقبال! وہ بوسل بھی لب خاوش ہے



نالا ہے بوسل شوریہ ترا نام ابھی
چنختہ ہوتی ہے الاصلت اندیش چنقل
بے خطر کوہِ پراگشتن نرد میں عشق
اپنے سینے میں اسے او فرات نام ابھی
عشق پہ صلت اندیش تو ہے نام ابھی
عقل ہے جو تاشائے لب بام ابھی

عشق فرمودہ تاجد سے بیک کا عمل
شیدہ و عشق ہے آزاد سی و دہر اکھو بی
عقل سمجھی ہی نہیں سنی پیغام بھی
تو ہے تار ہی بُت خانہ ایام بھی
چمکے دل میں ہی کج و کشر انجام بھی
تیری میزوں ہے شمارِ شام بھی
مے کھانے لائے ہیں تہی جام بھی
مے ساغر ہے چمکتے ہیں مے اکھام بھی

خبر اقبال کی لائی ہے کھتاں نسیم
نہ گرفتارِ پیرِ کست ہے تیرا نام بھی



پر وہ چہرے سے انشاءِ انجمن آرائی کر
تو جو بھی ہے تو چمک پناہاں کتب
چشمِ مہر و سہ انجم کو تاشائی کر
بے حجابانہ سے دل سے شناسائی کر
تیرے سینے میں اگر ہے تو سیاحتی کر
اپنی ہستی سے حیاں شعلہ سینائی کر
دل کو بیگانہ اندازِ کلیائی کر
چہ تری خال کے نہرِ حق سے تعمیرِ جرم

اس گھٹاں میں نہیں دے گزرتا اچھا نماز بھی کرتو بہ اندازہ رحمت کی کر
پہلے خود اتر تو مانند کس نہ چلے پھر جہاں میں چوس شوکتِ دارا کی کر
دل ہی جائے کی کبھی منزلِ یلی اقبال
کوئی دن اور ابھی باویہ پستانی کر



پھر باد بہار آئی، اقبال غزل خواں جو
غنیہ ہے اگر گل ہو گل ہے تو گھٹاں جو
تو خاک کی شمع ہے اجڑا کی حرارت سے
برہم ہو پریشان ہو، دست میں طباغ جو
تو جنسِ محبت ہے قیمت ہے گراں تیری
کم مایہ ہیں تو الا اس سیر میں زان جو
کیوں ساڑکے پرے میں ستور ہوئے تیری
تو نغمہ زنجیں ہے ہر گوشِ غیبیہ جو
لے ہر فن نہ انداز سے میں اگر تیرے
گلشن ہے تو شبنم ہے صحرایے تو مفاہ جو
سماں کی محبت میں منہ ہے تن آسانی
مقصود ہے الرنزلِ غارت کو سماں جو



کبھی اے حقیقتِ منظرِ انظر آبا بس محارب
کو ہزاروں سجے ٹپ ہے ہیں سرِ جہیزِ نیاں

طرب آتشکے خوشی ہے تو نوائے محرم خوشی ہے
 تو بچا بچکے کہنے کہ لائے تو آتش ہے وہ آتش
 دم ملوف گمب شمع نے یہ کہا کہ وہ آتش کمن
 نہ کہیں جہاں میں امان ملی جہاں ملی تو کھان ملی
 نہ وہ عشق میں جو گم سیدانہ خوشی میں خوشی خیا
 جو میں سرسبد وہ نہوا کہیں تو زمیں سے آنے لگی صدا
 ترا دل تو ہے صتم آتش نا تجھے کیا ملے کا ناز میں




تیرا دم بھی غزال آتشکے طرب آتشکے خوشی ہے
 ترا جلد وہ کچھ بھی تہی دل نہا جو شکر کرسکا
 نہ خدا را با صتم ہے نہ قیاس یہ حرم کد
 جو خفاں لوں میں پے پی تھی نوائے نیر لہی ہی
 وہی گریہ سستی ہو ہی نا وہی کو نیم شبی ہی
 نہ رہی کس دل سے لہن نہ کس دل سے لہن ہی

مرا ساز اگر کچھ تم رہے نہ رہے مجھے بے

وہ شہید وہن ناہوں کی تو امر جی ملی ہی




 گرچہ تو زندانی اسباب ہے قلب کو سیکن ذرا آزاد رکھ
 عقل کو تنقید سے فرصت نہیں عشق پر ہمال کی بنیاد رکھ
 اے سداں بہر لہری پیش نظر آئیے لَا تُخْلِفُ الْوَعْدَ اذ رکھ
 یہ بیان مہرِ کرمین م ہے
 اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ یٰ اذ رکھ



ظلمت

مغرب میں کمرشیں بن جاتے ہیں شرق میں احوال دین بن جاتے ہیں
وہاں ایک کے تین تین بن جاتے ہیں رہتا نہیں ایک بھی ہمارے پتے



لوکیں شہر رہی ہیں انگریزی ڈھونڈ لی قوم نے علاج کی راہ
روحیں مغرب سے منتظر وضع شرق کو جانتے ہیں گناہ
یہ ڈراما دکھائے گا کیا سین پروہ اٹھنے کی منتظر ہے نگاہ



شیخ صاحب تہی تو پرے کے کوئی عالمی منت میں گاہ کے لوگ اس سے بچن ہو گئے
دعا میں نہ ڈو یا کل آپ نے یہ صاف صاف تڑپا کھڑا کس سے جب مروہی دن ہو گئے



یہ کوئی دن کی بات ہے مراد ہوش مند
غیر تہجد میں گئی نہ نواٹ چاہے کی
اتک ہے اب وہ دور کہ اولاد کے عرض
کونسل کی ممبری کے لیے موٹ چاہے کی



تعلیم مغربی ہے بہت جذبات فہمیں
پہلا سبق ہے ٹیڈ کے کالج میں مارٹینک
بتے ہیں ہند میں جو خیال پر ہی فقط
آغا بھی گئے آتے ہیں اپنے وطن کے چوند
میرا یہ حال بوٹ کی ٹوچا تھا جوں میں
اُن کی یہ حکم و عید امرے فرش پر نہ دینک

کہنے لگے کہ آؤٹ ہے جہذا سا جانور
اجس ہے گلے کا کھتی ہے کیا نول ہر سینگ



کچھ غم نہیں جو حضرت اعظم ہیں تنگست
تہذیب کے سامنے سراپا حسن کمیں
دو جہاد میں تو بہت کچھ لکھا گیا
تہذیب جج میں کہنی برادر مست کمیں



تہذیب کے مرض کو نولی سے فائدہ
وضع مرض کے واسطے مل پیش کیجیے

تھے وہ بھی نہ کہ خدمتِ تاج کے عوض دل چاہتا تھا جیہ دل پیش کیجے
بہلا زمانہ ایسا کہ لو کا پس اس سبق
کتابِ ماسرے کو دل پیش کیجئے



انتہا بھی بس کی ہے آخر ضرور کی کتاب تک
چھتر پانڈو مال سفر پر چن چاہا پان سے
اپنی غفلت کی یہی حالت اگر تم بھی
اس کے خصال کا بل گئے نعر چاہا پان سے



ہم مشرق کے سکینڈل کا دل مغرب میں جھکا
ہاں مغرب بھی ہاں ایک پڑنا منکھ ہے
اس میں سب باتیں کہیں باقی رہ جائے گا
جو قائم اپنی اوپ ہے اور کچا اپنی ٹھٹھ ہے
ایسے رخ و جہن نیست ہو کیا اہل بیت کہتے ہیں
گروہوں کے ختنی بلند ہی ان قوموں کے چٹکے ہے

یا ہا ہا ہا ہا کے جلسے تھے دستِ مہریت قائم تھا
یا بحث میں اُدھ ہندی کے براقرانی یا ہٹکے



”آج کل شو و شاہ و شہود ایک ہے“
خاک کا قول سچ ہے تو پھر ذکرِ غیر کیا

کیوں اے جناب شیخ ہنسنا کچھ بھی کچھ
کہتے تھے کہ لڑکوں سے کل اہل دیر کیا
ہم نوپوچھے ہیں سلم عاشق تزلزل سے
انست ہوتوں ہے تو برہمن سے سیر کیا



ہاتھوں سے اپنے دامن دنیا نکل گیا
نہشت ہوا دلوں سے خیال معاد بھی
قانونِ حق کے لیے لڑتے تھے شیخ جی
پڑھو تو وقت کھیلے ہے جانا دھبی!



وہ سن بلی ارادہ خود کشی کا جب کیا میں نے
مہذب تھے تو اے عاشق ادم باہر نہر سے
نہ جڑتے پائے خیر ہے تو قصہ خود کشی کیا
یہ مانا ورنہ ناکامی کیا تیرا لڑ جہ سے
کہا میں نے کہ اے جانِ جہاں کچھ نقد و لواٹو
کرائے پر شکا لوں گا کوئی افغان ہر سے



نماں تھے اس قدر کہ نہ جانی عرب کی قدر
ماہل ہوا میں نے نہ بچے مار پیٹ سے
مغرب میں ہے جہاں زیبا باں شکر کا نام
شرکوں نے کام کچھ نہ لیا اس فلیٹ سے



ہندوستان میں خیر حکومت ہیں کہ نہیں
آفتاب ہے ہمارے سیاست کی سال کا

ہم تو نصیر تھے ہی ہمدانہ کا تم
 یکسین سید اب انرا منی حوالی کا



مہر ہی اسپرٹل کونسل کی کچھ شکل نہیں
 دہشت تو دل جائیں گے پیسے میں لو لائیں کیا؟
 نیز اخلاک خدا بخشے بجا فرما کئے
 ہم نے یہ ناکہ دلی میں میں کھائیں کیا؟



دیل مہر و فاسک بڑھ کے کیا ہوگی
 نہ ہر حضور سے نفرت تو یہ ستم نہ سہیں
 نہ بڑے حلقہ اکیش میں کوہ کسین ہم بھی
 مگر حضائے گلشن کو بجا پائیں تو کسیں
 سند تو لیجئے لوگوں کے کام آئے گی
 وہ مہر ان ہیں اب پھر ہیں بھون بھون
 زمین پر تو نہیں ہندویں کو جانتی
 مگر جہاں میں جہاں خالی سندوں کی تہیں

شاکستی بے غرضی فرماں میں
 کہہ تو بہتہ سہاں ہیں کہہ تو بہیں



فرما ہے تھے شیخ عربی عمل پر اعظ
 نقد ہند کے جہاں باتیں سنت کش
 شرک میں جو کہتے ہیں شرک سے لیں کیا
 لیکن بھاری قوم ہے عروم متل ہوش

نایاب چیز ہوتی ہے کافر کے ہاتھ کی سن لے اگر ہے کوشِ مسلمان کا حق نبوش
اک بار کوش بھی عقلی محفل میں تماشیک جس کے لیے نصیحتِ اعلا تھی بار کوش
کنے کا ستم ہے کہ ایسے قیود کی پابند ہو تجاوتِ سلمانِ خرد و نوش
میں نے کہا کہ اس کو مشکل نہیں کوئی
ہندوستان میں ہر جگہ کو بھی سے غریب



دیکھے چلتی ہے مشرق کی تجارتِ ایک شیشہ ہیں کے عوض جامِ دہلیویا
ہے ہوا لائے جنوں شتر تعلیمِ جدید میرا سرچن کُل وقت سے لٹو لیتا ہے



گائے اک ہزار چوٹی اُٹھ گئے کس سمن نہیں اک ٹال پڑ گیا میں کسی شے کو قرار
میں تو بدنام ہوئی توڑ کے رسی اپنی سنتی ہیں آپسے بھی توڑ کے کلامی کھما
ہند میں آپ تو از روئے سیاست میں ہم ریل چلنے سے گھر دشتِ عرب میں بیکار
کل ملک آپ کو تھاکے کی محفل سے غدار تھی لٹکتے تھے ہونٹوں پہ جھلکے زہنا
کچھ یہ کیا ہے کہ ہم پر ہے عنایت اتنی نہ رہا آئینہ دل میں وہ دیرینہ غبار

جب تعیشِ رُستی اونٹنِ شرب کے کہا
 رشکِ مدغمِ خواہش ہے تھی ایک طیل
 ترے ہنگاموں کی تاثیرِ پھیل بن میں
 ایک ہی بن میں ہے مدتِ بے سیر اپنا
 کہ چھپا پس منہں چار اہم کھاتے چلے آسا
 ایک ہی تک میں گھیرتی تھی چنانہ واقا
 ہر نماں جو کے رہیں کیوں نہ طبعِ گھڑا
 تو بھی شہرِ رہتے تھے فقہا بھی شہر
 مٹے ہی جام ہیں بھی کسنا جسے ہی

وہی حلقہ بچہ ارزوِ پیشِ رنگیں کُن
 وانگشتِ خوابِ از روِ بازارِ سیا



رات پھرنے کنیا مجھے
 مجھ کو دیتے ہیں ایک نئے لہو
 جبرِ اپنی ناسی کا
 جدِ شبِ بھر کی تشنگامی کا

اور یہ پیوہ دارِ بے زحمت
 پی گیا سب لہوِ اسامی کا



یہ آئیہ نوجیل نے نازل ہوئی مجھ پر
کیا میں ہے قرآن تو قرآن میں کیسا
کیا خوب ہوئی اسکتی شیخ و برہمن
اس جناب میں اُٹھ نہ یہ ہار نہ چھینا

مند سے تو بیزار تھا پہلے ہی نے بڑی
مسجد نے کھلتا نہیں ضد ہی نے چھینا



جان جائے ہاتھ سے جائے زست
چھبے ایک ہی تھیل کے ہیں
ہے یہی اک بات ہر مذہب کا
ساتھ کا رہی بس وہ داری، سلطنت



منت ہر طریقہ دنیا میں صفا آگئے
سکتہ تدبیرے فیتہ اسکو بخیر
دیکھے ہوئے کس کس کی تباہوں کا خون
نہ نہیں کتا، قد کشتم یہ شہنشاہوں
نسل گئے یا جوج اور باجوج کے کشدہام
چشم سلم دیکھ کے تفسیر حرفِ فیضان



شام کی سرحدِ رخصت ہو، روزِ بزمِ نزل
کہ کے میخانے کھائے قاصدِ بلائے حق

یہ اگر سچ ہے تو ہے کس وجہ سے کامیاب
 ننگا لپٹل میں ڈال جاتا ہے نیل و اوق
 حضرت کرنل کو اجنبی کہتا ہے غرور
 حکم برداری کے معنی میں ہے ہوا لایطابق
 ہندوستان کے کس طرح کے رافضی طلب
 کیا یہ چورن ہے بچے ہندوستان عراق؟



کھرا تو مٹی خراج و مالک میں ایک
 دونوں یہ کہہ رہے تھے مزا مال ہے نہیں
 کہتا سادہ کے جزاعت ان کی کلیت
 کہتا تھا یہ کہ عقل شکستہ تر نہیں
 پوچھا زمین کھینے کے کس مال تہ
 بول مجھے تو ہے فقط اس بات کا یقین
 مالک ہے یا مزارع شوریہ حال ہے
 جزیرہ آسمان ہے نور و صحت کا مال ہے



اٹھا کر سینکے وہ باہر گلی میں
 نئی تہذیب کے انڈے گھینے
 اکشن ممبری، کنسل جدت
 بنے خوب انداز ہی نے چھپے
 میان بخار بھی پید کئے ساتھ
 نہایت تیز ہیں وہ بچے گھینے

کارخانے کا ہے لاکھ روپے مال و مال کا
عیش کا پتہ ہے محنت ہے اسے ساز کا
حکیم حق ہے نہیں بد انسان الا ماسی
کھائے کیوں زور کی محنت کا پس پڑا

نہ ہے میں نے کل لیکھ تھی کارخانے میں
پرانے جہنم پڑوں میں ہے ٹھکانا دستوں کا
مسر کرنے کیا غنیمتیں ملانے دیا
کوئی کس شرم کی یہ تھما پڑے اروس کا

مسجد بنا دی شیعہ میں کس کی حرارت اہل
کیا خوب فیصل کو شوشی نے پیغام دیا
تراکھیں تو جاتی ہیں کیا ایت اسٹیشن
من اپنا پنا پالی ہے کوسوں میں نمازی بچ سکے
تو ہمارے کجاہزی ہے پڑا کجاہزی بچ سکے
جسے جس کی اسٹیشن ہے شک پائی بن بکا

اقبال بڑا پیش کئے من باتوں میں مود لیتا ہے
گفتار کا عین نمازی تو بنا کر دار کا عین بچ سکے



بالِ جبریل

اقبال

بال جبریل
نسخہ

اٹھ کھویشہ لاس مانِ سفر تازہ کریں
نفسِ کج خستہ شام و سحر تازہ کریں

انج

اُٹھ کر خورشید کا سامانِ مستِ تازہ کریں
نفسِ ریختہ شام و سحرِ تازہ کریں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱

مری زبانی شوق کے شورِ جہیمِ ذات میں !

نکلنے والے الاماں بستکھ منہ نشیں !

حورِ روزِ شہنہ ہیں اسیرِ سرِ قنیت میں

مری نگاہ کے غفلِ تیری بقیت میں !

گزر چکے ہیں جہنمِ دیرِ درم کی نقشبند

مری فضاں کے ستارے کو برسوں میں !

گما۔ مری نگاہ تیز چیر گئی دلِ وجود

گما۔ الجھنے لگی ہے نوجوانی میں !

تو نے یہ کیا غیب کیا ! محبِ بھی ٹھکانا کر دیا

میں ہی تو ایک رازِ حاسیہ کا گناہ میں !

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست

غزلیات (حصہ اول)

- | | | |
|--------|---|---|
| ۳۲۵/۲۱ | ۱ | سیری نوائے شوق سے شورِ حرمِ ذات میں |
| ۳۲۶/۲۲ | ۲ | اگر کچھ زہ ہیں خنجم آساں تیرا ہے یا میرا |
| ۳۲۷/۲۳ | ۳ | گیسوئے تابدار کو اور بھی تابدار کر |
| ۳۲۸/۲۴ | ۴ | اثر کرے نہ کرے حسن تو لے مری فریاد |
| ۳۲۹/۲۵ | ۵ | کیسے عشق ایک زندگی ستار کا |
| ۳۵۰/۲۶ | ۶ | پریشاں ہو کے سیری خاکِ آخرِ دل نہ بن جائے |
| ۳۵۱/۲۷ | ۷ | دگرگوں ہے جہاں تاروں کی کرشمے ساقی |
| ۳۵۲/۲۸ | ۸ | لاچرہ اک بار وہی باد و جام لے ساقی |

- ۹ عشا و یا برے ساتی نے عالم سے رٹو ۳۵۲/۲۸
- ۱۰ مترجے بہ سہ ہے درد و سوز آرزو مندی ۳۵۲/۲۸
- ۱۱ تجھے یاد کیا نہیں ہے مے دل کا وہ زمانہ ۳۵۳/۲۹
- ۱۲ خمینہ لالے بسل سے جواب بیز ۳۵۳/۲۹
- ۱۳ وہی سیدی کم نصیبی، وہی تیری بے نیازی ۳۵۳/۲۹
- ۱۴ اپنی جلاں گاہ زیر آسمان سمجھا میں ۳۵۵/۲۱
- ۱۵ اک دانش نورانی، اک دانش نرمانی ۳۵۶/۲۲
- ۱۶ یار سب! یہ جہاں گزراں خوب ہے لیکن ۳۵۶/۲۲

غزلیات (حصہ دوم)

- ۱ سا سکتا نہیں پہن کے فطرت میں ہر اسوتا ۳۵۹/۲۵
- ۲ یہ کوئی غزل خواں ہے پرسوز و شام گزیر ۳۶۳/۲۹
- ۳ وہ حرف راز کہ مجھ کو سک گیا ہے چنچوں ۳۶۴/۲۰
- ۴ عالم آب و خاک و باد و سرعیاں ہے تو کہ نہیں ۳۶۵/۲۱
- ۵ تو ابھی رہ گزر میں ہے قیدِ مستام سے گزر ۳۶۵/۲۱

- ۶ ایسے راز ہے مردانِ حشر کی درویشی ۳۶۶/۴۲
- ۷ پھر چراغِ لالہ سے روشن ہوئے کوہِ مہین ۳۶۷/۴۲
- ۸ سداں کے ثمن میں ہے سیدِ دل نوازی کا ۳۶۸/۴۲
- ۹ عشق سے پیدا ہوائے زمیں میں زیرِ ہم ۳۶۸/۴۲
- ۱۰ دل سوز سے خالی ہے تکرِ پاک نہیں ہے ۳۶۹/۴۵
- ۱۱ ہزارِ حرف ہو گئیں زباں جو دل کی رسیق ۳۶۹/۴۵
- ۱۲ پوچھ اس کے کہ مقبول ہے فطرت کی گواہی ۳۷۰/۴۶
- ۱۳ یہ حوریانِ مندرنگی، دلِ نعلین کا حجاب ۳۷۱/۴۷
- ۱۴ دل بیدار مروتی، دل بیدار کزاری ۳۷۱/۴۷
- ۱۵ خودی کی شوخی شندی میں کب نہ رنجیں ۳۷۲/۴۸
- ۱۶ میرِ سپاہِ ناسزا، شکریاں شکرِ تصف ۳۷۳/۴۹
- ۱۷ زہِ ستانی جو امیں لڑچہ شمشیر کی تیزی ۳۷۳/۴۹
- ۱۸ یہ دیر کھن کیا ہے؟ انبیاِ خمس و خاشاک ۳۷۴/۵۰
- ۱۹ کابلِ ترک نہیں آئیں آئیں سے مجھری ۳۷۵/۵۱

- ۲۰ عمتل کو آستان سے دور نہیں ۲۵/۵۱
- ۲۱ خودی وہ مجھ سے ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں ۲۶/۵۲
- ۲۲ یہ پیام دے گئی ہے مجھے باوجود جگہ ہی ۲۷/۵۳
- ۲۳ تری نگاہ منہ و مایہ، ہاتھ ہے کوتاہ ۲۷/۵۳
- ۲۴ غرو کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں ۲۸/۵۴
- ۲۵ نگاہِ فخر میں شانِ سکندر ہی کیا ہے ۲۹/۵۵
- ۲۶ نہ تو زمیں کے لیے ہے نہ آسمان کے لیے ۲۹/۵۵
- ۲۷ تو اے اسیرِ مہمان! لاسکوں سے دور نہیں ۳۰/۵۶
- ۲۸ جہنم نے مجھ کو عطا کی نظرِ حکیمانہ ۳۱/۵۷
- ۲۹ اسلحہ سے آتا ہے نالوں کا جوابِ آخر ۳۱/۵۷
- ۳۰ ہر شے سامنہ، ہر چیز راہی ۳۲/۵۸
- ۳۱ ہر چیز ہے مجھ خودِ ثنائی ۳۲/۵۹
- ۳۲ عجز ہے کسی کا یا کرہِ شہنشاہ ۳۲/۵۹
- ۳۳ غرو مندوں سے کیا پوچھوں کہ میری ابتدا کیا ہے ۳۲/۶۰

- ۳۴ جب عشق سکھاتا ہے آداب خود آگاہی ۳۸۵/۹۱
- ۳۵ مجھے آہ تمنان نیم شب کا پھر پیام آیا ۳۸۶/۹۲
- ۳۶ نہ جو غنیاں شقائق تو نہیں رہتا نہیں باقی ۳۸۶/۹۲
- ۳۷ فطرت کو حسد کے زہر برو کر ۳۸۷/۹۳
- ۳۸ یہ پیران کلیسا و حرم لے لے لے مجھوڑی ۳۸۸/۹۴
- ۳۹ تازہ پھر دانش حاضر نے کیا سحر تدبیر ۳۸۹/۹۵
- ۴۰ ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں ۳۸۹/۹۵
- ۴۱ ٹھونڈ رہا ہے فنک عیش جہاں کا دوام ۳۹۰/۹۶
- ۴۲ خودی جو غلم سے محکم تو غیرت جبریل ۳۹۱/۹۷
- ۴۳ سکتوں میں کہیں دھناتی افکار بھی ہے؟ ۳۹۲/۹۸
- ۴۴ حادثہ وہ جو ابھی پردہ افلاک میں ہے ۳۹۲/۹۸
- ۴۵ رہا نہ حلقہ صوفی میں سوز شقائق ۳۹۳/۹۹
- ۴۶ خجاندہ زور سے اس کے کوئی گریباں چاک ۳۹۳/۹۹
- ۴۷ یوں ہاتھ نہیں آتا وہ کو پھر یکے دانہ ۳۹۴/۱۰۰

- ۳۸ نہ تخت و تاج میں نے شکوہ سپاہ میں ہے ۳۹۵/۷۱
- ۳۹ فطرت نے نہ بخشا مجھے اندیشہ چالاک ۳۹۵/۷۱
- ۵۰ کریں گے اہل فتنہ تازہ بستیاں آباد ۳۹۶/۷۲
- ۵۱ کی حق سے فرشتوں نے اقبال کی تمنازی ۳۹۶/۷۲
- ۵۲ نے فتنہ باقی نے فتنہ بازی ۳۹۷/۷۳
- ۵۳ کرمِ محسن ہے جس راضی گریہ قافلہ ۳۹۷/۷۳
- ۵۴ ہری ثواسے چوئے زندہ عارف و حامی ۳۹۸/۷۴
- ۵۵ چراگِ مستم سے آگے گزریا سب کو ۳۹۹/۷۵
- ۵۶ کھو نہ جا اس سحر و شام میں اے صاحبِ شہ ۳۹۹/۷۵
- ۵۷ تما جہاں مدرسہ شیریں شاہنشاہی ۴۰۰/۷۶
- ۵۸ ہے یاد مجھے نیکو سلمانِ خوش آہنگ ۴۰۱/۷۷
- ۵۹ فقر کے چیں معجزات تاج و سیر و سپا ۴۰۱/۷۷
- ۶۰ کمالِ بخشش جنوں میں رہا میں کرمِ طواف ۴۰۲/۷۸
- ۶۱ شہر و چش و خرد کا معاملہ ہے عجیب ۴۰۲/۷۸

قطعہ (انماذبیہاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے) ۲۰۳/۷۹

رباعیات

- ۱ ترے شیشے میں نئے باقی نہیں ہے ۳۳۶/۲۲
- ۲ دلوں کو مرکزِ مہر و دلف کر ۳۳۹/۲۵
- ۳ رو و رسمِ حرمِ نامہ زمانہ ۴۰۵/۸۱
- ۴ ظلامِ بحر میں کھو کر سنبل جا ۴۰۵/۸۱
- ۵ مکانی چوں کہ آزادِ مہکاں چوں ۴۰۶/۸۲
- ۶ خودی کی حسد توں میں گم رہا میں ۴۰۶/۸۲
- ۷ پریشاں کار و پارِ آشنائی ۴۰۶/۸۲
- ۸ یقینِ مثلِ خلیلِ آتش نشینی ۴۰۶/۸۲
- ۹ عرب کے سوز میں ساڑِ مجسم ہے ۴۰۷/۸۳
- ۱۰ کوئی دیکھے تو میری نئے نوازی ۴۰۷/۸۳
- ۱۱ ہر اک ذرے میں ہے شاید مکھیں دل ۴۰۷/۸۳

- ۱۲ ترا اندیشہ افلاکی نہیں ہے $\frac{۲۰۷}{۸۳}$
- ۱۳ نہ مومن ہے نہ مومن کی اسیری $\frac{۲۰۸}{۸۳}$
- ۱۴ خودی کی جلد توں میں مصطفائی $\frac{۲۰۸}{۸۳}$
- ۱۵ نگہ ابھری ہوئی ہے رنگِ بونیں $\frac{۲۰۸}{۸۳}$
- ۱۶ جمالِ عشق وستی تے نوازی $\frac{۲۰۸}{۸۳}$
- ۱۷ وہ سدا رونق محفل کہاں ہے $\frac{۲۰۹}{۸۵}$
- ۱۸ سوارِ ناتہ مجھل نہیں میں $\frac{۲۰۹}{۸۵}$
- ۱۹ تے سینے میں دم ہے دل نہیں ہے $\frac{۲۰۹}{۸۵}$
- ۲۰ ترا جوہر ہے نوری، پاک ہے تو $\frac{۲۰۹}{۸۵}$
- ۲۱ محبت کا جنوں باقی نہیں ہے $\frac{۲۱۰}{۸۶}$
- ۲۲ خودی کے زور سے دُنیا پہ چھا جا $\frac{۲۱۰}{۸۶}$
- ۲۳ چمن میں رختِ گلِ شبنم سے ہے $\frac{۲۱۰}{۸۶}$
- ۲۴ جس دے راہرو روشن بصر ہے $\frac{۲۱۰}{۸۶}$
- ۲۵ جانوں کو ہری آؤ سحر دے $\frac{۲۱۱}{۸۷}$

- ۲۶ ترمی ڈنیا جہان مرغ و ماہی ۲۱/۸۷
- ۲۷ کریم سیرا کر بے جو شہر میں ۲۱/۸۷
- ۲۸ وہی اصل مکان و لامکان ہے ۲۱/۸۷
- ۲۹ کہی آوارہ و بے خانماں عشق ۲۱۲/۸۸
- ۳۰ کہی نہانی کوہ و دہن عشق ۲۱۲/۸۸
- ۳۱ عطا اسلاف کا جذبہ دلوں کو ۲۱۲/۸۸
- ۳۲ یہ گھٹتہ میں نے سیکھا بوالحسن سے ۲۱۲/۸۸
- ۳۳ خرد واقف نہیں ہے نیک بند سے ۲۱۲/۸۹
- ۳۴ حشائی اہتمام خشک و تر ہے ۲۱۲/۸۹
- ۳۵ یہی آدم ہے سلطان بحر و برکا ۲۱۲/۸۹
- ۳۶ دم عارف یہ صبح دم ہے ۲۱۲/۸۹
- ۳۷ رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے ۲۱۲/۹۰
- ۳۸ کھلے جاتے ہیں اسرار نہانی ۲۱۲/۹۰
- ۳۹ زمانے کی یہ گردش جاودانہ ۲۱۲/۹۰

۲۰. حکیمی ہمدانی خودی کی ۲۱۲/۹۰
۲۱. ترا تن روح سے نا آشنا ہے ۲۱۵/۹۱
قطعہ اقبال نے کل اہل خیاباں کو مستایا ۲۱۵/۹۱

منظومات

۱. دُعا ۲۱۷/۹۲
۲. مسجدِ شریعہ ۲۱۹/۹۵
۳. قید خانے میں معتمد کی فریاد ۲۲۱/۱۰۳
۴. عبد الرحمن اول کا بویا چوا کعبور کا
پہلا درخت — سرزمینِ اندلس میں ۲۲۹/۱۰۵
۵. چپانیہ ۲۳۰/۱۰۶
۶. طارق کی دُعا ۲۳۲/۱۰۸
۷. لینن (خدا کے حضور میں) ۲۳۳/۱۰۹
۸. فرشتوں کا گیت ۲۳۶/۱۱۲

- | | | |
|---------|----|-----------------------------------|
| ۲۲۸/۱۱۲ | ۹ | ذوق و شوق |
| ۲۲۲/۱۱۸ | ۱۰ | پروانہ اور جنگنو |
| ۲۲۲/۱۱۹ | ۱۱ | جاوید کے نام |
| ۲۲۲/۱۲۰ | ۱۲ | کدائی |
| ۲۲۵/۱۲۱ | ۱۳ | مظلا اور بہشت |
| ۲۲۵/۱۲۱ | ۱۴ | دین و سیاست |
| ۲۲۶/۱۲۲ | ۱۵ | الارض رشتہ |
| ۲۲۴/۱۲۲ | ۱۶ | ایک نوجوان کے نام |
| ۲۲۸/۱۲۳ | ۱۷ | نصیحت |
| ۲۲۸/۱۲۳ | ۱۸ | لالہ صحرا |
| ۲۵۰/۱۲۶ | ۱۹ | ساتی نامہ |
| ۲۵۱/۱۲۳ | ۲۰ | زمانہ |
| ۲۶۰/۱۲۶ | ۲۱ | فرشتے آدم کو جنت سے رخصت کرتے ہیں |

۴۶۱/۳۶

۲۲ رُوحِ ارضی آدم کا استقبال کرتی ہے

۴۶۲/۳۸

۲۳ پیر و مرید

۴۶۳/۳۹

۲۴ جبریل و امیس

۴۶۵/۱۵۱

۲۵ اذان

۴۶۶/۱۵۲

۲۶ محبت

۴۶۷/۱۵۳

۲۷ ستارے کا پیغام

۴۶۷/۱۵۳

۲۸ جاوید کے نام

۴۶۸/۱۵۳

۲۹ فلسفہ و مذہب

۴۶۹/۱۵۵

۳۰ یورپ کے ایک خط

۴۶۹/۱۵۵

۳۱ نیپولین کے مزار پر

۴۸۰/۱۵۶

۳۲ مسولینی

۴۸۲/۱۵۸

۳۳ سوال

۴۸۲/۱۵۸

۳۴ پنجاب کے درہقان سے

۴۸۳/۱۵۹

۳۵ نادر شاہ افغان

۲۸۴/۱۶۰	۳۶	نوشحال خاں کی وصیت
۲۸۴/۱۶۰	۳۷	تاتاری کا خواب
۲۸۶/۱۶۲	۳۸	حال و مقام
۲۸۶/۱۶۲	۳۹	ابوالعلا سمری
۲۸۸/۱۶۳	۴۰	سنیار
۲۸۸/۱۶۳	۴۱	پنجاب کے پیرزادوں سے
۲۸۹/۱۶۵	۴۲	سیاست
۲۹۰/۱۶۶	۴۳	فقتہ
۲۹۰/۱۶۶	۴۴	خودی
۲۹۱/۱۶۷	۴۵	جندائی
۲۹۱/۱۶۷	۴۶	خانقاہ
۲۹۲/۱۶۸	۴۷	ابلیس کی عرصہ داشت
۲۹۳/۱۶۹	۴۸	لنو
۲۹۳/۱۶۹	۴۹	پرواز

۲۹۲/۱۰	۵۰	شیخ مکتبے
۲۹۳/۱۰	۵۱	فلسفی
۲۹۵/۱۱	۵۲	شاہیں
۲۹۶/۱۲	۵۳	باغی مرید
۲۹۶/۱۲	۵۴	ہارون کی آخری نصیحت
۲۹۷/۱۲	۵۵	ماہر نفسیات سے
۲۹۷/۱۲	۵۶	یورپ
۲۹۸/۱۲	۵۷	ازاد ہی افکار
۲۹۸/۱۲	۵۸	شیر اور نچتر
۲۹۹/۱۵	۵۹	چیونٹی اور عمتاب
۵۰/۱۶		قطعہ (فلت مری ہنسند نسیم سحری ہے)
۵۰/۱۶		قطعہ (کل اپنے مریدوں کے کیا پریشان نے)



عزلیات

پُھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مردِ نادان پر کلامِ نرم و نازک بے اثر
(بھرتی ہری)

حصہ اول



میری فرائض سے شہر فرمات میں غلغلے لائے الاماں تب کہ صفات میں
خود مرشد میں اسیر سے تختہ میں میری نگاہ سے خلل تیری تجلیات میں
کوچہ چرخ سے توجہ و حرم کی نقش بند میری فضاں سے ستیخ کعبہ ہنات میں
کہا میری نگاہ سے چیر گئی دل و جاہ کہا الجھکے رہی میرے توہنات میں
تو نے یہ کیا غضب کیا مجھ کو بھی فاش لڑیا
نہیں ہی تو ایک از ستائید کائنات میں





اگر کج نہ ہیں بستم آسمان ایرے یا میرا
محبے فکر جہاں کج جہاں ایرے یا میرا
اگر نہ کار ٹٹے شوق ہے لامکان خالی
خطا کس کی ہو با لب لاسکان ایرے یا میرا
اُسے صبح ازل انگار کی خبر ات جہاں کو نہ کر
مجھے مہم کیا وہ اندواں ایرے یا میرا
مستند بھی ترا جبریل میں قرآن تہنیرا
کمر یہ روشیر تر جہاں ایرے یا میرا

اکی گلاب کی تابانی ہے تیرا جان بخش
زوال آہم کئی یاں ایرے یا میرا



ترے شیشے میں سے باقی نہیں ہے
بتا، کیا تو مرا ساقی نہیں ہے
سند سے سے پیسے کو شبنم
بخنیل ہے یہ رزاقی نہیں ہے





کیسے تاب دلو اور بھی تاب دلو
چش و خروش کار کو قلب و نظر شکار کو
عشق بھی جو حجاب میں حسن بھی جو حجاب میں
یا تو خود آتش کار ہو یا مجھے آتش کار کو
تو ہے محیط بے کر ان میں نہیں ذرا سی آنجو
یا مجھے ہلک کر یا مجھے بے گن کر
میں نہیں صدف تو تیرے ہاتھ میرے گھر کی ابرو
میں نہیں خرف تو تو مجھے کوہ پر شاہوار کو
نغمہ تو بہار اگر میرے نصیب میں نہ ہو
اس و نیم سوز کو طائر کب بہار کو
بارغ بہشت سے مجھے حکم سفر دیا تھا کیوں
کا جہاں دراز ہے اب مرا آفتار کو

روزِ حساب جب مرا پیشِ چہ فستِ عمل
اپ بھی شہِ سدا چہ، مجھ کو بھی شہِ سدا کر



اثرِ کبر نہ کرے سُن تو لے رہی فریا	نہیں ہے اکھِ طالبِ یسینِ آزا
نیشِ خالِ یہ صرصرِ یسینِ افلاک	کرم ہے یا کسِ تم تیری لذتِ ایجا
نخترِ کاندہ لے چنِ خمیں گُل	میں ہے فصلِ بہارِ یسینِ ہوا
قصہ از غریبِ اللہ یادِ نولِ سکن	تجارتِ فرشتے نہ کر کے آبا
مری جنابِ لبسِ کو دعائیں دیتا ہے	وہ شہِ سدا وہ تیرا جہانِ بے بنیا
خطرِ طبیعت کو سدا نہ کریں	وہ گھٹانِ جہاں کاتِ میں چھوٹا

مقامِ شوق تھے شہِ سدا کے بس کا نہیں
انھی کا کام ہے یہ جن کے حصے ہیں زیا





کیا عشق ایک زندگی ستارہ کا
وہ عشق جس کی شمع بجھائے اجل کی چوکی
کیا عشق پامدار سے ناپامدار کا
میرے بے باک کیلئے تب تاب کی نفس
ہس میں مزا نہیں پیش رفت کا
کے پہلے مجھ کو زندگی جاودہ عطا
شعلے سے بے محل ہے ابھنا شرار کا
پھر فوق و شوق دیکھ دل بے قرار کا

کانٹا وہ دے کہ جس کی لہجہ لا زوال ہو
یارب وہ درو جس کی لہجہ لا زوال ہو!



دلوں کو مرکز مہر و منار
حریم کبریا سے آشنا کر
جسے نام نہاں جویں بخشش ہے تو نے
اُسے باثبات حیدر بھی عطا کر



پریشان ہے میری خاک آخر دل نہ بن جائے
جہ شکل ایسا ہے پھر بھی شکل نہ بن جائے
نہ لڑیں مجھ کو مجبور نہ افروں میں غریب
مرا سونڈوں میر کر بھی منسل نہ بن جائے
کبھی چپٹے نئی منزل میں ڈالتی ہے لہجہ
کشت کی ہوس نے میں غم منزل نہ بن جائے
بنایا عشق نے مریاتے ناپیدا کہاں مجھ کو
یہ میری خود نگہداری راجس نہ بن جائے
کہیں اس عالم بے رنگ و بو میں بھی طلب میری
وہی افسانہ ذنب اگر کہل نہ بن جائے

عروج اہم خالی سے انجم سے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تار اس کا دل نہ بن جائے



دگر گز سے جہاں تاروں کی لوش تہجے ستی
دل ہر ذرہ میں غم غلتے رستا خیز ہے ستی
ستارے ہیں تو شریک اسی اندھ لہجہ کی
یکس طرز اداس نہ تو ٹھن ریز ہے ستی
وہی حیرتیں بیلری وہی ہنس کنی لک
علاج اس کا وہی آب نشا و انگیز ہے ستی

حرم کمال میں سزا آرزو پیدا نہیں تھا کہ پیدائی تری بکایتِ بے نیازی ساقی
نہ اٹھا کر کوئی وہی مجھ کو لالہ لڑکے وہی کمالِ ایران وہی تیرے ساقی
خسبِ کمالِ اقبال اپنی شبِ میراں ڈرامہ جو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی
فقیرِ راہ کو بخشے گئے اسرارِ سلطان
بہا میری نکالی دلتِ بے نیازی ساقی



لاہر اک بار وہی باد وہ جامِ اے ساقی ہاتھ آجاتے مجھے میرا تمام اے ساقی
تین سو سال سے میرے لئے میخانے بند ابنا ہے تیرا فیض ہر جامِ اے ساقی
مری سینے غزل میں تھی فاسِ باقی شیخ کہتا ہے کہ ہے یہ بھی حرامِ اے ساقی
شیرِ غروں سے ہوا بیشہ تحقیق تھی رو کئے صوفی و قلا کے غلامِ اے ساقی
عشق کی تیغ جگوار اڑالی کس نے حاکم کے ہاتھ میں خالی ہے نیامِ اے ساقی
سینہ روشن جو تو ہے بے سخن عینِ حیا چاند روشن تو سخنِ ربِ تمامِ اے ساقی
تو مری ات کوستا ہے محمود نہ رکھ ترے پیانے میں ہے بادِ تمامِ اے ساقی!



بشاو یا مرے ساتی نے عالم میں تو
نہ نے نہ شعر نہ ساقی نہ شو چنک نہ رباب
گدائے مے کہہ کی شان بے نیازی کچھ
مرا سب جو خنیر ہے اس زمانے میں
میں نے نیازیوں مجھ سے حجاب ہنسی کوئی
اکچھ بھری مہجوں میں ہے مقام اس کا
بمیل رہیں گل لالہ فیض سے اس کے
چلا کے مجھ کو مے لالہ لالہ خوں
سکوت کو وہ لپٹے ولالہ خود روا
پہنچ کے چشموں پر توڑتا ہے سبوتا
کہ ناخت اہر غالی چرخ فیوں کے کہو
کہ دل بے شک کے ہے میری نگاہے قابو
صحنہ پائی طہیت سے گن گن خوں
نکاح شہر نکحیں ہمیں ہے جادو



متاع بے بہا ہے درد سوز آرزو مندی
تھے آرزو بندوں کی خیر دنیا نہ وہ دنیا
جہاں کسیر ہے آواز کوئے محبت کو
مقام بندگی کے زلزلہ شایخ اور بی
یہاں مرنے کی پابندی ہاں گنہگار پابندی
ہر آتش کو بھڑکاتی ہے تیر مری رہ پوری

لڑاوقات کر لیتا ہے کیونکہ وہاں میں
 کر شاہیں کے لیے فالت پکارا شیاں بند
 فیضیابن نعر تھایا کرتب کی گھمٹ تھی
 رکھائے کس نے ہم نعل کو او اب غمزدی
 زیارت کا وہ اہل عزم و ہمت ہے لحد میری
 کو خاک راہ کو میں نے بت یا را از الوند
 ہری شطرنج کی یا ضرورت حسین سنی
 کو فطرت خود بخود کرتی ہے لائے کی جنابندی



تجھ یا کو کیا نہیں ہے کئے نکل کا وہ زمانہ
 وہ او اب کو محبت وہ بھوک کا آزار نہ
 یہ بتا جھلک کر بنے ہیں نس میں
 نہ ادا نے کا فرمانہ نہ تراشش آذرانہ
 نہیں ہر کھل فضا میں کوئی گوشہ غموت
 یہ جہاں حب جہاں ہے نہ نقش نہ اشیانہ
 رک تال منتظر ہے تری بارش کہم کی
 کہ جھکے سے کدوں میں نہ ہی سے صفا
 مرے ہم خمیر اے جس اثر ببار بے
 انہیں کیا خبر کو کیا ہے یہ نوائے ماشقا
 مرے خال، نعل کے ٹونے یہ جہاں کھانچا پیدا
 جلد شہید کیا ہے تب تاب جاودا
 تری بند پڑی ہے کئے نکل کے نہ ہے وہی
 نگاہ ہے ہستوں کا نہ شکایت مانہ





ضمیر لالے لعل سے نہواہیں
اشاد پاتے ہی صوفی نے توڑ دی چہیز
بچھائی ہے جو کہیں عشق نے بسا لاپنی
کیا ہے اس نے فقیر میں کوہ وادش پر دیز
پڑنے میں یہ سنا نے غلب بھی فرنا
جہاں و چاہے مجھ کو کہو ابھی تو خیر
کنے خبر ہے کہ ہنگامہ نشو ہے کیا
تو ہی نگاہ کی کرش ہے میری شخیر
نہ چھین لذت ہچک کہی مجھے
نہ کر گئے سے تغافل کو التفات آمیز
دل خمیں کے موافق نہیں ہو سیم کل
صدائے مرغ چین ہے بہت نشاط گہیز
حدیث بنخبر اس ہے تو بازمانہ بسا
زمانہ باتوں باز تو بازمانہ ستیز



وہی میری کنصیبی وہی میری بے نیادی
مے کام بچہ نہ آیا کیل لے نوادی
میں کیا جس تو کہان کیا کھ لاسکاں
یہ جہاں مرا جہاں ہے کہ تری کشمیری
کبھی کشمیر میں گزیر مری زندگی کی تیں
کبھی موزوں بازو کی کسی پیچے تاباری

وہ فریحہ و شاہیں کہ پادشہاگر سعد میں
نہ زبان کی غزل کی نہ زبان کا خبر میں
نہ فیست و سلطنت میں کی اعتیاد کیا
یہ سپ کی تیغ باز ہی وہ گھو کی تیغ باز ہی
کوئی کا وہاں سے ٹوٹا کوئی بد گھر سے
کہ اس کی ہواں میں نہیں ٹھہرے دل نوازی



اپنی جلاں کا وزیر اسماں سمجھتا ہے
بے جہانی سے تھی ٹوٹا نکا چوں کا ظلم
کارواں تھک کر فضا کی چچ چنم میں گیا
عشق کی اک جھٹکے طے کرو یا اقتدار
کہ کہیں راہ محبت پر وہاں یہاں شوق
تھی غنم وہ بھی جسے خفاں سمجھتا ہے

تھی کسی دہانہ ہر کی حدائے رونما
جس کو آوازِ حسیں کا وہاں سمجھتا ہے



اک نہش نرانی اک نہش نرانی
ہے نہش نرانی حیرت کی منوانی
اس پیکر خاکی میں اک شے ہے سو تو میری
میسے لیے مشکل ہے اس شے کی گھبانی
اب کیا جو غصا میری پہنچی ہے ستا توں
تو نے ہی بسکائی تھی مجھ کو غیظِ نرانی
نچوٹش اگر بطل بکھڑا کرے کیا حال
کیا تجھ کو خوش آتی ہے آدم کی یہ نرانی؟
مجھ کو تو بسکاد ہی ہے ہر گناہ کے نزدیک
اس دھوکے ملا ہیں کیوں گناہ سلسلانی
تقدیر شکن ثواب ہے ابھی اس میں
نماواں جسے کہتے ہیں تقدیر شکنانی
تیرے جیسی سنم خانے میں جیسی سنم خانے
دو دنوں کے سنم خانی دو دنوں کے سنم خانے



یار اب یہ جہان کڑاں ہو جب تک لیکن
کیوں مزار میں مزار جھانکیش و مہنہ مند
کو اس کی خدائی میں مہاجر کا مہج ہے ہاتھ
دنیا تو سمجھتی ہے غم غم کی کو حنہ دانہ
تو برگ کیسے ہے ندی پر چنہ درا
اک کشت گل و لالہ بخت بد بخرے چند

حاضر ہیں کلیسا میں کباب کے طلب
مسجد میں حرا کیا ہے بھروسہ عطر و پند
احکام تم سے حق میں سگرا ہے غفر
تاویل سے قرار کو بنا سکتے ہیں پائند
فروہں جو تیرے کس نے نہیں دیکھا
افرنک کا ہر قرینہ ہے فروہس کی مانند
نہت سے ہے آواز ہنساں کرا کر
کرفے اسے اب چاندلی عاروں میں نظر بند
فطرت نے مجھے بخشے ہیں جو ہر ملکوتی
خالی ہوں مگر خاک سے کہتا نہیں بنو
دو شریعت امت نہ شرقی ہے نہ غربی
کھڑکیاں نہ دلی نہ صفا ہاں نہ سرفرا
کہتا ہوں ہی بات سمجھتا ہوں جسے حق
نہیں ہے اسبند نمودن نہ تندی کا فرزند
اپنے بھی خواجه سے ہیں سیکانے بھی ناعوش
میں ہر ملاپ کو کہی کہ نہ سکاقت نہ
مشکل ہے کہ اک بندہ حق ہیں حق آئند
خاشاک کے توفے کو کہے کوہ و ماوند
نہوں آتش نہ دوئے شعلوں میں بھی غار شرم
پرسوز و نطن باز و نکو ہیں کلم ازار
چراغ میں سید اول بے قیہ ہے حرم
کیا حسینیہ کا غنچے کوئی ذوق شکوہ خندا

چُپ نہ سکا حضرت یزیدوں میں بھی اقبال
کہا کوئی اس بند گستاخ کا منہ بند

حصہ دوم



ہم حضرت شہید المومنین نادر شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ کے لطف لرم سے نومبر ۱۹۳۲ء
میں صنف کو حکیم سنائی غزنوی کے ملازمت میں کی زیارت نصیب ہوئی یہ چند افکار پریشا
جن میں حکیم ہی کے ایک شو و قصیدے کی چیر دی کی گئی ہے، اس میں بڑے عید کی یادگار میں
پڑھتے گئے:

ما از پے سنائی خطا لایم

سہکتا نہیں پہلے فطرت میں راسوا
خطا صحت اے جنوں شاید ترا اندازہ صہرا
خود ہی سے اس طلسم رنگ و بو کو توڑ سکتے ہیں
یہی توحید تھی جس کو نہ ٹھہرانہ میں سمجھا
نگہ پیدا کر لے غافل تہمتی میں فطرت ہے
کو اپنی سوچ سے بیگانہ رہ سکتا نہیں دیا

رقابتِ علم و فنسراں میں غلط جینی ہے سب کی
کوہِ جناح کی نعلی کو سمجھا ہے قیساں
خدا کے پاک بندوں کو حکومت میں خلائی میں
بزدل کوئی اگر محفوظ رکھتی ہے تو استغنا
نہ کر تفتید اب جبریل میرے جذبِ مستی کی
تن آساں عرشوں کو ذکر و تسبیح و طواف اُٹائی



بہت دیکھے ہیں میں نے شرق و مغرب کے مہمان
یہاں ساقی نہیں پیدا، وہاں بے ذوق ہے صبا
نہ ایراں میں ہے باقی، نہ توراں میں رہے باقی
وہ بندے فقر تھا جن کا ہلاک قیصر کسری
یہی شیخِ حرم ہے چپرا کر بیچ لکھاتا ہے
گلیمِ بوز و ذوقِ اویس چپ اور زہرا
حضور حق میں اسرافیل نے میری شکایت کی
یہ بندہ وقت سے پہلے قیامت کرنے پہلے

نہا آئی کہ اشوب قیامت سے یہ کیا کم ہے
گرفت چنیاں حرام و مکی خفت و طفت
باب شیشہ تہذیب حاضر ہے مٹے لائے
گمراہی کے ہاتھوں میں نہیں پیانہ آتا
دبار کھتا ہے اس کو زخم و رکی تیز ہستی نے
بت نیچے سرور میں ہے ابھی یورپ کا واولا
اسی دریائے اُغتی ہے وہ سورج تند جولاں بھی
شنگوں کے نشین جس سے جوتے چرت و بالا



غلامی کیا ہے ذوقِ حسنِ زیبائی سے محرومی
جسے زیب اکھیں آزاد بندے سے وہی زیبا
جبر و کد نہیں سکتے غلاموں کی بصیرت پر
کرونیہ میں فقط مردانِ خسرو کی آنکھ ہے مینا

• یہ مصرع حکیم سنائی کا ہے

وہی ہے صاحب امروز جس نے اپنی تمہارے
 زمانے کے صند سے نکالا کو ہر مندوا
 قزغلی شیش کر کے فن ہے شکر ہو کئے پانی
 مری اکیر نے شیشے کو بخش سخی حنہ را
 رہے ہیں اور ہر منہ عین میری گھات میں لبتک
 مگر کیا قسم کہ میری آستیں میں ہے یہ بھیا
 وہ چنگار خنجر خاشاک کے کس طرح دجائے
 جسے حق نے کیا چوہیاں کے واسطے پیدا
 محبت خویش تن مینی محبت خویش تن داری
 محبت آستان قصیدہ کسری سے بے پروا
 عجب کیا کر رہا پروں کے پنجہ جہر جائیں
 کہ فہرست اک صاحب دلتے بستم سرخودا

• یہ مصرع مرزا صاحب کا ہے جس میں صرف ایک تغلی تفسیر کیا گیا

وہ دانا ہے سبیل ختم الرسل، سوائے کل جس نے
عقب راہ کو بھٹا فرغ وادی حسین
نکا و عشق ہستی میں وہی اول وہی آخر
وہی شران وہی شران وہی یسین وہی ملہ
سنائی کے ادب سے میں نے غم و آہش کی رنہ
ابھی اس بحر میں باقی ہیں لاکھوں لہو لے لالا



یہ کون غزل خواں جو پروردگار گھڑ	اندیشہ دانا کو کرتا ہے جنبش سبز
کہ نصرت بھی رکھتا ہے انداز ملک کا	ناچختہ ہے پریزی بے سلطنت پرز
انجبرہ صفوفی میں دفتر نہیں پاتی	خون دل شیراز جس فقر کی دستاویز
اچھے درد ویشاں اور مرغا کیسا	جو جس کے گریباں میں چنگاڑ رستاخیز
جو ذکر کی گری سے شعلے کی طرح روشن	جو فکر کی نرعت میں بھلے نے یا تویر
کرتی ہے ملکیت آہر جنبش پیدا	اللہ کے نشتر ہیں تیمور ہو یا چنگیز

یوں ادھن مجھ کو دیتے ہیں ااق پاس
یہ کافر ہندی ہے تیغ مسناں خنجر



وہ حرفِ زکوٰۃ مجھ کو سکھایا ہے جنوں
خدا مجھے نفسِ جبریل دے تو کہوں
سارہ کیا سری تقدیر کی خبر دے گا
وہ خود فراخیِ فلاک میں ہے غم و زنجوں
حیات کی ہے خیالِ نظر کی جھڑولی
خوئی کی است ہے اندیشہ کے کونالوں
عجب منہ ہے مجھے لذتِ خودی دے کر
وہ چاہتے ہیں کھنکھیں اپنے آپ میں رہوں
ضمیرِ مال و نگاہِ بلند و سستی شوق
نہ مال و دولتِ قارون نہ فکرِ افلاطون
سبقِ طلب ہے یہ معراجِ مصطفیٰ سے مجھے
کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے مومنوں
یہ کائنات ابھی تمام ہے شاید
کہ آہی ہے ماہِ صمدائے کنن فیکون
حلجِ آتشِ رومی کے سوز میں ہے ترا
تری خود ہے غالبِ سرخسوں کا فوں

اُسی کے فیض کے نیچے ہے روشن
اُسی کے فیض کے نیچے ہے جہل



حالم آہ خاک و باد است جہاں ہے تو کہ نہیں
وہ جو نظر سے ہے نہاں اُس کا جہاں ہے تو کہ نہیں
وہ شب و روز و عیش و کمتے ہیں زندگی جے
اُس کی سحر ہے تو کہ نہیں اُس کی آواں ہے تو کہ نہیں
کس کی نود کے لیے شام و سحر ہیں گم ہیر
شہ نہ روزگار پر بارگراں ہے تو کہ نہیں
تو کف خیال و بے بصر نہیں کف خیال و خود نظر
کشت و جو کے لیے آہاں ہے تو کہ نہیں



(لہن میں بکتے گئے)

تو ابھی رہ گزر میں ہے قیدِ مہم سے گزر
مصر و حجاز کے گزر، پارس و شام کے گزر

جس کا عمل ہے بے غرض اس کی جزا کچھ اور ہے
خورِ خیام سے لڑ، باورِ خیام سے لڑ
گرچہ ہے دلکش بہت حسنِ فنک کی بد
طائرِ بلبلِ دانا و دام سے لڑ
کوہِ شکافتیری ضربِ تھبے کش و شرق و مغرب
تیغِ ہلال کی طرح عیشِ نیام سے لڑ
تیرا امام ہے حضورِ تیری نماز ہے منور
ایسی نماز سے لڑ، ایسے امام سے لڑ



کہ جبریل سے ہے ہر نسبتِ عیش	امینِ اند ہے مزارِ جن کی روش
فقیرِ مضافی ہوشِ عمریٰ ہائشِ اندیش	کے خبر کر سنیے ڈوب چل کتنے
نہ اوسد کہ ہے کو سفندی ویش	نکاہِ کرم کشمیریں کجس کے چوشِ ارجائیں
ترا مرخص ہے فقط آرزو کی بے عیش	طیبِ عشق نے دیکھا مجھے تو فرمایا

و شے کچھ اور ہے کہ تہ ہیں جان پاک ہے
یہ تک و ہم یہ لہو آبِ ناس کی ہے پیش



مجد کو منہ نہیں پک نے لگا مرغِ حمن	پھر چراغِ لال سے روشن ہوتے کوہِ دمن
نورے نورے نیلے نیلے پیلے پیلے پیرن	پھول ہیں صحرا میں یا پر پاقِ طہارۂ قبطا
اور چمکتی ہے اس ماتی کو سوچ کی کرن	برکاتِ گل پر لکھ گئی شبنمِ کاسوئی باوِ صبح
جہاں شہروں کے بن سدا تھے شہرِ اچھے کہ بن	حسن بے پردہ کو اپنی بے نقاب کی لکے لیے
تو اگر میرا نہیں بٹا نہ بن اپنا تو بن	اپنے من میں مٹ کر پا جا سراغِ زندگی
تن کی دنیا اتن کی دنیا سو دوسرا مرقن	من کی دنیا اس کی دنیا سو ہستی بند و حق
تن کی دولت چھوٹا ہے اتنے من جاتا ہے	من کی دولت ہاتھ آتی ہے تو بھر جاتی نہیں
من کی دنیا میں نہو کیے ہیں شیخ و برہن	من کی دنیا میں پایا میں آفریں کارج

پانی پانی لگتی مجھ کو قلندر کی یہ بات
تو جھکا جب گئے آگے تو من تیرا نہ تن



(کابل میں لکھے گئے)

مسماں کے لئے میرے سلیقہ والی نازی کا
مروتِ خضرِ عالم گیر ہے مردانِ غازی کا
شکایت ہے مجھے یاربِ خداوندِ کج ہے
سب سے شایعِ کج کے ہے ہر شاکی نازی کا
بہت تفت کے پتھروں کا اندازِ تلمبہ لا
کہ میں نکاش کر ڈالا طریشِ بہاری کا
قلندرِ جزوِ حرفِ لا الہ کچھ بھی نہیں کہتا
فقیرِ شہرِ قادوں ہے لغتِ طے حجازی کا
حریثِ بادِ ہوسنا و جامِ اتی نہیں بھکو
نیک خدا شکافوں سے تھا خاشا شیشِ سازی کا

کہاں سے تونے لے اقبال کیسے ہے دیہوش
کچھ چاہا پاشا ہوں میں تیری بنیازی کا



عشق سے پیدا نئے زندگی میں نیریم
عشق سے شش کی تصویر میں نیریم
اوسم کے ریشے میں سا جاتے ہیں عشق
شبن گل میں جس میں بڑھ سکے گی نام
اپنے رازق کو نہ پہچانے تو محتاجِ ملوک
اور پہچانے تو ہیں تیرے کلاوا و جسم

دل کی آواز می شناسی شکم سامان سر
فصلتیرے ہاتھوں میں بل یاشکم
اے سلاں اپنے بل کے پوچھنے سے پوچھ
جو کیا اٹھنے بندوں کے یہ خیال صرم



دل نہ خالی ہے نہ پاک نہیں ہے
پھر اس میں عجب کیا کہ تو بے پاک نہیں ہے
نہ وقت تھکتی بھی اس خیال میں نہ پ
خافلی تو زرا صاحب اوراں نہیں ہے
وہ اٹھ کر ہے سر زافر کبک روشن
پڑکار و سخن ساز ہے غم ناک نہیں ہے
کیا صفائی و ملا کہ خبر میرے بچوں کی
اُن کا سراسر میں بھی ابھی چال نہیں ہے
کب تک ہے محو غمی جسم میں خیال
یا میں نہیں یا کہ شر افلاک نہیں ہے
بھلی نہیں غم و مایاں ہے پری
میسے یہ شایاں خس و خاشاک نہیں ہے
عالم ہے فقط مومن جاں باز کی سیرا
مومن نہیں جم صاحب لال نہیں ہے



ہزار خوف و کین باج دل کی مشیت
یہی ہے نازل سے قلند ہوں کا طہر

جہوم کیوں ہے زیادہ شرب کا میں
 قنطاریات کہ پیریں کے حوسلیق
 علاج ضعیفیت میں ان کے نہیں کتا
 غریب اگرچہ ہیں رازی کے نکلتے تھے وفاق
 نریلا وہ تو روگ کے چوبیس تائب
 خاک کے کھٹے شیعہ کو بھی تو حسیق
 اسی طلسم کفن میں اس کی آہم
 بشل میں اس کی ہر بات کا تاج عتیق
 مے لیے تو ہے ہر بار بانہاں بھرت
 ہر شکر کہ نکلا ہے جہاں صابریق
 اگرچہ عشق تو بچے نہیں بھی سلمانی
 نہ ہو تو مرگہاں بھی فتنے نہ دینق



نہ چپے اس کے مقبول ہے غلط کی کوئی
 ٹوٹا منہ نزل ہے کہ بنگا ہوا ہی
 کانفہ ہر مسلمان تویش بنی فقیری
 مہر ہے تو کر تانے فقیر ہی میں شہابی
 کانفہ ہے ہوش شیر کرتا ہے بہرہ
 مہر ہے تو تبسین بھی لڑتا ہے سپاہی
 کانفہ ہے تو ہے تاج بخت دیر مسلمان
 مہر ہے تو وہ اپنے خفت پر اٹھائی
 نہیں نے تو کیا پردہ اس کو سہی چا
 ویرین ہے یہ راضی نہ رکھا ہی



(مغرب میں کھٹے گئے)

یہ خوریاں سن گئی دلِ نظر کا حجاب	بہشتِ غربانِ جلوہ ہوا کجا بکاب
دلِ پستہ کا غینہ سنبھال لے جا	روتاؤ میں محسوس ہو میں کرباب
جانِ صہبہ صدائیں مانہیں کھتی	لطیفہ اڑلی ہے فغانِ چنکے رباب
بکھلا دیے ہیں اسے شہرِ ہلے خاتھی	فقیہ شہر کو صوفی نے کر لیا ہے خراب
وہ حیدر زبیر میں کساں چاتی تھی	اُس کو آج رستے میں نہرِ حیدر
سُنی نہ مصرِ فلسطین میں اڑاں میں نے	دیا تھا جس پنچاؤں کو وحشِ سیاب
چائے قہویہ شاید یہ ہے اعتراض	مری تو امیں کھڑا کھڑا نہرِ حیدر



دلِ بیدارِ فاروقی دلِ بیدارِ کوروی	بہشتِ آسم کے حق میں کھینچے دل کی بیداری
دلِ بیدارِ پیدارِ کراخ بید ہے جب تک	نہ تیرا جی بے گداز نہ تیرا جی بے گداری

شام تیز سے ملتا ہے صحرا میں شاہ کاکا
 اس اندیشے سے کہ وہ کب تک
 خداوند تیسے سا دانا ہے کہ نہ صحرانیں
 مجھے تندیہ جاننے لگا کی ہے وہ آراہی
 نغمہ تھیں سے ہاتھ آہستہ آہستہ تانیں
 کہ تیرے لئے ہے جہان تیری قسمت کی چکاری
 کہ دوشی بھی عیار ہے سلطان کی جیاری
 کہ ہر طرح آزادی ہے باطن میں گنہ گاری
 تھوڑے مولا ہے شربتِ آبِ پیر میں جاوے گا کھی
 مرنے والے کسی انفرنگی مراد میں سے نزاری



خودی کی شہنشاہی میں کبر ناز نہیں
 نکلا چشوقِ دل زندہ کی تلاش میں ہے
 جہاناز بھی تو بے لذت نیاز نہیں
 بری نوا میں نہیں ہے اداسے مجھ جہاں
 شکارِ مروتِ نازِ بادشاہِ بہار نہیں
 سوال سے نہ کہوں ساقی فرنگے میں
 کہ بہاگِ صبرِ افسانِ دلِ نواز نہیں
 جہاں نہ عام جہاں میں کہیں کدِ عشق
 کہ طبعِ رقیقہ زندانِ پاک باز نہیں
 جہاں نہ عام جہاں میں کہیں کدِ عشق
 سب سے ہے کہنتِ نازِ ساز نہیں
 اک خطِ آبِ کسینِ غیاب ہو کہ حضور
 میں خود کو تو مرنے لگاں باز نہیں

اگر چہ ذوق تو خلوت میں پھرتا ہو
فغانِ نیم شبیں بے نوائے راز نس



آواہ شیریں شمس کی شہ کوائی ہدف	میر پادنا سزا بشکریاں شمس صفت
نقشِ چکا میں سچ و کج کا صدفِ صمد	تیرے صیقل میں کیں ہر رنگ کی نس
نقشِ بیکار و بیز میں چمک کر ز کلف	عشقِ بیکار ہوا سنا اپنی غوی میں جوا
عشقِ بیکار با شرفِ کمال حیاتِ شرف	کمال کے کیا بیاں کروں تیرے کام کی عشق
لالہ حکیم سنجیدہ ایک حکیم سنجیدہ	صحت پر ہم سے مجھ پر تیرا یہ از فاش
اب بھی رختِ لہو سے اتنی کج باماب لا	مثلِ حکیم ہوا کہ سب کے اڑنا کوائی
نرسے میری آنکھ کا مال میری بخت	خیر نہ کر کا مجھے جلد وہ نشین فرنگ



(روپ میں لکھتے گئے)

نہ سناں ہا میں کہ چہ تھی شکیں تیری
نہ پھرتے مجھے بنس میں کجی اس بخت خیری

کسب سداً بخل تھی میری کرم نقدی
کسب کے پریشان کسی میری کام آوری
زنا کار اور زور کے ہاتھوں میں چھوڑ گیا
طریقہ کو جن میں بھی تھی جیسے میں بڑیا
جداں پاشا چھوڑ کر ہندوئی تماشاہ
خدا پرست سیاست تو رہا تھی چھ چٹری
سوا و روشہ الکبیر میں آتی آتی ہے
وہی حیرت ہی حیرت تھی شان آوری



یہ دیرین کیا ہے انبا حسن خاشاک
مشکل ہے کز اس میں ناک آتش ناک
خچہ حیرت کا قصہ نہیں لانی
نطف خاشاک کا سو گئی استراک
کسیا کیا جو جلتی ہو وقت میں
بکھڑو جب تک بے گمٹ چوڑاں
اک شرع سمانی اک جذب سمانی
ہے جذب سمانی سرخشاں لافلاک
اے ہر مرنے والا بے جذب سمانی
نہ لاء عمل پیالے فرشتہ یقین نامک
دہریں میں حیرت کی گستاخی بے باک
ہر شوق نہیں ستا ہے جذب نہیں بے باک

فانخ تو نہ شے کا مشورہ میں نہیں میرا
یا اپنا کرباں حال یاد میں نہ داناں حال



کمال کج ہے تخیل کج و نوری	کمال کج نہیں آبِ گل مجھ ہی
تعبِ رفت ہے بڑا ہستی و نبوی	میں اپنے سے لے اپنی حلقہ باز آیا
وہ دم جس کو نواہستِ برسمی	رفتہ کرے یہ مژدنِ سلطنت کیلے
حیدر گری شجوبے حریمِ نوری	نئے نہ ساقیِ شوش تو اور بھی تھا
کھنچے بکرتہ جلی ہے حسینِ ستوری	حکیمِ عارف و مشوفی تمام سے ظہور
نہ چوں تو حسینِ پس بھی محتاجِ نبوی	وہ طاقت چھو تو کچھ قفس بھی ازادی
فرنگِ دل کی خرابی خود کی مسوری	برائے مانِ خدا ازما کے دیکھ اسے



اس کی تمتدیر میں حضور نہیں	عقل کو آستان سے نور نہیں
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں	دل بیجا بھی کر خدا سے طلب
یہ وہ جنت ہے جس میں جہنم نہیں	جہنم میں بھی سزا ہے لیکن

کیا غضب ہے کہ اس زمانے میں
اک جنوں ہے کہ باشعور بھی ہے
نہ صبور ہی ہے زندگی دل کی
بے حضور ہی ہے تیری موت کا راز
زندہ جو تو تو بے حضور نہیں
تو ہی آوازِ غمور نہیں
یہ حدیثِ کلیم و ملامت نہیں
اُترتی میں بھی کہ رہا چون کمر



خودی وہ بھر ہے جس کا کوئی کد نہیں
طلبِ کیم بیکدوں کو توڑ سکتے ہیں
خودی میں ثبت ہے پیرِ انجمن بھی آتے ہیں
ترے نام کو غمِ شناس کیا جانے
تو بھولے سب اے سب اگر تو چارہ نہیں
نُجارج کی یہ عمارتِ سنگِ خارہ نہیں
مگر یہ جسدِ مردہ، یہ سچ کا نہیں
کہ خاکِ زخمی ہے تاجِ ستارہ نہیں
ترمی نگریں ابھی شوخیِ نطفہ نہیں
وہ سپہن مجھے بھٹکا کہ پارہ نہیں
مخے جنوں نے کھانے کو نہ چھپا

غضب عین کرم بخش نیست
که من نابینا بشویم



یہ پیام ہے کہتی ہے مجھے بوجہ کجی
ترنی نعلی اسی سے تری آبرو اسی سے
نہ دیا نشان نزل مجھے کچھ تو نے
مے حست سخن میں اپنی تیر بیت ہیں
یہ معاملہ میں نازک بہ تری ضیاء ہو
تو نہا کہ ہے شکاری اسی ایتلے تیری
تو عربیہ یا عجمی ہو ترا لا الہ الا
کہ وہی کچھ غافل ہے مہم اپادشاہی
جو رنجی دی تو شاہی رہی تو نیلہ ہی
مجھے کیا جگہ ہو تجھے شے نہ نشین راہی
وہ کہہ کہ جانتے ہیں دوسرے کجکلی ہیں
کہ مجھے تو حشر آیا یہ طریق نہا ہے
نہیں صحت کے خالی یہ جہان نرج وادی
نکتہ غریبیت تک تامل کرے ہی



ترنی نگاہ نہ مریا تہ ہے کہ تہ
کہا کہ کہنٹ دیا ایل رکتہ ترا
تراکت کہ نخل بندہ کہ ہے نہ
کہاں سے آئے صدا لا الہ الا اللہ

خودی میں کلم خجائی تلاش کر غافل
حیث نکل رہی بیشک یہ کلم خجائی
برہنہ شہرہ نم بند پکار
نہیستے کی گردش بازی افلاک
انہام میں رست خانہ عیسیٰ ختم
یسی ہے تیرے لیے اصلاح کار کی
خدا کے تجھے تیرے مقام کا گاہ
یہاں قلم شہرہ نم بند پکار
خودی کی ہوتے تیرا اہل نعمت جا
نزدک کی نہ محبت یہ فرستہ نکاہ



خون کے پاس کے کلم خجائی اور نہیں
ہر اک نام کے مقام ہے تیرا
کران ہمارے تھمت غودی کے چنے
رگوں میں گردش خجائی کے کر تو کیا حاصل
عروس لائٹنٹ سب سے چمکے جہا
جسے کہ جتے ہیں تیرے انجمن
بڑا کلم ہے قہر بال بڑا لیکن
ترہ اصلاح خجائی کے کلم خجائی اور نہیں
حیات خجائی کے کلم خجائی اور نہیں
گھر میں آپ کے کلم خجائی اور نہیں
حیات کے کلم خجائی کے کلم خجائی اور نہیں
کر میں سیم خجائی کے کلم خجائی اور نہیں
وشے متلغ خجائی کے کلم خجائی اور نہیں
عطائے شہرہ نم بند پکار اور نہیں



نکاح و تہنیت میں ہر کسب کی کیا ہے
بتوں سے تہجد کو امیدیں خدا سے نوسیدی
فلک نے اُن کو عطا کی ہے جہلی کہ جنس
فقط نکاح سے ہر تلے ہے یہ صلا لک
انجیل سے عتاب نکلے ہے ہر
کے نہیں ہے تہمت ہے سزاؤں کی دین
نہش لگتی ہے جہاں کہ قلندری مری
خراج کی جو کہ اچھو قیصری کیا ہے
مجھے بت تو ہسی اور کانہری کیا ہے
خنسیریں روٹیں بند پوری کیا ہے
نہ ہونگا میں شہنشاہی تو لبس کیا ہے
کہ بانٹا نہیں مال کس کی کیا ہے
خدی کی ہوت ہے جس میں سزوری کیا ہے
دل نہ شعر مرایا ہے شاعری کیا ہے



نہ تو زمیں کے لیے ہے نہ آسمان کے لیے
عیتن دل میں شہر شدہ جگہ کے
مقام پر شہر آؤں لے ہے یہ پن
جہاں ہے تہمت ہے لے تو تہمتیں جہاں کے لیے
وہاں جس کے لیے ہے نیستان کے لیے
نہ سیر گل کے لیے ہے ہشتیاں کے لیے

ہے کارا نہی بیل و فرات میں کتب
تراغیب نہ کہ ہے بحر بیکار کے لیے
نشان براہ دکھاتے تھے جہت دار کو
ترس گئے ہیں کسی مژدراہ ان کے لیے
لیکھو بند سخن دل نواز جہاں پر نہ
یہی ہے رختِ غفر مگر وہ اس کے لیے
وہاں سی بات تھی ایڈیٹہ رحیم نے
بڑھا دیا ہے فقط ذریعہ ہستائے لیے
مرے جلو میں ہے اک نمبر جبریل آشوب
منہاں کر جے رکھائے لامکاں کے لیے



تو اے میکاں لا مکاں دور نہیں
وہ جلوہ گاہ ترے خال واں دور نہیں
وہ مرغزار کہ بنج سزاں نہیں جن میں
غمین نہ ہو کہ ترے ہشتیاں دور نہیں
یہ ہے حلاوتِ عالم قلم کی حیات
خدا خستہ ہے کہیں کیاں دور نہیں
نصارتی مڑ پر میں ہے خدا کے
قدمِ شایستہ ام آسماں دور نہیں
کہے نہ اٹھ سکے کہ چوٹ ہے جہو
یہ بات اچھو نکلتے واں سے دور نہیں



(یہ وہی میں لکھتے گئے)

جس نے مجھ کو خط کی نظر حیا نہ
بسکائی عشق نے مجھ کو حدیثِ بند
نہ باد ہے نہ خضر اسی نہ دورِ پیش
فقط نگاہ سے نکلیں ہے بزمِ جانانہ
میری نجات پریشاں کو شاعرِ شمس
کو میری محبتِ ازل و روزِ مین
کلی کو دیکھ کہ تپش نہ فیضِ سحر
اسی میں ہے مے دل کا تمام افراز
کوئی بتائے مجھے یہ خیاب کچھ حضور
سب شتا ہیں یہاں ایک ہی چرخِ گنج
فرنگ میں کوئی دن اور بھی نہیں جاوے
مجھے جنوں کو سنبھالے لڑیہ راز
مقامِ عقل کے آس پاس لڑ گیا آس پاس
مقامِ شوق میں کھو گیا یادِ فرزانہ



افلاک کے آگے نالوں کا جوابِ آخر
کرتے ہیں خطِ بے آخر اُٹھتے ہیں حجابِ آخر

احوال محبت میں کچھ فرق نہیں رہا
میں سمجھ کر کہتا ہوں تقدیر انہیں کیا ہے
میں جانتا ہوں کہ دستور خدائے ہیں
کیا وہ بد بنا کر کیا شوکت سمجھ رہی
خلوت کی گھڑی گزری جوت کی گھڑی
چھٹنے کو بچے جس کی گھڑی سما کر
تساخا بہت مشکل اس سبیل سانی کا
کہ کھلے قلندر نے اسرار کتاب آخر



ہر شے مسافر چرچیں نہ رہی
تو مروید ان ٹولیشہ پر
کچھ دست دراپنی تو نے نہ جانی
دنیائے دوس کی کبت کندی
چیرم کو دیکھتے ہیں نے
کیا چاند تارے کیا مرغ و ماہی
نوری حضور تی سیر سپاہی
یہ بے سود اوئی یہ کم نکاحی
یار اہم سب کر یا پاشی
کر وار بے سوز، گفتار واپی



ہر چیز ہے مجھ کو ہوائی ہر ذرہ شہید کبریائی
بے ذوق نمود زندگی، ست تعمیرِ خودی میں ہے حنائی
رائی زورِ خودی سے پرست پرستِ ضعفِ خودی سے اتنی
تارے آوارہ و کلم آئینہ تقدیرِ وجود ہے جُبدائی
یہ پھپھے پہر کا زور و چہانہ بے راز و نیلِ آشنائی
تیری قندیل ہے ترا دل تو اپنے اپنی روشنائی
اکل تو ہے کہ حق ہے اس جہاں میں باقی ہے نمودِ سیمائی
ہیں عقدہ نشینِ صحرا کلم لکھتے برہنہ پائی



اعجاز ہے کسی کا یا کر اشنِ ماہ ٹٹا ہے ایشیا میں سحرِ فرمیانہ
تعمیرِ ایشیاں سے نہیں نے یہ از پایا اہلِ نوانے حق میں بھل ہے آشیانہ

یہ بندگی خدا کی وہ بندگی کہ اتنی
غافل نہ ہو خودی کے گراپنی پاسبانی
یہ بندگی خدا کی وہ بندگی کہ اتنی
غافل نہ ہو خودی کے گراپنی پاسبانی
یہ بندگی خدا کی وہ بندگی کہ اتنی
غافل نہ ہو خودی کے گراپنی پاسبانی

راہ حرم سے شاید قہر بال باخبر ہے
ہیں اس کی گفتگو کے انداز مہمانہ



خود بندوں کے کیا پوچھیں کہ میری ابتدا کیا ہے
کہ میں امن سکرم میں رہتا ہوں میرا تہہ کیا ہے
خودی کو کہہ دے کہ انا کہ ہر تہہ سے پہلے
خدا بندے سے خود تو مجھے بتا تیری خدا کیا ہے
مقامِ نعمت کہ کیا ہے اگر میں کسی گاہوں
یہی سوئے نفس ہے اور میری کسی کیا ہے

نظر آئیں مجھے تیر کی لہریاں اُس میں
نہ پوچھ لے ہم نشیں مجھے وچشمِ ہمدانیہ
اگر جوتا وہ مجھ کو بیفتی اس نے میں
تو قبل اس کو سمجھتا تھا کہ میرا کیا ہے
نوائے شمع کا ہی نے چمک کر خوں کر دیا میرا
خدا یا جس خطا کی یہ تیرا ہے وہ خطا کیا ہے!



کھلتے ہیں غنہ سراجِ اسرارِ شہنشاہی	جب عشق کھلتا ہے، آغوشِ گاہی
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی	عطار پہ رومی ہو، رازی ہو، عزالی ہو
کہ کوشش توں میں کیوں ہے تو توں میں ہی	نوسید نہ جو ان سے لے رہے ہر فرزانہ!
جس حق سے آتی چوڑا زمین گاہی	اے عطار! لڑھکتی! اُس حق سے کت اچھی

✽ جبرینی کا مشہور مجذوب فلسفی نقشبہ جو اپنے قہس و ادوات کا صحیح انداز نہ کر سکا کہ
اس لیے اس کے فلسفیانہ افکار نے اسے غلط رستے پر ڈال دیا

و ابراہیم کند سے وہ سر فقیر اولیٰ
چو جس کی فقیری میں مجھے آئندہ نہیں
آئین جو انمراں حق کوئی ہے باکی
اللہ کے شیریں کو آئی نہیں باہری



مجھے آہ و غنائن ہم شب کے سپر کیا آیا
تھمے ہر کو شاید پھر کوئی مشکل مقام آیا
ذرا قدر کی گزرتیوں میں بے جا تو بھی
کہ میں جنگاؤں میں کتنے تیغ بنیام آیا
یہ صبر کلمہ دیا کس شوخ نے محرابِ سجدہ
یادوں گئے جہوں میں جب وقتِ قلم آیا
چل اے میری غریبی کا تماشا دیکھنے والے
وہ محفل اٹھ اسی جن تم مجھ تک ورجام آیا
دیا اقبال نے ہندوستانی سمانوں کو سوزنا
یہ ایک مڑتے آستان تھا جن اس فخر کے کام آیا

اسی اقبال کی نہیں جستجو کرتا رہا برسوں
بڑی تکت کے بعد غرور شاہین مریدوں کا



نہ پٹنیاں شتاتی تو میں ہٹا نہیں تپ
کہ میری نگاہ کی ہے یہی پٹنیاں شتاتی

میرے غم سے نہ ابرے بے چہرہ کرتی ہے
ابھی مغل میں ہے شاید کوئی دہشتناقی
وہ آتش آج بھی پراگشیں مہمکتی ہے
طلبِ صبا تو نہ ہو یہی تو میرا شکستہ ساقی
نیکو فرنگ کا نانا اس کی تابناکی سے
کہ بھلی کے چرخوں کے پاس ہر کی برائی
دلوں میں لڑنے لڑائی گیری کے نہیں اُٹتے
نگاہوں میں اگر پیدائے ہو نانا زلفاقتی
خزوں میں بھی کب کب تھیں صبا کی وہیں
مری غماز تھی شمعِ شیں کی لم اوراتی
اٹ جاتیں کی تیریں لائیں کی تقدیر
حقیقت ہے نہیں مجھے تخیل کی نیلاقی



فطرت کو خرد کے زور ہو کر
تسخیرِ مہم ناک و ہو کر
تو اپنی خودی کو کھو چکا ہے
کھوئی ہوئی شے کی جستجو کر
تاروں کی فضا ہے بیکراں
تو بھی یہ ستارے آرزو کر
غریب ہیں ترے چمن کی حیریں
چاکل گل و لالہ کو رخو کر
بے ذوق نہیں اگر فطرت
جو اس نے چھکا وہ ٹوکرا



یہ پیران کلیسا، حرم اے جانے مجبوری
صلہ ان کی کد، کاوش کاپے سینوں کی بنی
یقین پیدا کرانے ان یقین سے تھاتی ہے
وہ درویشی کہ جس کے سامنے جھکتی ہے منغوری
کبھی حیرت، کبھی ستی، کبھی کسب و کاری
بدلت ہے ہزاروں زند میاں اور مہجوری
حد اور اسکے باہر ہیں باتیں عشق و ستی کی
سمجھ میں اس قدر آیا کہ ول کی موت ہے دُوری
وہ اپنے دشمن کی ستی سے جو مجبور پیدائی
مری آنکھوں کی بینائی میں ہیں اسباب توری
کوئی تفتیر کی منطق سب کو کتنا شیر
نہ تھے ترکاں شامی سے کلم ترکاں سیاہی

فقیرانِ جسم کے ہاتھ قرب الگ الگ کیجئے
میتھر میٹھ سلطان کو نہیں شاہی کا فوری



تازہ چھوڑا شہنشاہ نے کیا سوچا
کڑے حسن میں ممکن نہیں بچا
مصلحت سے رہے تو مجھ سے نہایت
عشق بے چارہ نہ ملا ہے نہ چاہئے نہ مہم
میں نہزل ہے غریبانِ محبت چرام
سبغہ جہنم بظاہر نہ آتے ہیں تہم
ہے کراں میرِ عجب باحد ذرا سے
کہ وہ دیر پا کے کڑے کئے ہیں مانعہ
مرد و بیش کا سر یہ ہے از او می مرگ
ہے کسی اور کی خاطر نصیبِ روم



تو اس کے گنج ہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے تھماں اور بھی ہیں
تھی زندگی سے نہیں فیضائیں
یہاں سیکڑوں خارواں اور بھی ہیں

قیامت کے کرب لہ نہک نو پر چمن اور بھی اشیاں اور بھی ہیں
الگو کیا انشیہن تو کیا نس مقامات اور فضاں اور بھی ہیں
تو شاہیں بنے پرواز کے کام تیرا ترے سامنے سماں اور بھی ہیں
اسی روز شب میں الجھ کر نہ رہا کہ تیرے گزراں مکان اور بھی ہیں
کتنے دن کہ تنہا تھیں نجس میں
یہاں اب کے رازواں اور بھی ہیں



(فراس میں بکھٹے گئے)

دُشمنڈ رہا ہے فخر کبیش جہاں کا دم داتے تھے خام و آتے تھے خام
چیرم نے لکنا کجی مری و تلاء پُچھتے تھے بری فضاں اب لائے لیں تسلیم
تھا اونی کو کلیسم میں اونی کھنسیں اس وقت خداداد جمعیت احکام
کچھ ہے افشاں سے از اہل نغری فضاں چوسیں کیا بھی شیعہ زندہ عام
حالت سھونی میں لڑے نہ بے سوزنا میں بھی ہاشنگام تو بھی ہاشنگام



مکتبوں میں کس طرح سنائی افکار بھی ہے
خانقاہوں میں کس لہجے سے سر بھی ہے
منزلِ اہلِ طہارت و پستی ہمار بھی ہے
کون کس قافلے میں مت غلط سلا بھی ہے
بدھ کے بغیر ہے میرے کھڑے دینِ ملن
اس زمانے میں کوئی حیدرِ ازل بھی ہے
ہم کی کس پر ہے بن قہر کس لیے
لہ شیشے کی جی تھنمتِ دیدار بھی ہے
میرین نہ کیا کہ ہے کہ ایوانِ فرنگ
ست بنیا دہیں گے آتشِ دیوار بھی ہے



حادثہ جو ہے چہ انداک میں ہے
کس کس کے آئینہ اور اک میں ہے
نیت سے میرے کئے کوششِ افلاک میں ہے
تیرے تیرے دیر کے نالہ و بکال میں ہے
یا فرمانم اس ہی خیمے خاشاک میں ہے
یا فرمانم اس ہی خیمے خاشاک میں ہے
کیا مجھ سے بھی تو اچھے کچھ ہے
زندہ ہو جانے وہ کاش لے تر خاک میں ہے

تو مٹا لے گی یہی خاکِ غمِ شبِ روز
گرچہ ابھی ہوئی تقدیر کے پیچاں میں ہے



فسانہ بکے کلامات کے لئے باقی	رہا نہ حلقہٴ صوفی میں بزمِ شادی
فقاں کے تحت بکھری کالی زبانی	غراب کو شکستِ سلطانِ مانتا ہفتیر
کتابِ صوفی و فانی کا وہ باریقی	نئے کی اور محشر کو شہسازِ اکِ روز
سما کا نہ وہ عالم میں مروتِ اخلاقی	نہ چینی چمک رہی وہ نہ رومی شامی
کھٹکے ٹپے لوں میں کھرستہٴ شادی	مے شہباز کی سی تو چوچکی کین
کہ نہ ہر بھی کسی کرتا ہے کارِ بریاتی	چمن میں تلخ نوائی مری لوارِ کر
وہ شعر جس میں چو بلی کا سوہنہ بڑا	عزیز تر ہے ستارے امیرِ سلطان سے



نہا نہ زور سے اس کے گونگی کریاں پاک
اگرچہ غریبوں کے خبسنوں میں چھپا لاک

مے تیں خیر حیات ہے پرنہ
نصیب سلیب ایک آتش ناک
حروج آدم جن کی گفتگو میں تمام
یہ کمناں یہ سستہ یہ سینگوں افسان
سینے مانے غائب کی کائنات کھریا
دماغ روشن دل خیر کو بے باک
تو بے بصر چہ تو یہ مانے نکاح ہی ہے
ولکنہ آگ ہے سوہن جہاں خوش نشان
زماؤ متل کو سمجھاؤ ہے شریل راہ
کھنچے کہ خبر نہاں سچے حساب اور ال
جہاں کام میراث مرہون کی
مے ظلم نہ چھپے تخت لولال



یوں ہونہیں آواہ کو ہر کیا نہ
یک رنگی آواہی لے تہست ہرانا
یا خجہ طعنہ دل کا آئین جہاں لری
یا مروت سندر کے انداز طوکنا
حیات فارابی یا تاب تپ وہی
یا مکر حلیانہ یا عذب ہمایا
احتمال کی رو باہی یا عشق بولہاں
یا حیلہ منہ نہلی یا حملہ ترکانا
یا شرح سلمانی یا زور کی دہانی
یا نمر و ستانہ اجداد کو زبنت ناہا
میری میں فقیری میں شاہی میں غلامی میں
کچھ کام نہیں بٹا بے جرات نہا



نہ تخت تاج میں نے لشکر پہا میں ہے
 جہات مرقعہ کی بارگاہ میں ہے
 صنم کو چے چل اور مروتی ہے خلیل
 نیکت ہے کہ پوشیدہ لالہ میں ہے
 وہی جہاں ہے راجس کو کرے پیدا
 یہ نیکت نہیں جو تری نگاہ میں ہے
 سروساز کے مقام ہے جس کا
 وہ نیکت خاک اسبی کو لگاؤں اور میں ہے
 غیر مل ہے چندان محروم سے مجھے
 فرنگ کہ مکرزویل ہے پندہ میں ہے
 تلاش اس کی فضاؤں میں کہ نصیب اپنا
 جہان تازہ ہری اور شب بکا میں ہے
 مے کو کو نصیب سمجھ کہ باؤ نواب
 نہ بے جس کے باقی نہ خافتہ میں ہے



مہر نے نہ شمشاد مجھے اندیشہ چالا
 رکھتی ہے کھڑا قہر از مری خاک
 وہ خاک کہ ہے جنوں مستعل اور اک
 وہ خاک کہ جبریل کی ہے جس کجا پاک

وہ خاک کے پروانے شمعیں نہیں کہتی
چشتی نہیں چہلے چہلے نہیں خسر و خاشاک
اس خاک کا اللہ نے نہ بنوے ہیں وہ آسمان
کتنی ہے چمک جن کی ستاروں کو عرق نما



کریں گے اہل نظر تازہ بستیاں آباد
میری نگاہ نہیں سنئے کوئی دہشت آباد
یہ بدستیر جواں ہیں سو دروہ جہان
انہی کے دم کے بچے چناؤ نہ تو تباہ آباد
فیضی ہے نہ تواسے ہے غرض مجھ کو
یہ دل کی موت وہ ایسا دشت ظفر آباد
فقیہ شہر کی تختی کیا مجال ہی
مگر یہ بات کہ میں سناتا چوں دل کی کشاد
خرمیکے ہیں دنیا میں عشرت پرور
خدا کی دین ہے ساری عین غم آباد
کیے جی فاش ہنوز دست ندی ہیں
کونکر بدست خانم تہ جہاز آباد
رہس کے فاقوں کو تازہ برہمن کا ظہر
عصانہ جو تو گھسی ہے کار بے بنیاد



کے حق سے فرشتوں نے اقبال کی غبار
گستاخ ہے کرتا ہے فطرت کی جانب ہی

خالی ہے کمر اس کس انداز میں اس کاں
سوی ہے نہ شامی ہے کاشی نہ سرفروشی
بکھلائی فرشتوں کو ہم کی ترپے اس نے
اوم کو بکھاتا ہے داجہ بندو بی



نئے نئے رباقی، نئے نئے مریاں
جیتا ہے رومی، ہمارا ہے راز جی
روشن ہے جاہم شیدا ب تک
شاہی نہیں ہے بے شیشہ بازی
دل ہے سماں یہ دانہ تیرا
تو بھی بازی میں بھی بازی
میں جانتا ہوں انجام اس کا
جسم کے میں تلاہوں غامی
شرکی بھی شیریں تازی بھی شیریں
آذر کا پیشہ حنا تراشی
تو زندگی ہے پائندگی ہے
کھڑکیاں حنا لکھنا بازی
باقی ہے جو لپڑے سب خال بازی



گرم فغاں ہے جبریں اُنکے کہ کیا قافلہ
والتے وہ رہرو کہ ہے منتظرِ راحلہ

تیری طبیعت ہے اور تیرا زمانہ ہے اور
تیرے مہرق نہیں خانتی سدا
دل چو خلاصہ نہ دیکر امام خسرو
سلاک ہو ہوشیار بخت ہے یہ جلد
اُس کی خودی ہے ابھی شام بھر میں کہ
کہوشن اس کا ہے جس کی باں کچھ
تیرے نفس ہوئی آتش گل تیر
نہیچ چمن ہے یہی تیری اکل



ہر فی اسے نمونے زندہ عارف حامی
دیباچے میں نے نصیف و بق آتش اشامی
حرم کے پاس کئی عجیب چہرہ مسخ
کہ آتا رہے مجھ سے بڑے احرامی
حقیقت ابدی ہے تمام شبیری
بدلتے رہتے ہیں انداز کو فی و شامی
مجھے فی ہے تمام ہیں مٹھتے کار بہت
نزدک لائے کہیں تیسے ٹھٹھکی خامی
عجب ہیں کہ سداں کو پھر حلا کر
شکوہ و فخر و غم و بے بسطامی

قبلے علم نہ ہوتا لطف خاص ہے
ترمی نگاہ میں تھی میری فحش اندامی





ہر اک صفت سے لگے لڑ گیا سر نہ
 کمال کو میسر ہوا ہے بے گنت دوا
 نفس کے زور سے جو غنچہ وا نہوا میں تو کیا
 جسے نصیب نہیں آفتاب کے کار تو
 بنگاہ پاک سے تیری پائے لہلہ ہیں
 کمال کو حق نے کیا ہے کھاد کا پیہ
 پتہ کا نہ خیاباں میں لاؤ دل نہ
 کس ذکر کا نہیں ہے جہاں کفتم جو
 ہے نہ ایک غوی کے صبر کے باقی
 ہمیشہ تازہ ہمشیریں ہے نغمہ خسرو



کھونہ جا اس سحر و شام میں اے صاحب چہ شہ
 اک جہاں اور بھی ہے جس میں فردا ہے زندہ شہ
 کس کو سلام ہے سنگ کا نہ فردا کا مقام
 مسجد و مکتب و محین نہ ہیں تہہ سے خندہ شہ

میں نے پایا ہے اسے اشک کا ہی میں
جس کو ناب کے خالی ہے صفت کی خوش
نئی تہ زیب تکلف کے سوا کچھ بھی نہیں
چہرہ روشن ہو تو کیا حاجت گلزارِ فروش
صاحبِ از کو لازم ہے اعفِ غل نہ ہے
گاہے گاہے صفتِ آہنگ بھی ہو تارِ فروش



تھا جہاں سے شیریں شاہنشاہی	آج آج نہ توں میں ہے قلعہ زباہی
نظر آتی نہ مجھے غلزاروں میں	وہ شبانی کہ ہے تمہیں عظیم اہلیں
لہت نہ کہیں مرغ خوش الحان کے لیے	آہ سر باغ میں تانے نہ کھنکھاتی
ایک مستی جو ہے سہا پناہ	ایک مستی جو ہے تمام گاہی

صفتِ برق پختا ہے مرادِ کربند
کڑھتے تہِ زہرِ طشتِ شبِ رہی



ہے اور منجھکتے سماج شرابگ
دنیا میں مڑاں جناس کے لیے تنگ
جیتے کا جگر چاہیے شاہیں کا تہس
جی سکتے ہیں بے شہنی دہشت فرنگ
کر نہیں دھاؤس کی تقلید کے قہر
بمیل قہر آؤ گے چٹاؤس قہر رنگ!



فقر کے ہیں عزت تاج و سیر و سپاہ
فقر ہے بیڑی کا زیر فقر ہے شاہنشاہ
علم کا مقصود ہے پاکلی عتس و خرو
فقر کا مقصود ہے غنبت قلب نگاہ
علم ہے جو بانی اور فقیہ و انانے راہ
فقر میں سستی ثواب علم میں سستی گناہ
فقر مست اہم نظر، علم مست اہم خبر
علم کا سوجوہ اور فقیہ کا سوجوہ اور
اشہد ان لا ازالہ، اشہد ان لا ازالہ

پڑھتی ہے جب فکر کی سان پہنچ ہوئی ایک سپاہی کی خبر کی تھی کہ سپاہ
دل اگر نکال میں زندہ ہو رہا ہے
تیری نگاہ توڑے آسمان مٹ رہا ہے



کمال چرخوں میں ہمیں کرم طواف خدا کا شکر سلامت ہا صرم کا علاف
یہ تہنق بادل ہو سونوں کے لیے کہ ایک باں میں فقیہاں شہر میرے خوف
تراپ ہے فلاطونیا غیبی جہنم ازل سے ایلحند کا مقام ہے عرف
ترے ضمیر پر جب تک نہ ہو نزول کتاب گرد کش ہے رازی نہ صاحب کشف

سُور و سوز میں ناپائدار ہے اور نہ
مے فرنگ کا ترنجہ بھی نہیں ناصا



شہر و بستان خرو کا عالم ہے عجیب مقام شوق میں میر سب ازل نظر کے رقیب

میں جانتا ہوں جماعت کا حشر کیا ہوگا
مسائل نظری میں انجلیکس خلیب
اگرچہ نیلے شمس کا کر رہا ہے طواف
مری نوامیں نہیں طہ جہر چر کا نصیب
نیلے میں نے سخن بس تجھے گلِ ثنائی
نئے کون اسے اقبال کا پیشِ غریب

سمجھ رہے ہیں وہ یورپ کو ہم چار اپنا
تاکے جن کے نشیمن ہیں نیا و قریب

قطعہ

اندازِ بیس گرچہ بہت شوخ نہیں ہے
شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات
یا وسعتِ افلاک میں تجسیرِ مسلسل
یا خاک کے آٹھ شش میں تسبیح و مناجات
وہ مذہبِ مروان خود آگاہ و خدا مست
یہ مذہبِ غلا و جمادات و نباتات



(۱)

رہ دیکھم نامہ باز !
کیلی کی ادا سودا حراز !
برکے براہیں چاک
بیراہیں خود کا یہ زمانہ !

۲ حصہ (۱۱م)

معدوم بحر میں ٹوٹ کر سنہل جا

تیرے جاگتے جگتے جگتے جا بیچ کھا کی کر بدل جا

سینہ کا کس نے بچھڑا دیا ہے
تیرے دل تری قسمت میں آجیج !

دھیرے دھیرے چپ کل جا !

رُباعیتا

رہ و رسمِ حرمِ نامحسوسانہ
تبرکے کے مرا پیرا ہرن چاک
کھلیسا کی ادا سودا گرانہ
نہیں اہلِ خبسنوں کا یہ زمانہ

ظلامِ مجسم میں کھو کر سنبل جا
نہیں سالِ ترقی ستیں لے سوج
تڑپ جا بیچ کھا کھا کر بدل جا
اُبھر کر جسٹریٹ چائے نکل جا!



مکانی ہوں کہ آزادِ مکاں ہوں جہاں بیچے کے خود سارا جہاں ہوں
وہ ایسی لامکانی میں ہرست مجھے اتنا بتا دیں میں کہاں ہوں!



خودی کی خدمتوں میں کلم ہائیں خدا کے کسے کو یا نہ تھائیں
نہ دیکھا آنکھ اشکارِ جب کہ وہ دو قیامت میں تماشائیں کیا میں!



پیشانِ کار و بارِ آشنائی پریشانِ رمری نگہیں نو اتی
کبھی میں صوفیہ تاجِ دولتِ نصیب ہر شے اتنا کہ کبھی نہ بچد اتی!



یقینِ شبِ خیلِ تشنہ نشینی یقینِ اشدستیِ خود گزینی
سن لے تہ نہ یہ بے خبرِ لڑنما غلامی سے بتر ہے بھتیہینی



حرکے نوزیں باجم ہے جسم کار از توحیدِ اتم ہے
تمی صحت کے لئے اندیشہِ غرب کو تمذیب ہے نکی جسم ہے



کوئی دیکھے تو یہ کسی نوازی نفسِ ہندی تمامِ مستازی
بنوہ الودہ اندازِ امنِ زند طبیعتِ غمزوی قہرِ تازی



ہر اک فنے میں ہے شاید مکھیں دل اسی جلوت میں ہے خلوتِ نشیں دل
اسی روشِ منور ہے کہیں غلامِ کوششِ بانیں دل



ترا اندیشِ امنِ لالی نہیں ہے تری پر از لولالی نہیں ہے
یہ مانا اصلِ شاپہنی ہے تیری تری آنکھوں میں بکالی نہیں ہے



نہ مومن ہے نہ مومن کی امیری
رہا صوفی کتنی روشن ضمیری
خدا سے پھر تھی قلب و نظر مابک
نہیں ممکن امیری بے فقری



خودی کی جست توں میں صطفائی
خودی کی جست توں میں کبر پائی
زمین اس کا لڑی عرش
خودی کی جست میں ہے ساری خدائی



نیکو ابھی چوٹی ہے تک و بومیں
خود لکھوئی کتنی ہے چپا رومیں
نہ چھوڑے دل فتنہ بھجھا ہی
اماں شاید ملے اللہ ٹھوہیں



جمال عشق ہستی نے نوازی
جمال عشق ہستی بے نیازی
کمال عشق ہستی طرف حیدر
نواں عشق ہستی صرف لازمی



وہ میرا رونق محفل کہاں ہے مری بجلی مرا محفل کہاں ہے
مقام اس کپڑے کی خدمتوں میں خدا جانے مست اہل کہاں ہے



سوا زلفت سل نہیں ہیں نشانِ جاوہر ہوں نزل نہیں ہیں
مری تقدیر ہے شکاں سوزی فقط بجلی ہوں میں محفل نہیں ہیں



تھے سینے میں مئے نل نہیں ہے تراؤم کر محفل نہیں ہے
کوڑھ جاتل سے اکے کہ یہ نور چراغِ راہ ہے ہزل نہیں ہے



ترا جہر ہے ثمری پاک ہے ثو فروغِ دید و افلاک ہے ثو
تر حصے زیوریں انفرشتہ ثو کشد ہر شہ لہ لاک ہے ثو



محبت کا جنوں باقی نہیں ہے مسلمانوں میں خوں باقی نہیں ہے
صفیں کیجی دل پریشان سجدے بے توق کہندے اندھوں باقی نہیں ہے



خودی کے زور نے نیل پہ چاہا مسموم نکو کار ز پاہا
بڑھکے حاصلِ شانہ کھیلے اہل سے ہن بھینٹا ہا



چمن میں خست گل شبنم ہے سمن ہے سبز ہے باؤ سحر ہے
کمر پہ کامر ہو کتا نہیں م یہاں کل لالہ بے سوزِ جگر ہے



خبر ہے اچھو روشن صبح ہے خبر لیا ہے چراغِ دل ہے
دنوں کا نہ پہنکے میں لیا چراغِ دل کو لے گیا خبر ہے



جانوں کو مری آہ سرے پھر ان شاہین بچوں بال پرے
خدا یا از نو مری ہی ہے مرزا تو بصیرت عام کو دے



تری دنیا جہان مرغ و ماہی مری دنیا فتنان حبس و جہاں
تری دنیا میں ہیں محکوم و مجبور مری دنیا میں تیری پادشاہی!



کرتم یہ کہ بے جوہر نہیں ہیں غلامِ نعلِ خجہ نہیں ہیں
جہاں تیری مری فطرت ہے لیکن کسی بیش کی غمان نہیں ہیں



وہی اصل مکانِ لا سکاں ہے مکانِ کھیشے ہے اندازِ بیاں ہے
خضرِ کنیز بتائے کیا بتائے اگر ماہی کہے دیا لکس ہے



کبھی آوارہ و بے خانماں عشق کبھی شاہشاں نوشیرواں عشق
کبھی میدان میں آتا ہے پروش کبھی غریب و بیتین ہنسناں عشق!



کبھی تنہائی کو دروہن عشق کبھی سوز و غم و انہمن عشق
کبھی سڑیہ محراب و منبر کبھی حلاشلی خیر شکن عشق!



عطا اسلاف کا جذبہ دوس کر شریک زمرہ لائیں نہ دوس کر
خجولی گشتیاں سلجھا چکانیں مے مولا مجھے صاحبِ جنوں کر!



نیت میں نکلیا بوجھ کہ جاں تہ نہیں کہ بدن
چک سچ میں کیا باقی ہے لی کہ رسیزار ہو اپنی کرن سے!



خرو واقف نہیں ہے نیک ہے
بڑھی جاتی ہے طم اہم اپنی حد
خدا جانے مجھے کیا جو کیا ہے
خرو بیزار دل سے دل خرو سے!



خداوند اجنالی وید ہے
وہیکن بندگی استغرا
خداوند اجنالی وید ہے
وہیکن بندگی استغرا



یہی آدم ہے سلطان محروم کا
لوں کیا جہاں اس بے بصر کا
نعمت دین نے خدا بین نے جہاں
یہی شکار ہے تیرے ہنر کا



وہ عارف نے صبح دم ہے
اسی سے ریشہ معنی میں نم ہے
اگر کوئی شیب آئے سینتر
شبانہ سے گلہبی دم ہے



رگوں میں دلوں باقی نہیں ہے وہ دل وہ آرزو باقی نہیں ہے
نہ روز و نہ رات باقی ہو یہ سب باقی ہیں تو باقی نہیں ہے



کھلے جاتے ہیں اسرارِ نہانی کیا دورِ حدیث 'لن ترانی'
جہنم کی خودی پہ نمودا وہی خودی وہی اشکِ نہانی!



زمانے کی یہ روشِ جاودا حقیقت ایک شے باقی نہانہ
کسی نے روشن دیکھا ہے نہ فردا فقط امروز ہے یہ زمانہ



حکیم بن ہمدانی خودی کی کلیم بن مرزپانی خودی کی
تجھے گرفتِ مرثا ہی کا تاروں غریب بن کج بانی خودی کی



تو اتن روح سے آشنایا ہے عجب کیا! او تیری نارسا ہے
تو بے روح ہے بیزار ہے حق خدا سے زندہ مندوں کا خدا ہے



قطعہ

اقبال نے کل اہل خیابان کو سنایا
یہ شعرِ شاد آورہ پر سوز و طرب ناک
میں صورتِ گلِ مست صبا کا نہ نہیں سچ
کہتا ہے مرا جو شبنمِ جنوں میری قبا پاک



دعا مسجدِ قطیف میں لکھی گئی

ہے ہی بھری غار ہے ہی پیرا و منور
ی نواؤں میں ہے رے جگر کا ہوا
محبتِ اہل صفا نور و حضور و سرور
سرفروشی و پرہیز ہے لال لب و آنجو
یاو محبت میں ہے کون کسی کا رفیق
ساتھ ہے گئی ایک سرِ آرزو !
سیرا نشین ہیں درگاہِ سیر و وزیر
سیرا نشین بھی توشیحِ نشین بھی تو
تجھ سے سرِ بیاں برا مطلعِ صبحِ شہور
تجھ سے سرِ سینے میں آتشِ اللہ محو !

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَعَدَا

(سجدہ کر کے میری کتنی کئی)

ہے یہی میری نماز ہے یہی میرا وضو
میری نواہیں ہیں ہے میرے جگر کا لہو
ضحبتِ اہل صف، نور، حضور و سرور
سرخوش و پُر سوز ہے لالہ لبِ آبِ بخور
دراہِ محبت میں ہے کون کسی کا فریق
ساتھ مرے ہو گئی ایک مری آرزو
میرا نشین نہیں در کہ میرا وزیر
میرا نشین بھی تو شاخِ نشین بھی تو

مجھے کریب میں ہر طرح کی صبح نشور
 تجھ سے مرے سینے میں آتش اُٹھو
 تجھ سے مری زندگی سوز و تب و درد و داغ
 تو ہی مری آرزو، تو ہی مری جستجو
 پاس آ کر تو نہیں، شہر ہے ویران تمام
 تو ہے تو آباد ہیں اجڑے ہوئے کھنکھ و کو
 پھر وہ شراب کُنن مجھ کو عطا کر کہ میں
 ڈھونڈ رہا ہوں اُسے توڑ کے جام و سبزو
 چشمِ کرم ساقیا! دیر سے ہیں منتظر
 جلدوتیوں کے سبزو جلدوتیوں کے لڈو
 تیری جلدوتی سے ہے میرے جنوں کو جلد
 اپنے لیے لامکانِ میرے لیے چار شو!
 فلسفہ و شعر کی اور حقیقت ہے کیا
 حرفِ تناسل ہے کہ نہ سکیں زوہر

مسجدِ قرطبہ

(ہسپانیہ کی سرزمین، انصاورِ مذہب کی گنجی)

سلسلہ روز و شب، نقشِ کبرِ حادثات
سلسلہ روز و شب، اصلِ حیات و ممات
سلسلہ روز و شب، تاجِ سرِ پروردگار
جس سے بنائی ہے ذاتِ اپنی قبلے صفات
سلسلہ روز و شب، سازِ ازل کی نعمت
جس سے دکھائی ہے ذاتِ زیرِ وہیمِ حکمت
تہجد کو پرکھت ہے یہ مجھ کو پرکھت ہے یہ
سلسلہ روز و شب، جھریں فی کائنات
تو جو اگر کم حیدر، میں نہیں اگر کم حیدر
موت کے تیری برات، موت کے میری برات

تیرے شب و روز کی اور حقیقت ہے کیا
ایک زمانے کی زو جس میں نہ دن ہے نہ رات
آئی و مانی تمام سبب نہ ہائے شہ نہ
کار جہاں بے ثبات کار جہاں بے ثبات
اول و آخر فنا، باطن و ظاہر فنا
نقش کائن جو کہ نور سنزل آخر فنا
ہے مگر نقش میں رنگ ثبات دوم
جس کو کیا چو کسی مروحہ نے تمام
مروحہ کا عمل عشق سے صاحبِ غ
عشق ہے اصل حیات ہوت ہے اس پر حرم
شد و سبب نہ ہے کہ چہ نہ ملنے کی زو
عشق خود الکیل ہے نیک کو لیتا ہے تمام
عشق کی تقویم میں عصبہ ہواں کے سوا
اور زمانے بھی جس جن کا نہیں کوئی نام

عشق دم حبسِ سبیل، عشق دل مصطفیٰ
 عشق خدا کا رسول، عشق خدا کا کلام
 عشق کی کستی ہے پیکرِ گل تابناک
 عشق ہے صہبائے خام، عشق ہے کائناتِ کلام
 عشق فقیہِ حرم، عشق امیرِ جنود
 عشق ہے ابنِ اسبیل، اس کے ہزاروں مقام
 عشق کے مضاربے نعمتِ تارِ حیات
 عشق سے نورِ حیات، عشق سے نارِ حیات
 اے حسدِ قرطبہ! عشق سے تیرا وجود
 عشق سے لاپرواہی جس میں نہیں رفت و بود
 رنگِ جویا نشت و سنگِ چنگِ جویا حرفِ صہبائے
 سببِ فنا فن کی ہے خونِ جبکہ بے سود
 قطرِ خونِ جبکہ بل کو بستا ہے دل
 خونِ جبکہ صفا سوز و سوزِ دردِ سرود

تیری قضبہ دل منہ زہ میری نوا سینہ روز
تجربہ سے دلوں کا حضور مجھ سے دلوں کی کشور
عرشِ ممسلی سے کم سینہ آدم نہیں
گرچہ کفِ خاک کی حد ہے سپہرِ کعبہ
پیکرِ نوری کو ہے جسدِ میسر تو لب
اس کو میسر نہیں سوز و گدازِ بھو
کامنہ ہندی تھوں میں ایلچہ مرا ذوق و شوق
دل میں صمدۂ دوزخ و لب چلمۂ دوزخ
شوق مری نے میں ہے، شوق مری نے میں ہے
نغمۂ اشد تھو میرے دل و پے میں ہے
تیرا جلال و جمال، مریختہ کی وسیل
وہ بھی حسین، حسین، تو بھی حسین، حسین
تیری بنا پاتا، تیرے سنتوں بے شمار
شام کے صحرا میں جو جیسے ہنچھیل

تیرے درو بام پر وادی امین کا نور
تیرا مندر بہت جلدو کہ جب تیرا
ہٹ نہیں سکتا کبھی مرد سلاں کہ ہے
اس کی اذانوں سے فاش ہے کھیم خیل
اس کی زمیں بے حدود، اس کا اُفق بے شعور
اس کے سمندر کی موج، وجہ و دنیو بوسیل
اس کے زمانے عجیب اس کے فضل نے غریب
عہد کمن کو دیا اس نے پیا جم حیل
ساتی اربابِ فوق، فایس میدانِ شوق
باد ہے اس کا حقیق تیغ ہے اس کی اکیل
مرد سپاہی ہے وہ اس کی بزور 'لا ا لہ'
سایہ شیر میں اس کی چند 'لا ا لہ'
تجربے تھا آشکار بندہ مومن کا راز
اس کے دنوں کی پیش، اس کی شبوں کا کداز

اس کا ستارہ بند، اس کا خیال عظیم
اس کا سرور، اس کا شوق، اس کا نیاز اس کا ناز
ہاتھ سے اللہ کا بندہ سوسن کا ہاتھ
غالب و کار آفرین، کار کش، کار ساز
خاک و نوری نہاد، بندہ مولا صفات
چروہ جہاں سے غنی اس کا دل بے نیاز
اس کی امیدیں قلیل، اس کے مقاصد جلیل
اس کی ادا دل فریب اس کی نذر دل نواز
نرم و کم گفتگو، گرم و ہم جستجو
رزم جو یا بزم جو، پاک دل و پاک بزم
نقطہ پر کار حق، موجد خدا کا یقین

اور یہ عالم تمام وہم و غم و مجاز
عقل کی منزل ہے وہ عشق کا حاصل ہے وہ
حاصلت آفتاب میں گرمی حاصل ہے وہ

کعبہ ارباب فن سلطنت دین نہیں
تجربہ جسم مرتب اندسیوں کی زمیں
ہے تیرکروں اگر حسن میں تیری نظیر
قلب سلاں میں ہے اور نہیں ہے کہیں
او وہ مروان حق ! وہ عربی شہسوار
عالم حشوق عظیم، صاحب صدق و یقین
جن کی حکومت ہے فاشس یہ درخیز غریب
سلطنت اہل دل فسترد ہے شاپی نہیں
جن کی نگاہوں نے کی تربیت شرق و غرب
طلعت یورپ میں تھی جن کی حسرت راہ ہیں
جن کے لہو کی غفیل آج بھی ہیں ایسی
خوش دل و کرم اختلاط، سادہ و روشن جہیں
آج بھی اس پس و پیش نام ہے چشم خمال
اور نگاہوں کے تیر آج بھی ہیں دل نشیں

نوتے میں آج بھی اس کی جواؤں میں ہے
زنگِ حجاز آج بھی اس کی نواؤں میں ہے

ویدۂ انجم میں ہے تیری زمیں، آسمان

او کہ صدیوں سے ہے تیری قصا بے اذان

کون سی وادی میں ہے کون سی منزل میں ہے

عشقِ بلا خیز کا فتلہ سخت جاں

دلِ چمک کا المی، شورشِ صلاح دیں

جس نے زچھوٹے نقیشتیں نمن کے نشان

حرفِ غلط بن گئی صحت پر نیست

اور چوئی منکر کی کشتیِ نازک رواں

چشمِ فراس پر بھی دیکھ چکی نہتِ لاب

جس سے دل لگوں چھوٹا ہوا جاں

بختِ رومی نہ کو کس نے پرستی سے پر

لذتِ تجدید سے وہ بھی چوئی پھب جہاں

نوح سلاں میں ہے آج وہی خط سراج
رازِ خدائی ہے یہ کہ نہیں کتنی زبان
دیکھیے اس بھر کی ترے اچھلتے ہیں کیا
گنبدِ نیلوفرِ مندری رنگ بدلتا ہے کیا
واہی گسار میں منہرقِ شفق ہے سحاب
سعل بدخشاں کے ڈھیر چھوڑ کیا فہستاب
سادہ و نپرسوز ہے دخترِ دہشتاں کالیت
کشتیِ دل کے لیے سیل ہے عہدِ شباب
آبِ واپنِ کبیرِ تیرے کنارے کوئی
دیکھ رہا ہے کسی اور زمانے کا خواب
عالمِ نو ہے ابھی پروہِ تعذیر میں
میری نگاہوں میں ہے اس کی سحرِ بے حجاب

• دادِ اکبیر و ثقلب کا شمار دیا جس کے قریب ہی مسجدِ ثقلب واقع ہے

پروہ اُٹھ دوں اگر چہ سہرا افکار سے
لائیکے کا فرناک میری نواؤں کی تاب
جس میں نہ چہرہ تلاب موت ہے وہ زندگی
روح اُٹھم کی حیات کشماکش انقلاب
صورتِ شیر ہے سب قضا میں وہ قوم
کتنی ہے جو ہر زمان اپنے عمل کا حساب
نقش ہیں سب ناتمام خونِ جگر کے بغیر
نغمہ ہے سولے خام خونِ جگر کے بغیر

قید خانے میں مستی کی فریاد

مستند شہید کا بادشاہ عربی شاعر تیار پانچویں ایک حکمران نے اس کی شکست کے قید میں
ڈال دیا تھا۔ مستند کی نقلیں انگریزی میں ترجمہ ہو کر ڈراما بن گئیں۔ شاعر نے چھٹی

اک فتنہ بے شر سنے میں باقی رہ گئی
سوز بھی رخصت ہوا، جاتی رہی تاشیر بھی

مردِ سزِ زنداں میں ہے بنِ نیرِ شمشیرِ آج
نہیں شیاں ہوں شیاں ہے مری تبیر بھی
خود بخود زنجیر کی جانب کھینچا جاتا ہے دل
تھی اسی فولاد سے شاید مری شمشیر بھی
جو مری تیغ و دو دم تھی، اب مری زنجیر ہے
شوخی و بے پرواہی کتنا غائبی تھی
عبدالرحمن اول کا بویا پڑا کھجور کا پہلا درخت

سزِ زمینِ اندلس میں

یہ اشعار جو عبدالرحمن اول کی تصنیف سے ہیں تاریخِ افریقی میں بیچ ہیں مندرجہ ذیل
اُردو نظم ان کا اثر ترجمہ ہے (وقتِ مذکور مدینۃ الزہراء میں بڑا گیا تھا)

میرے دل کا سزور ہے تو میرے آنکھوں کا نور ہے تو
میرے لیے نخلِ ثور ہے تو میرے دُورِ ہوں میں
صحرائے عرب کی نور ہے تو مغرب کی ہوائے تہجد کو پالا

پرویس میں ماصبور ہوں نہیں پرویس میں ماصبور ہے تو
غربت کی ہوا میں بارور ہو
ساتی تیرا نیم حشر ہو

عالم کا عجیب ہے نظارہ دامانِ شگہ ہے پارہ پارہ
ہمت کو شناور سی مبارک پیدا نہیں حشر کا کنارہ
ہے سوز و زوں سے زندگانی اٹھا نہیں خاک سے شرارہ
ضبحِ غربت میں اور چمکا ٹوٹا ٹوٹا شام کا ستارہ
سوسن کے جہاں کی حد نہیں ہے
سوسن کا شام ہر کہیں ہے

ہم پانیہ
(ہم پانیہ کی سرزمین میں لکھتے گئے)
(واپس لکھتے تھے)

ہم پانیہ تو خونِ سلساں کا امیں ہے
ہنسہِ حرمِ پاک ہے تو میری نطسہ میں

پوشیدہ تری خاک میں سجدوں کے نشان ہیں
خاموش اذانیں ہیں تری بادِ سحر میں
روشن تھیں ستاروں کی طرح ان کی ستارنیں
نیچے تھے کہسی جن کے ترے کوہ و کمر میں
پھر تیرے حسینوں کو ضرورت ہے جن کی؟
باقی ہے ابھی رنکے غنچہ جگر میں!
کیونکہ حسنِ ناشاکے دب جائے مسلاں
مانا، دو تب و تاب نہیں اس کے شر میں
عنقریب بھی دیکھا مری آنکھوں نے، لیکن
تسکینِ سانس نہ سفر میں نہ حضر میں
دیکھا بھی دکھایا بھی سنایا بھی سنا بھی
ہے دل کی تسلی و نصرت میں نہ خبر میں!



طارق کی دعا (اندلس کے میدان جنگ میں)

عین ازی تیرے پر اسرار بندے
جنہیں تجھے بخشا ہے فوقِ خدائی
و نہیم ان کی شوکرے صحر او دریا
بہشت کر پہاڑ ان کی سمیت ہے آئی
وہ عالم سے کرتی ہے یکا ز دل کو
عجب چیز ہے لذتِ آشنائی
شہادت ہے مطلوب مقصود مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور نشائی

خیاباں میں ہے منتظر لاکھ بے
قبایا ہے اس کو خونِ حرب سے

کیا تو نے صحرا شینوں کو ملکیت
خبر میں نہیں میں اذانِ سحر میں
طلب جس کی صد میں سے تھی زندگی کو
وہ سوز اس نے پایا انہی کے جگر میں
گشاہ و در دل بستے ہیں اس کھ
حلاکت نہیں ستان کی نظر میں
دلِ مرد مومن میں پر زندہ کرے
وہ مجبلی کہ تھی ستر لا تذر میں
حرہ تم کو سینوں میں بیدار کرے
بچا ہوا کو تو مار کرے

لینن (خدا کے حضور میں)

اے انفسِ آفاق میں پیدا تھے آیات
حق یہ ہے کہ ہے زندہ و پائندہ ترقیات
میں کیے محبت کہ تو ہے یا کہ نہیں ہے
ہر دم تغیت تھے حسد و کے نظریات
محرم نہیں فطرت کے سر و اڑلی سے
بنیائے کو اکسب ہو کہ دانائے نباتات
آج آنکھ نے دیکھا تو وہ عالم چھو ثابت
میں جس کو سمجھتا تھا کلیسا کے خرافات
ہم بندِ شبِ روز میں جکڑے تھے بندے
تو حقِ ابرق اعصار و نگارندہ آفات!

اک بات اگر مجھ کو اجازت ہو تو پوچھوں
حل کرنے کے جس کو حکیموں کے مقالات
جب تک میں جیانیہ اخلاق کے نیچے
کھنٹے کی طرح دل میں کھسکتی رہی بات
گفتار کے اسلوب پر قابو نہیں رہتا
جب روح کے اندر مست لاطم ہوں خیالات
وہ کون سا آدم ہے کہ تو جس کا ہے سبود
وہ آدم حنا کی کہ ہے زیرِ سداوات ؟
مشرق کے خداوند سفیدانِ مندرخی
مغرب کے خداوندِ خورشندہ فلزات
یورپ میں بہت روشنی علم و ہنر ہے
حق یہ ہے کہ بے چشمہ حیاں ہے نیکیات
عصفائی تمہیں رینِ رونق میں صفا میں
گر جس سے کہیں بڑھ کے ہیں شکوں کی عمارات

ظاہر میں تجارت ہے حقیقت میں جوا ہے
 سود ایک کالاکھوں کے لیے مل سجا جات
 یہ عہد، یہ حکمت، یہ تدبیر، یہ حکومت
 چلتے ہیں ہنوں، دیتے ہیں تسلیم مساوات
 بے کاری و خرابانی و مے خواری و افلاس
 کیا کم ہیں منہ نگلی مذہبیت کے مستوحات
 وہ قوم کو فیضانِ سماوی سے محروم
 حد اس کے کمالات کی ہے برق و بخارات
 ہے دل کے لیے موت شینوں کی حکومت
 اس سب مروت کو پھل دیتے ہیں آلات
 آثار تو کچھ کچھ نظر آتے ہیں کہ اس
 تدبیر کو تقدیر کے شطرنج کیامات
 میخانے کی بنیاد میں آیا ہے تزلزل
 بیٹھے ہیں اسی منہ میں سپہاں خرابات

چہروں پہ جو سخی نفل آتی ہے شہرِ
یمنازہ ہے یا سحر و جیا کی کرامات
تو مت اور و عادل ہے مگر تیرے جہاں میں
میں تلخ بہت بندہ مزدور کے اوقات
کب ڈوبے گا ساری پرستی کا غمینہ؟
دنیا ہے تری منتظر روزِ مکافات !

فرشتوں کا لیت

عقل ہے بے زمام ابھی عشق ہے بے تمام ابھی
نقشِ کرازلِ اترِ نقش ہے تمام ابھی
خلقِ خدا کی گھات میں بندہ فقیرِ ہر
تیرے جہاں میں ہے وہی کروشنِ صبح و شام ابھی
تیرے سپہ سالارِ ست تیرے فقیرِ حالِ ست
بندہ ہے کوچہ گھر ابھی خواجہ بندہ بام ابھی

نہن وین وین وین بن گئی چو ستار
عشق کو نشے کا فیض نہیں ہے عام ابھی
جو ہر زندگی ہے عشق جو ہر عشق ہے خود ہی
اؤ کہ ہے یہ تیغ تیز پر گئی سیام ابھی

فرمانِ خدا (فرشتوں سے)

کونج آفر کے در و دیوار چلا دو	انٹھو امیری دنیا کے بغیر جو کج جا دو
کونج کونج دیا کو شاہیں سے لا دو	گرماء غلاموں کا لٹو سوزیتیں سے
جو تمش کنن تم کو نظر آئے ہٹا دو	سلائی جھوٹ کا آٹا ہے زمانہ
ان کھیت کے ہر خوشے کندم کو بٹا دو	جس کھیت کے ہٹاں کھ میں نہیں رہی
پیران کلیا کو کلیا سے اٹھا دو	کیوں خالق و مخلوق میں عامل ہر چہ ہو
بستر ہے چراغِ حرم و وزیرِ ثعبادو	حق رہا سب جوئے نصنماں ابلوٹے
سیرے لیے مٹی کا حرم اور بنا دو	میں ناغوش و بیزار ہوں غزلی بھلوں سے
آدابِ جنوں شاعرِ شوق کو بٹھا دو	تہذیبِ نبی کا کد کدیشہ کراں ہے

ذوق و شوق

(ان اشعار میں سے اکثر غزلطین میں لکھے گئے)

دربخ آدم زماں ہر بہار ہستہاں تہی دست زرقن سونے و ستاں

قلب نطفہ کی زندگی و شب میں صبح کا سہاں

چشمہ آفتاب سے نور کی تہیاں رواں

نخن ازل کی ہے نمود، چاک ہے پڑ تو جو

دل کے لیے ہزار شود ایک نگاہ کا زیاں

سرخ و کبود بلبیاں چھوڑ گیا سحاب شب

کو چو اہم کو دے کیا رنگ برنگ طلیاں

کرو سے پاک ہے چرا، برگ نخل وصل گئے

ریا کی نواح کا شہ زم ہے شل پزیاں

اگک بھیجی چوٹی ہر ٹوٹی چوٹی طنب اوسر

کیا خبر اس مقام سے گزرے ہیں کتنے کارواں

اتنی صدائے تجریں تیرا متاں ہے یہی
اہل فراق کے لیے عیشیں دوام ہے یہی
کس سے کہوں کہ زہر ہے یہی لیے ہے حیات
گنہ ہے بنیم کائنات، تازہ ہیں میرے واردا
کیا نہیں اور غم نہ نوی کار کہ حیات میں
بیٹھے ہیں کب سے منتظر اہل حسد کے ہوتا
و کہ عرب کے سوز میں منکر عجم کے ساز میں
نے عربی مشاہدات نے بھی تختہ
قائدہ حجاز میں ایک حسین بھی نہیں
کچھ ہے تاب دار ابھی کیونے وجہ و فرا
عقل و دل و نگاہ کا مرشد اولیں ہے عشق
عشق نہ چوتو شرع و دین بت کہہ تصورات

صدق خلیل بھی ہے عشق خبر شین بھی ہے عشق
معدنہ و نجد میں بدر و حسین بھی ہے عشق

ایہ کائنات کامیابی ویریابی تُو
 نکلے تری تلاش میں قافلہ ہائے رنگ و بو
 جلائی ہیں میرے کو رنگارنگ و مردود و ذوق
 خلائی ہیں میرے کہو کم طلب تھی لڑ
 میں کہ مری غزل میں ہے آتشِ الفت کا سرخ
 میری تمام سرگزشت کھوئے ہوئی کی جستجو
 باہرِ بیا کی موج سے نشو و نما سے خار و خس
 میرے نفس کی موج سے نشو و نما سے آرزو
 غمِ دل جب کہ ہے میری نوا کی پریش
 ہے رگِ بزم میں وہاں صاحبِ بزم کا لہو
 فرصتِ شکستہ شد مدہِ ایں دل بے قرار را
 یک دوش کن زیادہ کن کیوں سے تابدار را
 لوحِ بھی تُو مستم بھی تُو، تیرا وجود الکتاب
 گنبدِ اکیسہ رنگ تیرے عید میں حباب

عالم آب و نال میں تیرے ٹھہرے سے فروغ
 فزہ ریک کہ دیا تھو نے طبع آفتاب
 شوکت سبزو سلیم تیرے جیسے جلال کی نمود
 فقر خشنید و بایزید تیرے اجمال بے نقاب
 شوق ترا کرنے چو سیر ہی ناز کا امام
 میرا قیام بھی حجاب میرا سجد بھی حجاب
 تیرے نکاح ناز سے دونوں مراد پا گئے
 عقل غیاب و جستجو عشق حضور و اضطراب
 تیرے دتارے جہاں کروشن آفتاب کے
 طبع زمانہ تازہ کر جبکہ بے حجاب کے
 تیری نظریں ہیں تمام میرے گزشتہ روز و شب
 مجھ کو خبر نہ تھی کہ ہے علم نغیل بے رطب
 تازہ مرے خمیر میں سرکہ کہ کتنی ہوا
 عشق تمام مصلحتی عقل تمام بولب

گاہچید میں برو، گاہ بنور میں کشد
عشق کی ابتدا عجب، عشق کی انتہا عجب
عالم سوز ساز میں وصل سے بڑھ کے ہے فراق
وصل میں مرکبِ آرزو، عجب درمیانِ طلب
عینِ وصل میں مجھے حسدِ نظر نہ تھا
گرچہ بہانہ جو رہی میری کتابِ ادب
کر میں آرزو منداقِ شورشِ ہلے مہو منداق
نوج کی جستجو منداقِ قطرے کی آبرو منداق
پروانہ اور حبِ کُنو

پروانہ
پروانے کی منزل سے بہت اونچے کُنو
کیوں آتشِ بے ہوا پر غور ہے کُنو
جس کُنو
اللہ کا شکر کہ پروانہ نہیں ہیں درخیزہ کہ آتشِ بیگانہ نہیں ہیں

جاوید کے نام

خودی کے سار میں ہے غمِ جاوید کا سراغ
خودی کے سونے ہنسن ہیں اُمتوں کے چراغ
یہ ایک بات کہ آدم ہے صاحبِ تصور
ہزار گونہ منور و ہزار گونہ منور
جہاں نہ زراغ میں پیدا بلند پروازی
خراب کر گئی شاہیں بچے کو نصیبِ زراغ
جیا نہیں ہے زلزلے کی آنکھ میں باقی
خدا کرے کہ جانی تری رہے بے داغ
ٹھہر سکا نہ کسی من نفاہ میں اقبال
کہ ہے ظریف و خوش اندیشہ ہش گشتِ داغ



کدائی

مے کدے میں ایک دن ال منویر کے کدے
 ہے ہمارے شہر کا والی کدے بے حیا
 تاج پہنایا ہے کس کی بے گلاہی نے اسے
 کس کی حسد بانی نے بخش ہے اسے زریں قبا
 اس کے آپ لالہ لوں کی خون بہت کس کشید
 تیرے کیمیت کی شے ہے اس کی لسیا
 اس کے خنورت خانے کی ہر چہے ہانگی خونی
 دینے والا لون ہے مرو غریب و بے ثوا
 مانگنے والا کدے ہے جدو مانگے یا خراج
 کوئی مانگے یا نہ مانگے میر و سلطان سب کدے!

(ماخوذ از انوری)

نُلا اور بہشت

میں بھی حاضر تھا، ہاں خوب بے ہوش کر رہا
 حق ہے جب حضرت نُلا کو حکم بہشت
 عرض کی میں نے: اَللّٰہی! مری قصصِ سرف
 حوش نہ آئیں گے اسے چہرہ شرب لب بہشت
 نہیں فرما، بس تمام جہل و ہمت ان اقول
 بحث و تکرار اس لفظ کے بندے کی شہ
 ہے بد آموزی اقوام و ملل کا، اس کا
 اور جنت میں نہ مسجد نہ کلیسا، نہ گنہشت!

دین و ستیا

کلیسا کی بنیاد و رہنمائی تھی سہاگ کماں اس فقیری میں مری
 خصوصیت تھی سلطانی و راہی میں کہ وہ سرِ مذہبی ہے یہ سب بیری

سیاست نے نہ ہر جگہ پھیل چکا ہے
جس کی طرح نہ چپکے چھپا کی پیری
چوٹی دین دولت میں جس دم جدائی
چوس کی ایسی چوس کی دھیری
دوئی ملک دوس کے لیے نامرادی
دوئی چشم ہند کی ہا بھیری
یہ مہاراجہ ایک صحرانشین کا
بشیری ہے آئینہ دار ندیری
اسی میں حفاظت ہے انسانیت کی
کہ ہوں ایک خجستہ دین اور بشیری

الْأَرْضُ لِلَّهِ!

پاٹ ہے بیچ کو ہنسی کی تدریسی میں کون
کون دریاؤں کی موجوں سے اٹھاتا ہے سحاب؟
کون لایا کھینچ کر پھنچا ہے بابہ زکاد
خاک کیس کی ہے کس کا ہے یہ نورِ آفتاب؟
کس نے بھر دی موتیوں سے خوش کنم کی جیب
مہمان کو کس نے سکھلائی ہے خوشے انقلاب؟

وہ چنڈا یا! یہ زمیں سیر می نہیں سیر می نہیں
تیرے ابا کی نہیں سیر می نہیں سیر می نہیں

ایک نوجوان کے نام

ترے صوفے میں قرعہ کرتے ملتے ہیں ایرانی
لو مجھ کو نرلاتی ہے جانوں کی تن آسانی
امارت کی ہشک و خسرو ہی بھی جو تو کیا حاصل
نہ زو چریدنی تجھ میں نہ استغنا سے مسلمان
نہ ڈھونڈ اس چیز کو تہذیبِ باختر کی محبتی میں
کہ پایا میں نے استغنا میں سراجِ مسلمان
عقابی رُوح جب بیدار ہوتی ہے جانوں میں
نظر آتی ہے اس کو اپنی منزلِ آسمانوں میں
نہ چو نہرید، نہ سیدی نہ مالِ علم و فضل ہے
نہ سیدِ مروت و حسن ہے خدا کے راز دانوں میں

نہیں یہ ناشینِ قصرِ طمانی کے گنبد پر
تو شاہیں ہیں بے سیرالہ پہاڑوں کی چٹانوں میں

نصیحت

بچہ پوش ہیں کے کہتا تھا عتابِ سالخورد
اے ترشے سپر کیاں فیت چرخِ بریں
ہے شباب اپنے لہو کی آگ میں جلنے کا نام
سخت کوشی سے ہے تلخِ زندگانی انجیس
جو کبوتر پر چسٹنے میں مزا ہے اسے پھر
وہ مزا شاہِ کبوتر کے لہو میں نہیں

لالہ صحر

یہ گنبدِ بیانی، یہ عالمِ تنہائی
مجھ کو تو ڈراتی ہے اس مٹکی بیانی

جس کا خواہاں ہے میں جس کا خواہاں ہے تو
 منزل ہے کہاں تیری ہے لاکھ ہوائی
 حلال ہے ظہیوں سے یہ کوہ و کمرور
 تو شعلہ سینائی نہیں شعلہ سینائی
 تو شاخ کے کیوں پھول میں شاخ کے کیوں پھول
 اک جذبہ پیدائی اک لذت کجائی
 غدا جس محبت کا افسانہ کسب ہے
 چہ قطرہ دریا میں دریا کی ہے پل پل
 اس صبح کے ماتم میں روتی ہے بھڑکی آنکھ
 دریا سے اٹھی لیکن ساحل سے نہ ٹکرائی
 ہے کبری آدم سے جس کا شہ عالم کرم
 عروج بھی تماشائی، آئے بھی تماشائی
 اے بادبیا بانی! مجھ کو بھی عنایت ہے
 حسرتوں سے دل بھری حسرتوں سے دل بھری

ساتی نامہ

چو اخیس نہن کاروان بہار
 گل و زکرسن سن بہترین
 جہاں چپ کیا پڑہ نگہ میں
 فضا نیلی نیلی، چو امیں سہرور
 وہ جوئے گستاں اچستی ہوئی
 اچستی، پھلستی، سنبھلتی ہوئی
 نہ کے جب تو اہل چیر دیتی ہے یہ
 ذرا دیکھ اے ساتی لالہ فام!
 پلا دے مجھے دمے پڑہ سوز
 وہ جس کے دشمن خمیر حیات
 وہ جس میں ہے سوز و ساز ازل
 رازم بن گیا وہن کو ہمار
 شہید ازل لالہ غنیمت کفن
 لہو کی ہے گردش رگ سنگ میں
 شہزادے نہیں شہیاں میں طیور
 اگلتی لچکتی، سرکتی ہوئی
 بڑے پیچ کس کا نہ کھکتی ہوئی
 پہاڑوں کے دل چیر دیتی ہے یہ
 سناتی ہے یہ زندگی کا پیام
 کہ اتنی نہیں فصل گل روز روز
 وہ جس سے ہے مستی کائنات
 وہ جس سے کھلتا ہے راز ازل

اٹھاسا قیام پر وہ اس راز سے
لڑا ہے مہوے کو شب ز سے

زمانے کے انداز بدلے گئے	نیا راک ہے ہذا بدلے گئے
نہا اس طرح فاش راز فرنگ	کہ حیرت میں ہے شیشہ باز فرنگ
نپرائی سیاست کرمی خار ہے	زمین میں سرسنگھٹاں سے بیزار ہے
کیا دور سرد مایہ اری کیب	تاشا دکھا کر مدار کیب
کہاں خواب چینی سنبھلنے لگے	ہمالہ کے چشے اٹھنے لگے
دل ملو سینا دفن راں نہیم	تجلی کا پھر منتظر ہے حکیم
سداں ہے توحید میں کرم جوش	مگر دل ابھی تک ہے زقار پوش
تذوق تصوف بشریت کلام	بتان عجبم کے پنجہ ری تمام
حقیقت خرافات میں کھوکھی	یہ امت روایات میں کھوکھی
نہاتا ہے دل کو کلام خطیب	مگر لذت شوق سے بے نصیب
بیاں اس کا منطوق سے سلجھا ہوا	نکت کے بکھیروں میں ابھرا ہوا
وہ صوفی کہ تہا خدمت حق میں مرد	محبت میں یکجا ہریت میں فرد

جہم کے خیالات میں گم گویا
یہ سالک مقامات میں گھوکیا
نبھی عشق کی آگ اندھیر ہے
سلسل نہیں راکھ کا بھیڑ ہے

شراب کھنن میر چلا ستیا
وہی جام گردش میں لا ستیا!
مجھے عشق کے پر دکا کر اڑا
مری جاک حب گنونا کر اڑا
حسد کو غلامی سے آزاد کر
جانوں کو پیروں کا استاد کر
جہی شبنم تے نم سے ہے
نفس اس بدن میں تے فہم سے ہے
تو نے پھر کئے کی تو مستیق ہے
دل رضی سوزِ جشت تیت ہے
جلو سے وہی تیر پھر پار کر
تنا کو سینوں میں بیدار کر
تھے آسمانوں کے تاروں کی خیر
زمینوں کے شب زندہ واروں کی خیر
جانوں کو سوزِ جبکہ بخش ہے
مرا عشق میری نظر بخش ہے
مری ناؤ کو داب سے پار کر
یہ ثابت ہے تو اس کو ستار کر
بتا مجھ کو اسرارِ مرگ و حیات
کہ تیری نگاہوں میں ہے کائنات
سے ویدہ شری بے خوابیاں
مے دل کی پوشیدہ بے تکیاں

مرے ملازم شب کانیز مری حسد و غیبت کا لہار
آمنگیں مری آرزو تیں مری اسی دیں مری تجو تیں مری
مری خطرات آئینہ روزگار غصہ الاہ افکار کا غمخوار
مراول، مری رزم کا وحیت گمانوں کے لشکر بستی کا شہت
یہی کچھ ہے ساقی مستی خیر اسی سے فقیری میں نہیں میر

مرے قافلے میں ٹٹکے لے

نہاںے ٹٹکانے لگا لے لے

وہ آدم رواں ہے ہم زندگی ہر اک شے سے پیدا رہم زندگی
اسی سے چلتی ہے بدن کی سود کہ شعلے میں پوشیدہ ہے سوچ و سود
گراں کرچہ ہے صحبت آب و گل خوش آئی اسے محنت آب و گل
یہ ثابت بھی ہے اور ستیاد بھی عناصر کے پھندوں سے بیزار بھی
یہ وحدت ہے کثرت میں ہر دم امیر مگر کہیں بے چلن بے نظیر
یہ عالم، یہ بیت خانہ شش جہات اسی نے ترشا ہے یہ سومات
پسند اس کو تکرار کی نہیں کہ تو میں نہیں اور میں تو نہیں

من و تو سے ہے انجمن ہستیں مگر مہجمنل میں غلوستیں
چمکاس کی بجلی میں تارے ہیں یہ یہ چاندی میں سونے میں پارے ہیں
اسی کے بیابان اسی کے بیول اسی کے ہیں کانٹے اسی کے ہیں ٹھول
کہیں اس کی طاقت کے کسار چر کہیں اس کے پھنکے ہیں سبیل و خور
کہیں خبر شاہین بیابانگ کہیں سے چلوں کے آلودہ چنگ
کہو تر کہیں اشیائے دور

خیزکتا تھا جلال میں ناصوابو

فریاد ہے سکون و شبات تڑپتے ہیں ہر ذرۂ کائنات
شہر تانہیں کاروانِ وجود کہ ہر لحظہ ہے تکانِ شانِ جود
سجست ہے ثوراز ہے زندگی فقط ذوق پرواز ہے زندگی
بہت اس نے دیکھے ہیں پست و بلند سفر اس کو منزل سے بڑھ کر پسند
سفر زندگی کے لیے برگِ بستان سفر ہے حقیقت، حضر ہے محبت
الہیہ کر سبھنے میں لذت ہے تڑپنے پھڑکنے میں احتلاے
نہو اجب اے سامنا موت کا کٹھن تھا بڑا تما سنا موت کا

اُتر کر جانِ کفایت میں رہی زندگی موت کی گمات میں
مذاقِ دولی سے بنی زوج زوج اُٹھی دشتِ کُندے فوج فوج
گل اس شلخ سے ٹوٹے بھی ہے اسی شلخ سے پھوٹے بھی رہے
سجھتے ہیں ناداں اسے بے ثبات اُبھر آئے ہٹ ہٹ کے نقشِ حیات
بڑھی سیہِ جلاں بڑھی رُودِ سرس اُڑل سے اُبد تک ہم یک نفس

زمانہ کہ زنجیرِ ایام ہے
ہمیں کے اٹ پھیر کا نام ہے

یہ سوچِ نفس کیا ہے تلوار ہے خود می کیا ہے تلوار کی جھار ہے
خود می کیا ہے رازِ درونِ حیات خود می کیا ہے بیدار می کائنات
خود می بدو بہت و خلوت پسند سمندر ہے اک بُوندِ پانی میں بند
اندھیرے اُبلے میں تپا بناک مرغِ ثوم میں پیدا ہونے کے پاک
اُڑل اس کے پیچھے اُپسائے نہ حد اس کے پیچھے نہ حد سامنے
زمانے کے دریا میں بہتی چوٹی ہستم اس کی موجوں کے سہتی چوٹی
تجسس کی راہیں بدلتی چوٹی دما دم نکالیں بدلتی چوٹی

بک اس کے ہاتھوں میں تنگ کر
پہاڑ اس کی خبروں سے یک رو
سفر اس کا انجام آئندہ ہے
یہی اس کی تقویم کا راز ہے
کون چاند میں ہے شرر تنگ میں
یہ بے رنگ ہے تو بکرنگ میں
اسے واسطہ کیا کم و بیش سے
نشیب فراز و پس و پیش سے
اڑل سے ہے کشمکش میں اسیر
خوئی خاک آدم میں صورت پذیر
خودی کا شین تھے تل میں ہے

خاک جس طرح آگہ کے تل میں ہے

خودی کے گنجباں کو ہے زیرِ تاب
وہاں جس سے جاتی ہے اس کی آب
وہی ناں ہے اس کے لیے ارجند
رہے جس سے دنیا میں کون بند
فرمانِ محسوسے درگزر
خودی کو گنج رگہ ، ایازی نہ کر
وہی حبد وہ ہے لائق اتہام
کہ ہر جس سے ہر سجدہ تجھ پر حرام
یہ عالم ، یہ ہنگامہ رنگ صورت
یہ عالم کو ہے زیرِ منہ زبانِ موت
یہ عالم ، یہ بت غافلِ چشم و گوش
جہاں زندگی ہے فقط خود و دوش
خودی کی یہ بچہ نازل اے لیں
سامنے راہ تیرا شین نہیں

ترمی آگ اس خاک واں سے نہیں
جس تجھ کے لئے توجہاں سے نہیں
بشے جسے یہ کوہ گراں توڑ کر
ملسم زمان و مکاں توڑ کر
خودی شیر بولا، جہاں اس کا صید
زمین اس کی صید آسماں اس کا صید
جہاں اور بھی ہیں ابھی بے نو
کہنالی نہیں ہے خسیر مرید
ہر اک منتظ تیری طینت کا
تری شوخی منکر و کردار کا
یہ ہے قصہ گردش روزگار
کرتی ہی خودی تجھ پہ چو آشکار
تو ہے فاتح عالم خوب و زشت
تجھ کی باتاں تری سر زشت
حقیقت پہ جان و عرف تنگ
حقیقت ہے آئینہ گفتار زنگ
فروزاں ہے سینے میں شمع نفس
کرتا ہے گفتار کستی ہے بس

اگر یک سہ نہ بے برتر پریم
مندی تجھ کی بسوز پریم



زمانہ

جو تھانہیں ہے، جو ہے نہ چکا نہیں ہے اک حرفِ ہرنا
 قریب تر ہے نہ وہ جس کی اُسی کا شتاق ہے، نا
 ہری ہر اسی سے قطروں قطروں سے عاوت ٹپک رہے ہیں
 میں اپنی تسبیح روز و شب کا شمار کرتا ہوں اندوہ
 ہر ایک سے آشنا ہوں لیکن جدا بندارسمِ راہ میری
 کسی کا ایک کسی کا نہ کب کسی کو عبرت کا آریا
 نہ تھا اگر تو شریکِ محبتِ دل قصورِ سدا ہے یا کو تیرا
 ہر اطمینان نہیں کہ دلہ لوں کسی کی خاطر سے شبنم
 جسے ختم پہنچ کر نہ جی کی آنکھ پہنچتی نہیں ہے
 ہر فکے بیگانہ تیرا کس کا نظر نہیں جس کی عارف

شوق نہیں سبلی افق پڑیہ تجھے نہیں ہے یہ تجھے نہیں
 طمع مند کا منتظر کہ وہ شمس امروز سے فنا
 ویند گزشتن جس نے غمراں کیا ہے فطرت کی طاقتوں کو
 اُس کی بیستاب بھلیوں سے خطر میں ہے اُس کا آشیانہ
 جہان میں اُن کی فضا میں اُن کی ہمندران کے جہاز اُن کے
 کرہ ہستور کی کھلے تو کیونکر ہستور ہے تحت دیر کا بٹا
 جہان تو چور ہے پیدا، وہ عالم پیر مر رہا ہے
 جسے نہ نئی نعت ابروؤں نے بن دیا ہے قہرِ شا
 خواہ ہے کشتہ متیز لیکن چرخ اپنا جلا رہا ہے
 وہ مرد و دیویش جس کو حق نے دیے ہیں اندازِ خسرو



فرشتے آدم کو جست و خست کرتے ہیں

عطا چلتی ہے تجھے زوشب کی بیتیابی خبر نہیں کہ رشت کی ہے یا کرسیابی
نندے خاک سے تیری نوا ہے، لیکن تری رشت ہیں ہے کو کبھی ترابی
جہاں اپنا الزخواب میں بھی ٹو کیے ہزار ہوش سے نہ شتر تری شکوہ خانی
گراں بے تیرا لڑیے حسد کا ہی اسی سے ہے تجھے غسل کشتن کی شلابی
ترسی نوا سے ہے بے پروا زلف کی کاغذیہ

کو تیرے ملاز کی نظر سے کی ہے مغرانی

روح ارضی آدم کا استقبال کرتی ہے

کھول اٹکے زمین و آسمان کی غمناک دیکھ مشرق سے بھرتے ہیں سورج کو ذرا دیکھ
اس جلوہ بے پردہ کو پردوں میں چھپا دیکھ ایامِ عبادتی کے ستم دیکھ، جفا دیکھ
بے تاب نہ ہو کہ کہہ دیکھ

ہیں تیرے تصرف میں بادل کھینچتیں کیست بد فکراں یہ نام شش فضا تیں
یہ کوہ مجید یہ سندریہ ہوائیں قصیں شبنم کل تو فرشتوں کی ادا تیں

آئینہ ایام میں آج اپنی ادا دیکھا
سجے کا زمانہ تری آنکھوں کے اشلے دیکھیں گے تجھے غصے کوڑوں کے سدا
ناید ترے بحر خنیل کے کنارے پہنچیں گے فطرت کی آہن کھڑا
تعبِ خودی کو اثر اہرہ دیکھا

غرشید جہاں تاب کی ضو تیرے شرم میں آباد ہے اک تازہ جہاں تیرے ہنرمیں
بچے نہیں بخشے جوتے غروہِ نعلوں میں جنت تری نہاں ہے غمِ خونِ جگر میں
بے پیرِ کل کوششِ سہم کی جست دیکھا

نالہ ترے خود کا ہر تارا ازل سے تو جنسِ محبت کا سیرِ ازل سے
تو پیرِ غمِ اسرار ازل سے محنت کش و دشمنِ یزول ازل سے
ہے راکتِ تیر جہاں تیری نما دیکھا



پیر و مرید

مرید ہندی

چشم بینک سے ہے جاری جوئے غول علم حاضر سے ہے دیں زار و زبوں!

پیر رومی

علم با برتن زنی مارے بود

علم را بر دل زنی یارے بود

مرید ہندی

اے امام عاشق! ای رومنہ! یاد ہے مجھ کو ترا حریف بند

نخک مغز و خشک تار و خشک پست

از کجاسی آید این آواز دوست

دور حاضرست چنگ بے سوز بے ثبات و بے یستین بے ضور

کیا خبر کس کو کہ ہے یہ راز کیا دوست کیا ہے دوست کی آواز کیا
آواز یورپ با فروغ و تاب ناک
نغمہ کس کو کہ گھنٹا ہے سوتے خال

چیر رومی
بر سماع راست کس چیر نیست
طعت ہر فرغ کے انجیر نیست

مرید ہندی
پڑھ لیے میں نے علوم شرق و غرب زوچ میں باقی چاہت تک دُکرب

چیر رومی
دست ہر ناپل بیدار کُن
سوتے مادر اک تیار کُن

مرید ہندی

اے بختیاری سے دل کی کشاد کھول ہو پختہ حکم جہاد

پیر رومی
نقش حق را ہم بہ امر حق مشکین
بر زباج دست گنبد دست زن

مرید ہندی
چہ نکاح انداز منو غریب
خوشتے ہ خوشتر غریب

پیر رومی
غنا نیست و گر اسپید است و نہ
دست مبار ہم سید کرد و اند

مرید ہندی
اے بختب کا جان گرم خوش
سحر افرتک کا صید زبوں

پیر رومی
مُرخ نہ مایہ ستہ چوں تراں شود
طعستہ چہر کر بہ و تراں شود

مرید ہندی

نائب آفرینش دین و دین جہر جس پر قدم ہے بدن

پیر رومی

قلب معلوم زند با زربش

انتظار روز می دارد تو شب

مرید ہندی

سجاد سے بے آگاہ کر خاک کے قہرے کو مرد ماہ کر

پیر رومی

غافلش را پیش آ رہ چرخ

ہنشل آمد محیہ ہمت چرخ

مرید ہندی

خاک تیرے نور سے روشن بھر غایت آخبر ہے یا نظر؟

پیر رومی

آوی دید است، باقی پرست است
وید آں باشد کہ وید دوست است

مرید ہندی

زلف مشرق تری گفتارے امتیں مرقی جس کس آزارے؟

پیر رومی

چرخ کب اُفتِ پیشیں کہ بود
زانکہ جبند لکس بوند نمود

مرید ہندی

اب سلاں میں نہیں دو رنگ و بُو
سہو کیونکر ہو گیا اس کا لہو؟

پیر رومی

آدل صاحب دے نامہ بدورو
بیچ قوے راحت داز سوانہ کرو

مرید ہندی

گرچہ بے رونق ہے بازار وجود کون سے سوتے میں ہے نروں کا سود؟

پیر رومی

زیر کی بمنہ روش حیرانی محض
زیر کی غنق است حیرانی نظر

مرید ہندی

نہم سے سلاطین کے ندیم نہیں فتیرے کلاو بے کلیم

پیر رومی

بند یک مرد روشن دل شوی
بکہ برفرق سہر شاہاں رومی

مرید ہندی

اے شریک سستی خاصاں بد میں نہیں سمجھا دیش جبر و قدرا

پیر رومی

بال بازاں را سوئے سلطان برد
بال زباں را بلورستان برد

مرید ہندی

کار و بار خسروی یا راہی کیا ہے آخر غایت دین ہی؟

پیر رومی

مصلحت در دین با جنگ و شکوہ
مصلحت در دین عیسیٰ خار و کوہ

مرید ہندی

کس طرح قابو میں آئے اب و کل کس طرح بیدار ہوئے میں دل؟

پیر رومی

بندہ باش و بر زمیں زو چوں سند
چوں جنازہ نے کہ برگردن بر بند

مرید ہندی

بستروں اور اک میں آتا نہیں کس طرح آئے قیامت کا یقین؟

پیر رومی

پس قیامت شو قیامت اب ہیں

دیدن ہر چیز را شرط است این

مرید ہندی

آسمان میں راہ کرتی ہے خودی صید مہر و ماہ کرتی ہے خودی

بے حضور و با فروغ و بے فراغ اپنے پنچیروں کے ہاتھوں داغ و داغ

پیر رومی

اں کہ از ز صیدِ عشق است و بس

لیکن او کے لنگہ اندر واہم کس!

مرید ہندی

تجد پہ روشن ہے ضمیر کائنات کس طرح محکم چو ملت کی حیات؟

پیر رومی

دانه باشی مرغ کانت جرسند
غنچه باشی کوکانت برکشند
دانه پنہاں کن سراپا دام شو
غنچه پنہاں کن کیا و بام شو

مرید ہندی

تو یہ کہتا ہے کہ دل کی کڑواہش غالب دل بھشن و پیکار بھشن
جو ہر دل ہے مے سینے میں ہے میرا جو ہر سیکر آئینے میں ہے

پیر رومی

تو ہی کوئی مراد دل سے نہ ہت
دل فراز عرش باشد نے بہت
تو دل خود را دے پند اشتی
بختبرے اہل دل کچھ ہشتی

مرید ہندی

آسمانوں پر مرا منکر بند نہیں زمیں پر خار و زار و دروند
کار دنیا میں با جاتا ہوں میں شکوہ کریں اس ام میں کھاتا ہوں میں
کیوں مجھے بسک نہیں کار زمیں ابد دنیا ہے کیوں مانتے ہیں؟

پیر رومی

اں کہ رہنمائی رفتارش ہو
بر زمیں رستن چہ شوارش ہو

مرید ہندی

علم و حکمت کاٹے کیونکر نہ لاش کس طرح ہاتھ آتے سوز و درد و طغ؟

پیر رومی

علم و حکمت زیادہ از نان حلال
عشق و قوت آید از نان حلال

مرید ہندی

ہے زمانے کا امتضا نہیں اور بے خلوت نہیں سوہن!

پیر رومی

خلوت از غبار باطنی زید

پستیں بہرے آمد نے بہار

مرید ہندی

چند میں اب نور ہے باقی نہ سوز اہل دل اس میں ہر حق مژدہ

پیر رومی

کار مردان روشنی و گرمی است

کار دوناں جلد بے شرمی است



جبریل و ابلیس

جبریل

ہم دم دیرینہ کیسا ہے چہ بن رنگ و نو؟

ابلیس

سوز و ساز و درد و دل غو جہ توجہ و آرزو

جبریل

ہر گھڑی انداک پر رہتی ہے تیری گشت
کیا نہیں ممکن کہ تیرا چاکہ اسن ہو تو؟

ابلیس

اے جبریل! تو واقف نہیں اس آرزو سے
گر کیا سرست مجھ کو ٹوٹ کر میرا سب
اب یہاں میری کوزہ ممکن نہیں ممکن نہیں
کس قدر خاموش ہے یہ عالم بے گن و گنا

جس کی نصیحتی سے جو سوز و زون کا سنت
اُس کے حق میں تَقَنَّنُوا اُچھا ہے یا لَا تَقَنَّنُوا؟

جبریل

کھو دیے انکار سے تُو نے مقاماتِ بلند
چشمِ یزداں میں فرشتوں کی رہی کیا ابرو

ابلیس

ہے مری جبرأت کے مشتِ خال میں ذوقِ نو
میرے فتنے جانتے جانتے چمنہ کا تار و پو
وِیعت ہے تُو فقط حاصل سے زخمِ شبِ ہر
کون طوفان کے طمانچے کھا رہا ہے، میں کہ تو؟
خضر بھی بے دست پا، الیاس بھی بے دست پا

میرے طوفانِ یمِ بہیم، دریا بہ دریا، جُو بہ جُو
گر کبیں حنوتِ سنتر جو تو پوچھ اللہ سے
بقصۃ آدم کو رنگیں گر کب کس کا لٹو!

نیک شکتا جس دلِ نیراں میں کاشے کی طرح
تو فقط اُٹھو، اُٹھو، اُٹھو!

ادان

اک رات ستاروں سے کہا نجم حسن نے
اگم کو بھی دیکھ ہے کسی نے کبھی بیدار؟
کہنے لگا سوچ، ادا قسم ہے تقدیر
ہے غنیمت ہی اس چھوٹے سے فتنے کو سزاوار
زہرو نے کہا اور کوئی بات نہیں کیا؟
اس لڑکے کو کہہ دے کیا ہم کو کس کا کار
بولا میرے کامل کہ وہ کو کب ہے ہمیں
تم شب کو نمودار چو، وہ دن کو نمودار
واقعہ جو اگر لذتِ بیداری شب سے
اُنچھی ہے تریسے بھی یہ حنا کچھ سدا

آنکھ میں آنکھ کی تو تجھنی ہے کہ جس میں
لکھو جائیں گے افلاک کے شایبہ نیر
نما کا بغض باکب ازاں سے چھوٹی لبریز
وہ نسرہ کہ پل جاتا ہے جس سے دل ٹہرا

محبت

شہید محبت نہ کا منہ نہ خازی
وہ کچھ اوشے ہے محبت نہیں ہے
یہ جو ہر کار کا منہ نہیں ہے
نہ محتاج سلطان نہ مرعوب سلطان
محبت کی کرسین نہ شرکی نہ تادی
ہلکاتی ہے غم نہ نوی کو یادی
تو ہیں علم و حکمت فقط شیشہ بازی
محبت ہے آراوی و بے نیازی
برافقت بہتر ہے اکھنڈی سے
یہ آدم کری ہے وہ آئینہ بازی



تسارے کا پیغام

مجھے ڈرانہیں سکتی فضا کی تاریکی ہری شرت میں ہے پاک و خوشحالی
ٹوٹے سناور شبِ بدخود چراغ بن اپنا کر اپنی رات کو داغِ جلد سے نورانی

جاوید کے نام

(انسان میں اُس کے اتم کا لگتا ہوا پسہ خطا کرنے پر)

دیاہِ عشق میں اپنا سمت ام پیداکر نیا زمانہ نئے صبح و شام پیداکر
خدا اگر دلِ فطرت شناس ہے تجھ کو سکوتِ لالہ و گل سے کلام پیداکر
انما زینتِ شہِ لہانِ فریب کے لُحیاں سخاوتِ ہند سے سینا و جام پیداکر
میں شاخِ آمال ہوں ہری خیل ہے میرا گھر مے شمرے سے لالہ و نام پیداکر

مرا طریقِ اسی ہی نہیں فقیری ہے

نمودی نہ بیچِ جہنمِ ربی میں نام پیداکر!



فلسفہ و مذہب

یہ آفتاب کیا، یہ سپہریں ہے کیا!
 سبھا نہیں بسلسلِ شامِ محشر کو نہیں
 اپنے وطن میں ہوں کہ غریب الدیار چوں
 ڈرتا ہوں دیکھ دیکھ کے اس شت و در کو نہیں
 کھلتا نہیں مرے سسر زندگی کا راز
 لاؤں کہاں ہے بندہ صاحبِ نطنز کو نہیں
 حیراں ہے بوجہ علی کہ میں آیا کہاں سے نہیں
 رومی یہ سوچتا ہے کہ جاؤں کہہ کر نہیں
 "جاتا ہوں تھوڑی دُور ہر اک راہرو کے ساتھ
 پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہِ برگ کو نہیں"



یورپ کے ایک خط

ہم جو کہ سس میں ساحل کے خمیہ اک بحرِ آشوب و پراسرار ہے وہی
تو بھی ہے اسی قافلہ شوق میں اقبال جس قافلہ شوق کا سالار ہے وہی
اس صحر کو بھی اس نے زیل ہے کوئی پیام
کہتے ہیں چرائے جو اسرار ہے وہی

جواب

کتاب یادِ خرد و جو بچوں خراں آجوانہ درختن چہ ارضواں
چہ کہ کاہ و جو خرد متہاں شود چہ کہ نور حق خرد و شہاں شود

نیولین کے مزار پر

راز ہے، راز ہے تعتیرِ جہان تک و تا
جوشِ کردار سے کھل جاتے ہیں تعتیر کے راز

جوش کردار سے شیریں کندر کا خلوع
کوہ النوند چو جس کی حرارت سے گداز
جوش کردار سے تیور کا سیل میں گہیر
سیل کے سامنے کیا شے ہے شب اور فراز
صف جنکاء میں مروان حسد کی تجبیر
جوش کردار سے بستی ہے حسد کی آواز
ہے مگر فرصت کردار نفس یا نفس
عوض یک نفس قبر کی شب لئے دراز
حققت نزل ما وادی خاصر شان است
حالیہ خلعت در کسبہ اخلاک انداز

مسوینی

نڈرت فکر و عمل کی شے ہے ذوق انقلاب
نڈرت فکر و عمل کی شے ہے ہمت کا شباب

ندرت فکر و عمل سے سبھزاتِ زندگی
 ندرت فکر و عمل سے گنگِ خارِ اسباب
 روتے انگشتِ ہائے دلِ گریہ کیسے تیرا ضمیر
 ایٹھ می بینیم یہ سدا ریت یارب یا بہ خواب
 چشمِ پیرانِ کائنات میں زندگانی کا فروغ
 نوجوان تیرے ہیں سوزِ آرزو سے سینہ تاب
 محنت کی حرارتِ تیرے، یہ نمود
 فصلِ گل میں پھول روکتے نہیں زیرِ حجاب
 نغمہ ہائے شوق سے تیری فضا مسور ہے
 زخروں کا منتظر تھا تیری فطرت کا رباب
 فینِ کس کی نظر کا ہے کراست کس کی ہے؟
 وہ کہ جس کی گذشتہ شمعِ آفتاب



سوال

اک مجلس خود واریہ کرتا تھا اے
نہیں کہ نہیں کتا گور فہم تیری
لیکن یہ بات تیری اجانت سے فرشتے
کرتے ہیں عطار فرمایا کہ یہی ہے

پنجاب کے دھقانے

بتا کی تری زندگی کا ہے از
ہزاروں برس سے تو خاک باز
اسی خاک میں دب گئی تیری خاک
سحر کی اڑاں چھو گئی اب تو خاک
زمین میں ہے کو خاکوں کی بات
نہیں اس اندھیرے میں آپ حیات
زبانے میں جھوٹا ہے اس کا گنج
جوانی خودی کو پرکھت انہیں
بتان شوبہ قبل کو توڑ
رہنوم کشن کے سلاسل کو توڑ
ہی دین محکم ہی مستحباب
کہ دنیا میں توحید ہو بے حجاب

بناک بدن دانہ دل نشان
کہ اس دانہ داروز حامل نشان

ناور شاہ افغان

خضر حق ہے چلائے کے نولوتے لالا
وہ ابر جس سے رکب کُل ہے مِشَل تمار نفس
بہشت راہ میں دیکھتا تو چو کیا بیتاب
عجب مقام ہے جی چاہتا ہے جاؤں برس
صدائے بہشت سے آئی کہ منتظر ہے ترا
ہرات و کابل غمخیزی کا سبزۂ نورس

سرشکِ دیدۂ ناور بہ داغِ لالہ نشاں
چناں کہ آتشِ اورا دلِ مرنہ نشاں



خوشحال خاں کی وصیت

قبائل ہوں قت کی مدت میں گم کہ چو نام افن نیوں کا بست
محبت مجھ اُن جانوں سے ہے ستاروں پر چڑھاتے ہیں گنہ
مغل کے کسی طرح گتہ نہیں قستان کا یہ بچہ ارجستہ
کہوں تجھ سے اے ہم نشین دل کی بات وہ دفن ہے خوشحال خاں کو پسند
اڑا کر نہ لائے جہاں باد کوہ
مغل شہسواروں کی گروہمند

تاتاری کا خواب

کسین جتا دہمت سہ ہرن کسین ترسا بچوں کی چشم بجاں

نوشتا خان حکیم شہنشاہ کا مشورہ ملنے پر دست شامہ تھا جس نے افغانستان کے غلوں کے گناہ
کرائے کچھ لیے سوتے افغانستانی قبائل کی ایک جمیت قائم کی قبائل میں صرف غلوں میں نے غلوں کو گناہ
ساتھ دیا اس کی قریب ایک سو نفوس کا انگریزی ترجمہ ۱۹۶۲ء میں سنہ ۱۹۰۵ء میں شائع ہوا تھا۔

رہا تھے دین و ملت پارہ پارہ قبائے ملک و دولت چاک و رچاک!
مرا ایمان تو ہے باقی و سیکن نہ کھا جائے کہیں شعلے کو غاشاک!
جہانے شہد کی مہجوں میں مصور سرفند و بخت را گلی غلب غاک!

’بلز الکر و نحوہ چنہ اکلہ یسنم‘

’بلا انہ شتری و من یکنیم‘

یہ کامیک مل گئی حنا کی قمرند اہل تیسور کی تربت سے اک نو
شفق آمیز تھی ہنس کی سفیدی صدا آتی گزنیں چوں رُوح تیسور
اکر محصور ہیں موان تا مار نہیں اللہ کی تعذیر معصوم
تقاضا زندگی کا کیا یہی ہے کہ ثورانی چو ثورانی سے مہجور؟

’خودی را سوز و تابی بیکرے وہ‘

’جہاں را نعمت را بے بیکرے وہ‘

✽ یہ شعر معلوم نہیں کس کا ہے نصیر الدین طوسی نے غالب

’شہادت‘ میں اسے نقل کیا ہے

حالِ محترم

دل زندہ و بیدار اگر ہو تو بت دیج
بندے کو عطا کرتے ہیں چشمِ بھراں اور
احوال و مقامات پر موقوف ہے سب کچھ
چرخِ بخت ہے سالک کا زماں اور مسکن اور
الفاظِ بھائی میں تعنات نہیں لیکن
تلا کی اذان اور ، مجاہد کی اذان اور
برواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں
گر گس کا جہاں اور بے شاہیں کا جہاں اور

ابوالعلا معری

کہتے ہیں کہی گوشت نہ کھاتا تھا معری
پل پھول پہ کرتا تھا ہمیشہ گزر اوقات

ابوالمعری ، عربی زبان کا مشہور شاعر

اک دوست نے مجھ کو ناچہ تمیز اے بھیجا
شاید کہ وہ شاہر اسی ترکیب سے چہ مات
یہ خواہن ترہ تازہ مستری نے جو دیکھ
کنے لگا وہ صاحب عنفران و لزومات
اے مرغاب بیچ پارہ! ذرا یہ تو بتاؤ
تیرا وہ کس کیا تیار ہے جس کی مکافات؟
افس صد افسوس کہ شاہیں نہ بناؤ
دیکھے نہ تری آنکھ نے فطرت کے اشارات
تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے
ہے جسم خمینی کی سزا مرگ مناجات!



* عنفران — رسالۃ النفران، سرسی کی ایک مشہور کتاب کا نام ہے
† لزومات — اس کے قصائد کا مجموعہ ہے

سینما

وہی بُت فروش، وہی بُت کری ہے نہیں ہے یا صنتِ آندی ہے
وہ صنتِ زنتی، شیوہ کا فری تھا صنت نہیں شیوہ ساہری ہے
وہ مذہب تھا اقوامِ عبدِ کُشن کا یہ تہذیبِ ملنر کی سوداگری ہے
وہ ڈنیک کی مٹی، یہ ڈنخ کی مٹی
وہ بُت خانہ خالی، یہ خاکسری ہے

پنجاب کے پیراؤں کے

خانہ بہاؤ میں شیخ مجتہد کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیرِ خاکِ مطلعِ انوار
اس خاک کے دوزخوں سے ہیں سرزندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے صاحبِ اسرار
کہنِ زنجبکی جس کی جہانگیر کے گم گئے
جس کے نقشِ کرم سے ہے گرمیِ احوار

وہ چند میں سر مایہ وقت کا نگہاں
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار
کی عرض یہ میں نے کہ عطا فستہ چو مجھ کو
ہنگامیں مری یہ سنا ہیں، لیکن نہیں بیدار
آئی یہ صد اسد فقر چھا بند
ہیں اہل نغمہ کشور پنجاب کے بیزار
عارف کا نمکنا نہیں وہ خط کہ جس میں
پیدا کلمہ فقر کے چو طرہ دستہ
باقی کلمہ فقر کے سمت ولولہ حق
طرہوں نے چڑھایا نشہ خدمت سرکار

سیاست

اس کیل میں تعین برتے ہوئے ضروری
شاہ کی عنایت سے قریب میں پایہ
بیچارہ پایہ تو ہے اک فہرہ چھپینہ
قریب سے بھی پوشیدہ ہے شاہکاراؤ

فقر

اک منقرہ کھاتا ہے دنیا کو نچھیری
اک منقرہ کھلتے ہیں سارا جاں لیری
اک منقرہ قوموں میں کینے کی لیری
اک منقرہ مٹی میں نہایت لیری
اک منقرہ پستی پائی اس فقر میں ہے لیری
میراث مسلمانانہ پائی پستی لیری

خودی

خودی کھنڈے سیم زر کے عوض نہیں شعلہ تیرے شر کے عوض
یہ کہتا ہے منہ رو ہی دیدار عجم جس کے نئے سے روشن ہر
ہز نہر و شمشاد و بند و بانش
تو باید کہ باشی درم کو مباحش

جُدائی

سُورج بُنت ہے تارِ زرد سے دُنیا کے لیے پروا سے نوری
عالم ہے غمِ شش ہفت گویا ہر شے کو نصیب ہے حضورِ
دریا، کُندہ چاند، تارے کیا جانیں منہ راق و نا صہوری
شایاں ہے مجھے غمِ جُدائی
یہ جنک ہے محرمِ جُدائی

خانقاہ

رمز و ایسا اس زمانے کے لیے متوں نہیں
اور آتما بھی نہیں مجھ کو سخنِ مازی کا فن
”قم پاؤں اللہ“ کہہ سکتے تھے جو رخصت ہوتے
خانقاہوں میں مباح اور روکتے یا کور کن!



ابلیس کی عرضداشت

کتا سحت عز ازیل خداوند جہاں سے
پر کالہ آتش چوئی آدم کی کعب خاں!
جاں لاغرو تن مندریہ و ملبوس بدن زیب
دل نزع کی حالت میں، زخرو پختہ و چالاک!
نہ پاک جسے کستی تھی مشرق کی شریعت
مغرب کے فقیہوں کا یہ فتویٰ ہے کہ ہے پاک!
تجہ کو نہیں معلوم کہ خورائیں ہشتی
ویرانی جنت کے تصور سے ہیں غم نہاں!
جسٹور کے ابلیس ہیں ارباب سیاست
باقی نہیں اب سیری ضرورت تر افلاک!



لہو

اگر لہو ہے بدن میں تو خوف ہے نہ ہراس
اگر لہو ہے بدن میں تو دل ہے بے وسواس
جسے بلا یہ مستلحہ کراں بسا، انس کو
نہ سیم وزر سے محبت ہے نہ عنم افلاس

پرواز

کہا درخت نے اک روز مرغِ صحرا سے
بہتم یہ عنم کہو رنگ و بو کی ہے بنیاد
خدا مجھے بھی اگر بال و پر عطا کرتا
شگفتہ اور بھی جوتا یہ عالمِ احباب
دیا جواب اُسے خوب مرغِ صحرا نے
غضب ہے داد کو سمجھا اُنہو ہے تُو بیداؤ
جہاں میں لذتِ پرواز حق نہیں اس کا
وجود جس کا نہیں جذبِ خاک سے آزاد

شیخ مکتبے

شیخ مکتبے ہے اک عمارت گر جس کی صند ہے رُوح انسانی
نکتہ پذیر ہے گریے کہ گریب ہے حکیم مت آئی
پیش غر شید برکش دیو
خواہی ار صحن منہ نورانی

مفسفی

بند بال تھا، لیکن نہ تھا جور و غیور
حکیم ہے محبت سے بے نصیب ہا
پھر افضاؤں میں کرس اگرچہ شاہین ہا
شکار زندہ کی لذت سے بے نصیب ہا



شاہیں

کیا میں نے اُس خاکِ اس کے کدرا
جس زرق کا نام ہے آبِ دانہ
بیاباں کی خلوتِ خوش آتی ہے مجھ کو
ازل سے ہے فطرتِ مری بہ ہبنا
نہ باوجودِ نہ چھین ٹیبل
نہ بیدِ نبیؐ عاشرت
خیابانوں سے ہے پر پیہ لازم
اوتیں ہیں ان کی بہت دسبنا
ہوائے بیاباں سے ہوتی ہے کاری
جس مرو کی ضربتِ عت زیا
حمام و کبوتر کا نچو کا نہیں ہیں
کو سے زندگی باز کی زاہد
جھپٹنا، پلٹنا، پلٹ کر جھپٹنا
یہ نورب نے یہ پتھر چلوں کی دنیا
لنو گرم رکھنے کا ہے اک بہنا
ہر نیگلوں آسمان بیکرا

پرندوں کی دنیا کا درویش ہیں
کشا ہیں بنا آئیں اشید



باغی مُرید

ہم کو تو میسٹر نہیں مٹی کا دیا بھی
گھر پر کا بھلی کے چراغوں سے ہے روشن
شہری جو دہاتی جو مسلمان ہے سادہ
مانڈبٹاں پہنچتے ہیں کسبے کے برہن
تذرانہ نہیں، نوہ ہے پیرانِ حرم کا
ہر عورت سالہاں کے اندر ہے مہاجن
میراث میں آئی ہے انہیں سندِ ارشاد
زاعوں کے تصرف میں عتابوں کے نشین!

ہارون لی اخری نصیحت

ہارون نے کہا وقتِ جیل اپنے پسر سے
باتے کا کبھی تو بھی اسی راہ گزر سے

پوشیدہ ہے کافر کی نظر سے ملک الموت
لیکن نہیں پوشیدہ سدا کی نظر سے

ماہر نفسیات

جرات ہے تو افکار کی دنیا کے کوز جا
ہیں محسوس خودی میں ابھی پوشیدہ جزیرے
کھلتے نہیں اس شہنشاہ شمس کے سرا
جب تک تو اسے ضرب کھیں ہے نیچے

یورپ

تاک میں بیٹھے ہیں مذہب کے یہودی سود خوار
جن کی روپاہی کے آگے ہیج ہے زور چنگ
خود بخود کرنے کو ہے کپے چوڑے پھل کی طرح
دیکھیے پڑتے آفر کس کی جھول میں فرنگ!

(ماخوذ از نقش)

آزادی افکار

جو دُونی فطرت سے نہیں لائق پرواز
اُس مُرغاب بیچارہ کا انجم ہے افتاد
ہر سینہ نشین نہیں جبریل امین کا
ہر منکر نہیں طائر فروہس کا صیاد
اُس قوم میں ہے شوخی اندیشہ خطرناک
جس قوم کے اندر اوجھل چہرے کے آزاد
گو منکر خدا داد سے روشن ہے زمانہ
آزادی منکار ہے ابیس کی ایجاد

شیر اور نچتر

شیر
ساکنانِ دشت و صحرا میں ہے تو سب سے ملک
کون ہیں تیرے اُب جَد کس قبیلے سے ہے تُو؟

فختر

میرے ماموں کو نہیں پہچانتے شاید حضور
وہ مبارقہ رشتہ ہی اصل کی آبرو
(ماخوذ از جبرسن)

چیونٹی اور عقاب

چیونٹی

نہیں پائسل و خوار و پریشان و روند
تیرا سمت کم کیوں ہے ستاروں سے بھی بلند؟

عقاب

تو رزق اپنا ڈھونڈتی ہے خاکِ اہ میں
نہیں بڑ سپر کو نہیں لاتا نگاہ میں!

قطعہ

فطرتِ مری مانندِ نسیمِ سحری ہے
رفتار ہے میری کبھی آہستہ کبھی تیز
پہناتا ہوں اس کی قبا لالہ و گل کو
کرتا ہوں حریر کا کو سوزن کی طرح تیز

قطعہ

کل اپنے مُردوں سے کہا پیرمغاں نے
قیمت میں معیشتی ہو دُرِ ناکے چند
زہرا ہے اُس قوم کے حق میں مے افروغ
جس قوم کے بچے نہیں خود دار و بے سند

ضررِ کلمہ

یعنی

اعلانِ جنگ، دورِ حاضر کے خلاف

اقبال

فہرست

انتظامات

اسمیت خدیجہ زہرا کی طرف
(بجانب)



نہیں مت م کی نگر طبیعتِ آزاد
ہوائے سیرِ مالِ نسیم پیدا کر
ہزار چشمہ تے سنگِ اسے چھوٹے
خودی میں ڈوب کے ضربِ کلیم پیدا کر



و در نه خونی که با خانی به ال
از عیاج که دریا که از این نزل

غفره

و در نه خونی که با خانی به ال
از عیاج که دریا که از این نزل

و در نه خونی که با خانی به ال
از عیاج که دریا که از این نزل

و در نه خونی که با خانی به ال
از عیاج که دریا که از این نزل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست

- ۵۲۱/۲۱ • اعلیٰ حضرت نواب برحمید اللہ خاں
فرماں روا کے بھوپال کی خدمت میں
- ۵۲۲/۲۲ • ناظرین سے
- ۵۲۳/۲۳ • تمہید

۵۲۵/۲۵

اسلام اور سلمان

۵۲۶/۲۶

۱ صبح

۵۲۷/۲۷

۲ لا الہ الا اللہ

۵۲۸/۲۸

۳ تن بہ تقدیر

۵۲۹/۲۹	۴	معراج
۵۳۰/۳۰	۵	ایک فلسفہ زدہ سید زاوے کے نام
۵۳۱/۳۱	۶	زمین و آسمان
۵۳۲/۳۲	۷	سلمان کا زوال
۵۳۲/۳۲	۸	علم و عشق
۵۳۳/۳۳	۹	جہاد
۵۳۳/۳۳	۱۰	شکر و شکایت
۵۳۵/۳۵	۱۱	ذکر و نکر
۵۳۶/۳۶	۱۲	مٹائے حرم
۵۳۶/۳۶	۱۳	تقدیر
۵۳۷/۳۷	۱۴	توحید
۵۳۸/۳۸	۱۵	علم اور دین
۵۳۸/۳۸	۱۶	چندی سلمان
۵۳۹/۳۹	۱۷	آزادی شیر کے اعلان پر

۵۴۰/۳۰	جہاد	۱۸
۵۴۱/۳۱	ثبوت اور دین	۱۹
۵۴۲/۳۲	فقت و ملکیت	۲۰
۵۴۳/۳۳	اسلام	۲۱
۵۴۳/۳۳	حیاتِ ابدی	۲۲
۵۴۳/۳۴	سلطانی	۲۳
۵۴۵/۳۵	صوفی ہے	۲۴
۵۴۶/۳۶	افرنک زندہ	۲۵
۵۴۷/۳۷	تصوف	۲۶
۵۴۸/۳۸	ہندی اسلام	۲۷
۵۴۹/۳۹	غزل (دلِ مردہ دل نہیں ہے اسے زندہ کر دہ بارہ)	۲۸
۵۵۰/۴۰	ذنیب	۲۹
۵۵۰/۴۰	نہار	۳۰
۵۵۱/۴۱	دخی	۳۱

۵۵۱/۵۱	شکت	۳۲
۵۵۲/۵۲	عمتل و دل	۳۳
۵۵۲/۵۲	ستی کروار	۳۴
۵۵۳/۵۳	قبر	۳۵
۵۵۴/۵۴	فتندر کی چپان	۳۶
۵۵۵/۵۵	فلسفہ	۳۷
۵۵۶/۵۶	مروان حشدا	۳۸
۵۵۶/۵۶	کافر و مومن	۳۹
۵۵۷/۵۷	مہدی برحق	۴۰
۵۵۸/۵۸	مومن	۴۱
۵۵۹/۵۹	محمد علی باب	۴۲
۵۵۹/۵۹	تقدیر	۴۳
۵۶۱/۶۱	اے روح محمدیؐ	۴۴
۵۶۱/۶۱	مختیبت اسلام	۴۵

۵۶۲/۴۲	۴۶	امامت
۵۶۳/۴۳	۴۷	فہرست و راجہی
۵۶۴/۴۴	۴۸	غزل (تیری مدح حیات علم ہنس کے نور)
۵۶۵/۴۵	۴۹	تسلیم و رضا
۵۶۶/۴۶	۵۰	ہجرت تہ توحید
۵۶۷/۴۷	۵۱	اسام اور ازادی
۵۶۸/۴۸	۵۲	جسارت و تن
۵۶۸/۴۸	۵۳	لاہور و لکھنؤ
۵۶۹/۴۹	۵۴	نبوت
۵۷۰/۵۰	۵۵	آدم
۵۷۰/۵۰	۵۶	ملکہ اور ضیاء
۵۷۱/۵۱	۵۷	ایک پیر حرم
۵۷۲/۵۲	۵۸	مہدی
۵۷۳/۵۳	۵۹	مروسلان

۵۷۴/۷۴	۶۰	پنجابی مسلمان
۵۷۵/۷۵	۶۱	آزادی
۵۷۵/۷۵	۶۲	اشاعت اسلام فرنگستان میں
۵۷۶/۷۶	۶۳	لا و آلا
۵۷۷/۷۷	۶۴	امراتے عرب سے
۵۷۷/۷۷	۶۵	احکام الہی
۵۷۸/۷۸	۶۶	سوت
۵۷۹/۷۹	۶۷	شم باذن اللہ

۵۸۱/۸۱	تعلیم و تربیت	
۵۸۲/۸۲	۱	مقصود
۵۸۴/۸۴	۲	زمانہ حاضر کا انسان
۵۸۴/۸۴	۳	اقوام شرق
۵۸۴/۸۴	۴	آگاہی

۵۸۲/۸۲	۵	نصیب بین شرق
۵۸۵/۸۵	۶	منبر بی تمذیب
۵۸۵/۸۵	۷	اسرار پیدا
۵۸۶/۸۶	۸	سلطان میپو کی وصیت
۵۸۷/۸۷	۹	غزل (نہ میں اچھی نہ ہندی، نہ عراقی و حجازی)
۵۸۸/۸۸	۱۰	بیداری
۵۸۸/۸۸	۱۱	خودی کی تربیت
۵۸۹/۸۹	۱۲	آزادی منکر
۵۸۹/۸۹	۱۳	خودی کی زندگی
۵۹۰/۹۰	۱۴	حکومت
۵۹۱/۹۱	۱۵	ہندی مکتب
۵۹۲/۹۲	۱۶	تربیت
۵۹۳/۹۳	۱۷	خوب و زشت
۵۹۳/۹۳	۱۸	مرکب خودی

۵۹۲/۹۲	منہا بن عزیز	۱۹
۵۹۲/۹۲	عصر حاضر	۲۰
۵۹۵/۹۵	طالب علم	۲۱
۵۹۵/۹۵	آتحان	۲۲
۵۹۶/۹۶	مدیر	۲۳
۵۹۶/۹۶	حکیم نیش	۲۴
۵۹۶/۹۶	انسانہ	۲۵
۵۹۸/۹۸	غزل (پے کا منزل مقصود کا اسی کو سراغ)	۲۶
۵۹۹/۹۹	دین و تعلیم	۲۷
۶۰۰/۱۰۰	جاوید سے	۲۸

۶۰۳/۱۰۳

عورت

۶۰۴/۱۰۴

۱ مرد فرنگی

۶۰۴/۱۰۴

۲ ایک سوال

۶۰۵/۱۰۵	۳ پردہ
۶۰۵/۱۰۵	۴ حیات
۶۰۶/۱۰۶	۵ عورت
۶۰۷/۱۰۷	۶ ازادی نسواں
۶۰۷/۱۰۷	۷ عورت کی حفاظت
۶۰۸/۱۰۸	۸ عورت اور تعلیم
۶۰۹/۱۰۹	۹ عورت

ادبیات، فنون لطیفہ

۶۱۲/۱۱۲	۱ دین و دنیا
۶۱۳/۱۱۳	۲ تخلیق
۶۱۴/۱۱۴	۳ جنسوں
۶۱۴/۱۱۴	۴ اپنے شر سے
۶۱۵/۱۱۵	۵ پیرس کی سب سے

۶۱۵/۱۱۵	۶ ادبیات	۶
۶۱۶/۱۱۶	ننگ	۷
۶۱۷/۱۱۷	مسجد قوت الاسلام	۸
۶۱۸/۱۱۸	تیار	۹
۶۱۹/۱۱۹	شعاع انیس	۱۰
۶۲۰/۱۲۰	انیس	۱۱
۶۲۱/۱۲۱	ننگ و شوق	۱۲
۶۲۲/۱۲۲	اہل شہر سے	۱۳
۶۲۳/۱۲۳	غزل (دریا میں موتی، اے موج بے باک)	۱۴
۶۲۴/۱۲۴	وجود	۱۵
۶۲۵/۱۲۵	سرود	۱۶
۶۲۶/۱۲۶	نسیم و شبنم	۱۷
۶۲۷/۱۲۷	اہرام مصر	۱۸
۶۲۸/۱۲۸	مخلوقات شہر	۱۹

۶۴۰/۱۲۰	۲۰	اقبال
۶۴۰/۱۲۰	۲۱	مننون لطیف
۶۴۱/۱۲۱	۲۲	صبح حسن
۶۴۲/۱۲۲	۲۳	حشاقانی
۶۴۳/۱۲۳	۲۴	رومی
۶۴۳/۱۲۴	۲۵	جست
۶۴۴/۱۲۴	۲۶	مرزا بیدل
۶۴۵/۱۲۵	۲۷	جلال جمیل
۶۴۵/۱۲۵	۲۸	مصنوع
۶۴۶/۱۲۶	۲۹	سرد و جلال
۶۴۷/۱۲۷	۳۰	سرد و حرام
۶۴۸/۱۲۸	۳۱	قناره
۶۴۸/۱۲۸	۳۲	شاعر
۶۴۹/۱۲۹	۳۳	شعبه عجم

۶۴۰/۱۴۰	۳۴	خمنسرو این چند
۶۴۱/۱۴۱	۳۵	مرد بزرگ
۶۴۲/۱۴۲	۳۶	عالم نو
۶۴۲/۱۴۲	۳۷	ایجاب و منافی
۶۴۳/۱۴۳	۳۸	سویستی
۶۴۳/۱۴۳	۳۹	ذوق نظم
۶۴۴/۱۴۴	۴۰	شر
۶۴۴/۱۴۴	۴۱	رقص و موسیقی
۶۴۵/۱۴۵	۴۲	ضبط
۶۴۵/۱۴۵	۴۳	رقص

۶۴۷/۱۴۷

سیاسیات شرق و مغرب

۶۴۸/۱۴۸

اشتراکیت

۶۴۹/۱۴۹

۱
۲
کارل مارکس کی آواز

۶۴۹/۱۴۹	۳	نفتلاب
۶۵۰/۱۵۰	۴	خوشامد
۶۵۰/۱۵۰	۵	مناصب
۶۵۱/۱۵۱	۶	یورپ اور یہود
۶۵۲/۱۵۲	۷	نفسیاتِ عملی
۶۵۳/۱۵۳	۸	بلشویک روس
۶۵۳/۱۵۳	۹	اج اور کل
۶۵۳/۱۵۳	۱۰	شرق
۶۵۳/۱۵۳	۱۱	سیاستِ افریقا
۶۵۵/۱۵۵	۱۲	خواجہ گلی
۶۵۵/۱۵۵	۱۳	عنداسوں کے لیے
۶۵۶/۱۵۶	۱۴	اہلِ مصر
۶۵۷/۱۵۷	۱۵	ابنی سینیا
۶۵۸/۱۵۸	۱۶	امیس کا فرمان اپنے سیاسی فرزندوں کے نام

۶۵۹/۱۵۹	۱۷	جمعیت اقوام شرق
۶۶۰/۱۶۰	۱۸	سلطانی جاوید
۶۶۱/۱۶۰	۱۹	جمہوریت
۶۶۱/۱۶۱	۲۰	یورپ اور سوريا
۶۶۱/۱۶۱	۲۱	سولینی
۶۶۲/۱۶۳	۲۲	گلہ
۶۶۲/۱۶۳	۲۳	انتداب
۶۶۲/۱۶۳	۲۴	لادین سیاست
۶۶۵/۱۶۵	۲۵	وام تہذیب
۶۶۶/۱۶۶	۲۶	نصیحت
۶۶۷/۱۶۷	۲۷	ایک بحر قزاق اور کندہ
۶۶۸/۱۶۸	۲۸	جمعیت اقوام
۶۶۸/۱۶۸	۲۹	شام فلسطین
۶۶۹/۱۶۹	۳۰	سیاسی پیشوا

- ۳۱ نفسیات غلامی ۶۶۹/۱۶۹
۳۲ غلاموں کی نسل ۶۷۰/۱۷۰
۳۳ فلسطینی عرب سے ۶۷۱/۱۷۱
۳۴ مشرق و مغرب ۶۷۲/۱۷۲
۳۵ نفسیات حالی ۶۷۲/۱۷۲

محراب گل افغان کے افکار ۶۷۲/۱۷۲

- ۱ میرے کنٹاں! تجھے چوڑے کے باؤں کس ۶۷۲/۱۷۲
۲ حقیقت ازل سے قابت اقوام ۶۷۵/۱۷۵
۳ تری دعائے قضا تو بدل نہیں سکتی ۶۷۶/۱۷۶
۴ کیا چرخ کج رو کیا مسر کیا ماہ ۶۷۶/۱۷۶
۵ یہ در سہ لیلیٰ، یہ غوغائے رواج ۶۷۸/۱۷۸
۶ جو عالم ایجاد میں ہے صاحب ایجاد ۶۷۹/۱۷۹
۷ رومی بدے ہشامی بدے بدلا ہندستان ۶۸۰/۱۸۰

- ۸ زانگ کست ہے نہایت بدنامی تیرے پر ۶۸۱/۱۸۱
- ۹ عشق طینت میں منہ رو مایہ نہیں شل چس ۶۸۲/۱۸۲
- ۱۰ وہی جہاں ہے قبیلے کی آنکھ کا تارا ۶۸۳/۱۸۳
- ۱۱ جس کے پر تو سے متور رہی تیری شب و ش ۶۸۴/۱۸۴
- ۱۲ لاہنی دلاہینی کس ہیچ میں ابھارتا ۶۸۵/۱۸۵
- ۱۳ مجھ کو تو یہ دنیا نظر آتی ہے دلوں ۶۸۶/۱۸۶
- ۱۴ بے خبر آتش نماز عشق ہے بے ۶۸۷/۱۸۷
- ۱۵ ادم کا ضیہ اس کی حقیقت پر ہے شاہ ۶۸۸/۱۸۸
- ۱۶ قوموں کے لیے موت ہے مرکز سے جہانی ۶۸۹/۱۸۹
- ۱۷ آگ اس کی چھٹانکستی ہے بناو پر ۶۹۰/۱۹۰
- ۱۸ یہ کیمت خوب کہا شیر شاہ سوری نے ۶۹۱/۱۹۱
- ۱۹ نگار و نہیں جو سرخ و زرد پہچانے
- ۲۰ فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے گنجبانی



ناظرین سے

جب تک نہ زندگی کے حقائق پہ چوٹ
 تیرا زجاج ہونے کے گاہر عین سنگ
 یہ زور بہت و ضربت کا ہی کا ہے مقام
 میدانِ جنگ میں نہ طلب کرنا ہے چنگ
 خونِ دل جو کدے سے پڑے یہ حیات
 فطرتِ اللہ تو ترک ہے عینِ فعلِ ازل و ترک



تمہید



نہ دیر میں نہ حرم میں خودی کی بیداری
 کہ خاواں میں ہے قوموں کی روح تریاکی
 اگر نہ سہل چوں تجھ پر زمیں کے ہنکامے
 بُری ہے سستی اندیشہ ہائے افلاکی
 تری نجات عنہم مرگ سے نہیں ممکن
 کہ تو خودی کو سمجھتے ہے پیکر خاکی
 زمانہ اپنے حوادث چھپا نہیں سکتا
 ترا حجاب ہے قلب و نظر کی ناپاکی

عطا ہوا جس خاشاکِ ایشیا مجھ کو
کہ میرے شعلے میں ہے سرکشِ وبہ بانی



ترکِ نَف ہے قہرِ اہلِ محبِ اِسرائی
اگرچہ شوئے مثالِ زمانہ کم پوینہ
جو گوشتِ ر کے نخر تھے اُنِ عینِ ہر کو
تری ثوانے دیا ذوقِ جذبہ ہائے بلند
ترب پڑے ہیں فصحا ہائے سیکھوں کے لیے
وہ پر شدت کہ صحنِ سر میں تھے خورند
تری سزا ہے نوائے سحر سے محرومی
مقامِ شوق و سرور و نطن سے محرومی

اسلام اور مسلمان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صُبح

یہ سحر جو کبھی فردا ہے کبھی ہے امروز
نہیں معلوم کہ جوتی ہے کہاں سے پیدا
وہ سحر جس سے لرزتا ہے شہستانِ جود
جوتی ہے بندہٴ مومن کی ازاں سے پیدا

✽ بھوپال (شیش محل) میں لکھے گئے

لا الہ الا اللہ

خودی کا رستہ نہاں لا الہ الا اللہ
 خودی ہے تیغ، فساں لا الہ الا اللہ
 یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
 صحنہ کدہ ہے جہاں لا الہ الا اللہ
 کیا ہے ثو نے متلع عنرور کا سودا
 فریب سود و زیاں لا الہ الا اللہ
 یہ مال و دولت دنیا، یہ رشتہ و پیوند
 بُتان و ہم و گساں لا الہ الا اللہ
 بخرو جوتی ہے زمان و مکاں کی بُتادی
 نہ ہے زماں نہ مکاں لا الہ الا اللہ

یہ قسم فصلِ گل و لالہ کا نہیں پابند
بہارِ جو کہ خنزاں، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
اگرچہ بت ہیں جماعت کی استینوں میں
مجھے ہے حکمِ اذان، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

تن بہ تقدیر

اسی قراں میں ہے اب ترکِ جہاں کی تحسیم
جس نے مومن کو بنایا سد و پرویں کا امیر
تن بہ تقدیر ہے آج ان کے عمل کا انداز
تھی نہاں جن کے ارادوں میں خدا کی تقدیر
تھا جو تا خوب بدیج وہی خوب ہوا
کہ خلاصی میں بدل جاتا ہے قوموں کا نصیر



معراج

وے ولولہ شوق جے لذت پرور
 کر سکتا ہے وہ ذرہ موم کہ کو تار
 شکل نہیں یارانِ حسن پہ کرباز
 چار سوز اگر تھیں سینہ معراج
 ناوک ہے سلمان ہدف اس کا ہے پنا
 ہے سر سر اپردہ جان نکستہ معراج
 تو معنی و الخبسم نہ سمجھا تو عجب کیا
 ہے یہ راہ و جزر ابھی چاند کا مستح



ایک فلسفہ زدہ سید اے کے نام

تو اپنی خودی اگر نہ کھوتا
ہیکل کا صدف گھرے غالی
مکمل کیسے جو زندگانی
آدم کو ثبات کی طلب ہے
دنیا کی عشا چوبیسے اشراف
نہیں اصل کا خاص و سنائی
تو سید ہاشمی کی اولاد
بے فلسفہ میرے آبِ گل میں
اقبال اگرچہ بے ہنر ہے
شعلہ ہے تپے جنوں کا بے سوز
انجام حسرت ہے بے حضوری
افکار کے نغمہ ہائے بے صوت

زنجاری بگڑاں نہ ہوتا
ہے اس کا طلسم سب خیالی
کس طرح خودی جو لازمانی
دستور حیات کی طلب ہے
مومن کی اذانِ بیدارے آفاق
آبِ مرے لاتی و سنائی
سیری کعبِ خالک بر سرِ سنی
پوشیدہ ہے ریشہ ٹائے دل میں
اس کی رل رل سے باخبر ہے
نہن مجھ سے یکتہ دل افزوں
بے فلسفہ زندگی سے خوری
ہیں فوقِ عمل کے واسطے موت

ہیں ملکِ زندگی کی تقویم ہیں سیرِ ممند و نباءِ سیم
قل و در سخنِ مستندی بند اے پورِ عشقِ زبوعِ علی چند!

چوں دیدۂ راہ ہیں نداری
قایمِ تشریف بہ از بخارِ می

زمین و آسمان

ممکن ہے کہ توجس کو سمجھتا ہے بہاراں
اوروں کی نگاہوں میں وہ موسمِ بہارِ خزاں کا
ہے سلسلہ احوال کا ہر لحظہ و ہر گہراں
اے سالکِ رہبان کونہ کر شود و زیاں کا
شاید کہ زمیں ہے یہ کسی اور جہاں کی
توجس کو سمجھتا ہے فلک اپنے جہاں کا!

مسلمان کا زوال

اگرچہ زرد بھی جہاں میں ہے قاضی الحکامات
 جو فقیر ہے ہے میسر، تو نلکی سے نہیں
 اگر جواں ہوں مری قوم کے جنور و غنیمت
 قلندر مری کچھ کم سکندری سے نہیں
 سب کچھ اور ہے تو جس کو خود سمجھتا ہے
 زوال بندہ مومن کا بے زدی سے نہیں
 اگر جہاں میں مرا جہر آشکار ہوا
 قلندر مری سے ہوا ہے تو نلکی سے نہیں

علم و عشق

علم نے مجھ سے کہا عشق ہے دیوانہ پن
 عشق نے مجھ سے کہا علم ہے تمہیں وطن

بندہ تجھ کو دینا کہ کرم کست ابی زہر بن
 عشق سدا پنا حضور، علم سدا پنا حجاب
 عشق کی کرنیں سے ہے میرے کائنات
 علم سے ہے تمام حقیقت، عشق سے ہے تمام
 عشق سکون و شباب، عشق حیات و ممات
 علم ہے پنا سوال، عشق ہے چہاں جواب
 عشق کے ہیں میرات سلطنت و فقر و دین
 عشق کے آئی تمام صاحب تاج و تاجین
 عشق مکان و مکین، عشق زمان و زمیں
 عشق سدا پنا یقین، اور یقین فتح باب
 شرع محبت میں ہے عشرت منزل حرام
 شورش طوفان حلال لذت حاصل حرام
 عشق پھیل حلال، عشق پہ حاصل حرام
 علم ہے آبن کتاب، عشق ہے آبن کتاب

اجتہاد

چند میں حکمت دیں کوئی کہاں سے کیے
نہ کہیں لذت کروار نہ افکار عسیت
حلقہ شوق میں وہ خبر آت اندیشہ کہاں
او محکم می تہمت دیدہ زوال تحقیق
خود بے تہمت نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں
چوئے کس ورجہ فقیہان جسم بے توفیق
ان غلاموں کا یہ سلک ہے کہ ناقص ہے کتاب
کہ کھاتی نہیں ہوسن کو غلامی کے طریق!

شکر و شکایت

نہیں بندہ ناداں چون مکر شکر ہے تیرا
رکھتا چوں نہاں خانہ لاخوت ہے پیوند

اک دلوں کا تازہ دیا میں نے دلوں کو
لاہور سے تا خاک بخارا و سرفند
تاثیر ہے یہ میرے نفس کی کھنڈن میں
نرخانِ سخنِ غماں مری صحبت میں ہیں خورند
لیکن مجھے پیدا کیا اس دیس میں تو نے
جس دیس کے بندے ہیں غلامی پر ضامن

ذکر و فکر

یہ ہیں سب ایک ہی سلاک کی جستجو کے مقام
وہ جس کی شان میں آیا ہے عظم الاسماء
مقام ذکر، کمالاتِ رومی و عطار
مقام فکر، مقالاتِ ابوعلی سینا
مقام فکر ہے پیاشنِ زمان و مکان
مقام ذکر ہے شجرانِ ربّی الاعلیٰ

ملائے حرم

عجب نہیں کہ خدا تک ترسی رسائی ہو
ترسی نگاہ سے ہے پوشیدہ آدمی کا مقام
ترسی سناڑ میں باقی حلال ہے، نہ جمال
ترسی اذان میں نہیں ہے مری محمد پریم

تقدیر

نما اہل کو حاصل ہے کبھی قوت و جبروت
ہے خدا ترنا ہے بے میں کہی جو ہے ہر ذاتی
شاید کوئی منطق ہو نہاں اس کے عمل میں
تقدیر نہیں تابع منطق نطنز آتی
ہاں ملکیت حقیقت ہے کہ معلوم ہے سب کو
تاریخ اہم جس کو نہیں ہم سے چھپاتی

مہرِ لوط ہے قوموں کے حمل پر نظر اس کی
بڑیاں صفتِ تیغ دوپیکر نظر اس کی !

توحید

زندہ قوت تھی جہاں میں ہی توحید کہی
آج کیا ہے فقط اک سدا علمِ کلام
روشن اس ضلوعے الرغبت کردار نہ ہو
خوبصدا سے ہے پوشیدہ مسلمان کا مقام
میں نے اے میرے پیر تیری سپردی ہے
نقلِ جہانم کی ششیر سے خالی ہوں نیام
آہ! پس از سے افس ہے نہ ظلم، نہ تیر
وحدت افکار کی بے وحدت کڑا ہے خام
قوم کیا چیز ہے قوموں کی امامت کیلئے
اس کو کیا سمجھیں یہ بچا ہے دور کھٹے امام !

علم اور دین

وہ علم اپنے بتوں کا ہے آپ ابراہیم
 کیا ہے جس کو خدا نے دل نطش کر دیا
 زمانہ ایک حیات ایک کائنات بھی ایک
 دلیل کم نطش ہی قصہ جدید و متدیم
 چمن میں تربیت غنچہ چمن میں سکتی
 نہیں ہے قطرہ شب زمزم اگر شرابِ نسیم
 وہ علم، علم بھری جس میں ہم ملے نہیں
 تجلیاتِ کلیم و مشاہداتِ کلیم!

چند میسلمان

خدا را وطن اس کو بتاتے ہیں بڑے
 انگریز صحبت ہے مسلمان کو گداگر

پنجاب کے اربابِ نبوت کی شریعت
کتنی ہے کہ یہ مومن پارینہ ہے کافر
آوازِ حق اُٹھتا ہے کب اور کب
مسکین و نکم ماندہ دریں کشمکش اندر

آزادی شیر کے اعلان

سوچا بھی ہے اسے مردِ مسلمان کبھی ٹوٹے
کیا چپ نہ ہے فولاد کی شیر جلیدار
اُس بیت کا یہ مصرعِ اول ہے کہ جس میں
پوشیدہ چلے آتے ہیں توحید کے اسرار
ہے منکر مجھے صبحِ ثانی کی زیادہ
اللہ کرے تجھ کو عطا فقر کی تلوار
قبضے میں یہ تلوار بھی آجاتے تو مومن
یا حن اللہ جاننا نہ ہے یا حیدر گزار

جہاد

فتویٰ ہے شیخ کا یہ زمانہ مسلم کا ہے
 دنیا میں اب رہی نہیں تلوار کا کار
 لیکن جناب شیخ کو مسلم کیا نہیں؟
 مسجد میں اب یہ وعظ ہے بے سو و بے اثر
 سیخ و شنگ دست مسلمان میں ہے کہاں
 جو بھی تو دل میں موت کی لذت سے ہے غبر
 کافر کی موت سے بھی لڑتا ہو جس کا دل
 کہا ہے کون اسے کہ مسلمان کی موت سزا
 تعلیم پس کو چاہیے ترک جب وہی
 دنیا کو جس کے پنجہ خونیں سے جو خطر
 باطل کے قال و فر کی حفاظت کے واسطے
 یورپ پرہ میں ڈوب گیا دوشن تا کمر

ہم نوپتے ہیں شیخ کلیسا نواز سے
 شرق میں جنگ شر ہے تو مغرب میں بھی شر
 حق سے اگر غرض ہے تو زیبا ہے کیا ریات
 اسلام کا محاسبہ یورپ سے دگر نوا

قوت اور دین

اگندہ چکریز کے ہاتھوں سے جہاں میں
 سوار ہوتی حضرت انسان کی قبا چاک
 تاریخ اہم کا یہ پیام اڑی ہے
 صاحب نظران! نشہ قوت ہے خطرناک
 اس سیل بک سیر زمین کیسے آگے
 عقل و نظر و علم نہیں جس قاشاک
 دہیں جو تو ہے زہرِ جلاجل سے بھی بڑھ کر
 جو دین کی حفاظت میں تو ہر زہر کا تریاک

فقر و ملوکیت

فقر جنگاہ میں بے ساز و یراق آتا ہے
ضربِ کاری ہے اگر سینے میں ہے قلبِ سلیم
اس کی بستی ہوئی بے بالی و بے تابی سے
تازہ ہر عہد میں ہے قصہ فرعون و کلیم
اب تراؤں بھی آنے کو ہے افستِ غیور
کھا گئی زوہرِ مندرنگی کو جہانے زر و سیم
عشق بستی نے کیا ضبطِ شمسِ مجہد پر حرام
کر کر، خفیہ کی کھستکی نہیں بے سوچ نسیم



اسلام

روح اسلام کی ہے نورِ خودی، نورِ خودی، نورِ خودی
 زندگانی کے لیے نورِ خودی، نور و حضور
 یہی چرچہ کی تقویم، یہی اصلِ نمود
 گرچہ اس روح کو فطرت نے رکھا ہے ستور
 لفظِ اسلام سے یورپ کو الگ ہے تو خیر
 وہ سدا نام اسی دین کا ہے فست پر خیر

حیاتِ ابدی

زندگانی ہے صدفِ قطرۂ نیاں ہے خودی
 وہ صدف کیا کہ جو قطرے کو لہر کرے
 "ہو اگر خودِ تکر و خودِ کر و خودِ کسیرِ خودی
 یہ بھی ممکن ہے کہ ثروت سے بھی مر نہ سکے

سُلطانی

کے غم کہ ہزاروں منت ام کرتا ہے
دُغت جس میں ہے بے پروا روحِ قرانی
تھوڑی کو جب غمِ شر آتی ہے قاتلِ ہری اپنی
یہی مہم ہے کہتے ہیں جس کو سُلطانی
یہی مہم ہے مومن کی قوتوں کا کیا
یہی مہم ہے اوم ہے تلّ سُبْحانی
یہ جبِ روقر نہیں ہے یہ عشقِ دوستی ہے
کہ جبِ روقرے ممکن نہیں جہاں بانی
کیا گیا ہے ملامی میں بستہ تجھ کو
تجھ کو تجھ سے ہو وہ سب کی نگہبانی

ریاضِ تنزل (دولتِ کدہ نہرِ اسرار) بسو پال میں لکھے گئے

مثال ماہ چمکتا تھا جس کا دافع سجود
 حریفہ لی ہے منہ زنجی نے وہ مسلمان
 چہا حریفہ رو آفتاب تو جس سے
 رہی نہ تیرے ستاروں میں وہ دُرِ خسانی

صوفی سے

تری نگاہ میں ہے معجزات کی دنیا
 مری نگاہ میں ہے حادثات کی دنیا
 تختہات کی دنیا غریب ہے لیکن
 غریب تر ہے حیات و ممات کی دنیا
 عجب نہیں کہ بدل دے اسے نگاہ تری
 بظاہر ہی ہے تجھے ممکنات کی دنیا



آفرینک زود



ترا وجود سراپا تجسّتی منہ رنگ
کہ ثوہاں کے عمارت کروں کی ہے تعمیر
مگر یہ پیکرِ خاکی خودی سے ہے منالی
فقط نیام ہے ثوہاں، زرنکارہ بے شمشیر!



ترے نگاہ میں ثابت نہیں خدا کا وجود
میری نگاہ میں ثابت نہیں وجود ترا
وجود کیا ہے منقطع جوہرِ خودی کی نمود
کہ اپنی منکر کہ جوہر ہے بے نمود ترا

تصوف

یہ حکمت غلوئی، عیسلم لاجوتی
حرم کے در و کا دریاں نہیں تو کچھ بھی نہیں
یہ ذکر و نیم شبی، یہ مراقبہ، یہ سزور
تری خودی کے نگہاں نہیں تو کچھ بھی نہیں
یہ عمتل جو رو پروں کا کھلتی ہے شکار
شریک شورش پناہ نہیں تو کچھ بھی نہیں
خرو نے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ سداں نہیں تو کچھ بھی نہیں
عجب نہیں کہ پریشاں ہے گفتگو سیری
فروغ صبح پریشاں نہیں تو کچھ بھی نہیں

• ریاض منزل (دولت کہ، سرسبز سحر) بعد پال میں نکلتے گئے

چندی اسلام

ہے زندہ فقط وحدت افکار سے ملت
وحدت ہو فنا جس سے وہ الہام بھی الہام
وحدت کی حفاظت نہیں بے ثقت بازو
اُتی نہیں کچھ کام یہاں عقلِ خداؤ
اے مروجہ اُتھکے کو وہ ثقت نہیں حاصل
جا بیشک کسی عنار میں اللہ کو زیاد
سکینی و محکومی و نویسی دی جاوے
جس کا یہ تصوف ہو وہ اسلام کو ایجاد
مُلا کو جو ہے چند میں سجدے کی اجازت
نماواں سچیت ہے کہ اسلام ہے آزا



غزل

دل مردہ دل نہیں ہے، اسے زندہ کر دو بارہ
 کہ یہی ہے اُستوں کے مرضِ کُن کا چارہ
 ترا بھر پُرسکوں ہے، یہ سکوں ہے یاقنوں ہے؟
 نہ شنگ ہے، نہ لُوفِ س، نہ خرابی کنارہ
 تو ضمیرِ آسماں سے ابھی آشنا نہیں ہے
 نہیں بے قرار کرتا تجھے غمِ چستارہ
 تر نیے بستان میں ڈالا مرے نغمہ بھرنے
 مری خاکِ پے پیر میں جو نہاں تھا اک شرارہ
 نظر آئے گا اُسی کو یہ جہانِ دُش و فردا
 جسے اکئی میسر مری شوخیِ نطنارہ



دُنیا

مجھ کو بھی نظر آتی ہے یہ بُرقلمونی
وہ چاند، یہ تارا ہے، وہ پتھر، یہ نکلیں ہے
دیتی ہے مری چشم بصیرت بھی یہ فتولی
وہ کوہ، یہ دریا ہے، وہ کروڑوں، یہ زمیں ہے
حق بات کو لیکن میں خُشپ کر نہیں رکھتا
تو ہے، تجھے جو کچھ نظر آتا ہے، نہیں ہے!

نماز

بل کے بجیس پھر آتے ہیں ہر زمانے میں
اگرچہ پیر ہے آدم، جواں ہیں لات و منات
یہ ایک سجدہ ہے تو کراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دینا ہے آدمی کو نجات!

وَحی

عقل بے مایہ امامت کی سزاوار نہیں
 راہبرِ موحظن و تنہا میں تو زبوں کارِ حیات
 فکر بے نور تھا، جذبِ عمل بے بنیاد
 سخت مشکل ہے کہ روشن چو شب تارِ حیات
 خوب و ناخوب عمل کی چو لکڑی وا کیونکر
 گر حیات آپ نہ جو شارح اسرارِ حیات!

شکست

مجاہدانہ حرارت رہی نہ صوفی میں
 بہانہ بے عملی کا بنی شرابِ است

❁ ریاض منزل (دولت کدہ سرسبز سعد) بمبہدال میں لکھے گئے

فقیہ شہر بھی زمینیت پہ ہے مجبور
 کہ معرکے ہیں شریعت کے جنگ بست بست
 گریز کش مکش زندگی سے، مردوں کی
 اگر شکست نہیں ہے تو اور کیا ہے شکست !

عقل و دل

ہر خاکی و نوری پہ حکومت ہے خرد کی
 باہر نہیں کچھ عقل خدا کی زد سے
 عالم ہے منہ لام اس کے بدل ازل کا
 اک دل ہے کہ ہر لحظہ ابھرتا ہے خرد سے

مستی کردار

مردنی کی طریقت میں فقط مستی احوال
 مٹا کی شریعت میں فقط مستی گفتار

شاعر کی نوا اُتر رہی و افسر وہ بے ذوق
 افکار میں سرست، نہ خوابیدہ نہ بیدار
 وہ مردِ مجاہدِ نطنز آتا نہیں مجھ کو
 جو جس کے رگ و پے میں فقط ہستی کروا

قبر

مرتا کاشتیاں بھی اُسے کس نہ آیا
 آرامِ مستند کو تیرے خاک نہیں ہے
 خاموشیِ اندک تو ہے قبر میں لیکن
 بے قیدی و پسنائی افلاک نہیں ہے



قلندر کی پہچان

کہتا ہے زمانے سے یہ درویش جواں مرد
 جاتا ہے جدھر بندہ حق، تو بھی اُدھر جا
 ہنگامے ہیں میرے تری ملاقات سے زیادہ
 بچت ہوا ہنگامہ قلندر سے کُزر جا
 میں کشتی و ملاح کا محتاج نہ ہوں گا
 چڑھتا ہوا دریا ہے اگر تو تو اتر جا
 توڑا نہیں جاؤ مری کلبیر نے تیرا
 ہے تجھ میں نہ گرجانے کی جرات تو ٹکڑ جا

مہر و مہ و انجم کا محاسب ہے قلندر
 ایام کا مرکب نہیں، راکب ہے قلندر



فلسفہ

افکارِ جوانوں کے خفی ہوں کہ بخل ہوں
پوشیدہ نہیں مرستہ کی نظر سے
معلوم ہیں مجھ کو ترے احوال کہ میں بھی
ندت ہوئی گزر بہت اسی راہ گزر سے
الفاظ کے پھوپھ میں اُبھرتے نہیں انا
خواص کو مطلب ہے صدف کے گھر سے !
پیدا ہے فقط حلقہٴ آریاب جنوں میں
وہ عمتل کہ پا جاتی ہے شعلے کو شر سے
جس معنی چھپیدہ کی تصدیق کرے دل
قیمت میں بہت بڑھ کے ہے تابندہ گھر سے
یا مردہ ہے یا نثرِ ع کی حالت میں گرفت
جس فلسفہ لکھنا نہ کیا نثرِ جگر سے

مردانِ خدا

وہی ہے بندۂ خُرجس کی ضرب ہے کاری
نہ وہ کہ ضرب ہے جس کی تمام عیاری
ازل سے فطرتِ احرار میں ہیں پوشِ بدوش
قلمِ درسی و قلمِ پوشی و نگہ داری
زمانہ لے کے جسے آفتاب کرتا ہے
انہی کی خاک میں پوشیدہ ہے وہ چنگاری
وجودِ انہی کا طلوعِ لبّات سے ہے ازاد
یہ تیرے مومن و کافر تمام زُتاری

کافر و مومن

کل سہل دریا کپکپا بجھے خُرنے
تو ڈھونڈ رہا ہے سہمِ افرنگِ کاتریان؟

اگ نکستہ ہے پس ہے مشیر کی مانند
نیزندہ جہیتل زور و روشن و براق
کافر کی یہ چپان کہ آفاق میں لم ہے
مومن کی یہ چپان کہ لم اس میں ہیں افاق

مہدی برحق

سب اپنے بنائے سوتے زنداں میں ہیں مجوس
خاور کے ثوابت ہوں کہ افرنگ کے سید
پیران علیا ہوں کہ شیخانِ حرم ہوں
نئے جدتِ گرفتار ہے نے جدتِ کروار
ہیں اہل سیاست کے وہی لہنہ نم و بیچ
شہر اسی افلاسِ تختیل میں گرفتار
دنیا کو ہے اس مہدی برحق کی ضرورت
جو جس کی نہک زلزلہ عالم افکار

مومن

(ذنیب میں)

جو علمت سیراں تو بریشم کی طرح نرم
 رزم حق و باطل ہو تو فولاوے ہے مومن
 افلاک سے ہے اس کی حرفیہ کشاکش
 خاکی سے مل جاتا ہے ازاوے ہے مومن
 بچتے نہیں لنگشک و حمام اس کی نظروں
 جبریل و سرافیل کا صیاد ہے مومن

جنت میں

کہتے ہیں فرشتے کوئل آریں ہے مومن
 خوروں کو شکایت ہے کم آریں ہے مومن

❖ سو پال (شیش محل) میں بکھے گئے

محمد علی باب

تھی خوب حضور خدا باب کی تشریف
بیچارہ غلط پڑھتا تھا اعراب سنو
اس کی غلطی پر غلے تھے تھیں
بولا، تمہیں معلوم نہیں میرے مقامات
اب میری امامت کے تصدیق میں ہیں آزاد
محبوس تھے اعراب میں قرآن کے آیات!

تقدیر

(ابلیس و یزواں)

ابلیس

اے خدا کے کُن فکاں! مجھ کو نہ تھا آدم بے گھر
اے! وہ زندانی نزدیک و دور و دیر و زود

حرفِ انکسار تیرے سونے ممکن نہ تھا
ہاں مگر تیری شیت میں نہ تھا میرا سجدہ

یہ زواں

کب کھلا تجھ پر یہ راز، انکار سے پہلے کہ بعد؟

اہلبیس

بعد اے تیری تجلی سے کھلاست مجھ!

یہ زواں

(زشتوں کی طرف دیکھ کر)

پستیِ فطرت نے سکھلائی ہے یہ محبت اے
کتنے تیری شیت میں نہ تھا میرا سجدہ
وے رہا ہے اپنی ازادی کو مجسوسی کا نام
ظالم اپنے شعلہ سوزاں کو خود کستا ہے خود!

(ماخوذ از مثنوی الدین ابن عربی)



اے رُوحِ محمدؐ

شیرازہ ہوا نقتِ مرحوم کا اتر
 اب تو ہی بت، تیرا مسلمان کدھر جائے!
 وہ لذتِ آشوب نہیں بحرِ عرب میں
 پوشیدہ جو ہے مجھ میں، طوفان کدھر جائے
 ہر چہ ہے بے قاصد و راصل و زرا
 اس کوہِ ویسا یاں سے خدیجی ان کدھر جائے
 اس راز کو اب فاش کر اے رُوحِ محمدؐ
 آیاتِ الہی کا گنج بان کدھر جائے!

مَدَنیتِ اسلام

بت توں سمجھ کو سماں کی زندگی کیا ہے
 یہ ہے نہایتِ اندیشہ کمالِ جنوں

طلوع ہے صفتِ آفتاب اس کا غروب
یگانہ اور مثالِ زمانہ گونا گوں !
نہ اس میں عصرِ رواں کی حیا ہے بیںاری
نہ اس میں عسکِ کائن کے فناء و افوں
حیاتِ ابدی پر اس اس ہے اس کی
یہ زندگی ہے، نہیں ہے طمسِ افلاطون !
عناصر اس کے ہیں روح القدس کا ذوقِ جمال
عجم کا خُصِ طبعیت، عرب کا سوزِ دُشوں !

امامت

تُو نے پوچھی ہے امانت کی حقیقت مجھے
حق تجھے میری طرح صاحبِ ہمارے
ہے وہی سیرے زمانے کا امامِ برحق
جو تجھے خضر و مہر و جوئے بیںاری کے

موت کے آنے میں تہجد کو دکھا کر نوح دوست
زندگی تیرے لیے اور بھی دشوار کرے
وے کے احساسِ زیاں تیرا لہو لڑا کرے
فقتہ کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے
فقتہ نہ ملت بیضا ہے اہامست اُس کی
جوسلاں کو سلاطین کا پرستار کرے

فقر و راہبی

کچھ اور چیز ہے شاید تری مسلمانی
تری نگاہ میں ہے ایک فقتہ و رہبانی
سکوں پرستی راہب سے فقر ہے جینار
مختیار کا ہے سفید ہمیشہ ملو فانی
پسندِ روح و بدن کی ہے وائسوا اس کے
کہ ہے نہایت مومن خودی کی غیظانی

وجودِ خسیر فی کائنات ہے اُس کا
اُسے خبر ہے یہ باقی ہے اور وہ مانی
اُسی سے پوچھ کہ پیشِ نگاہ ہے جو کچھ
جہاں ہے یا کہ فقط رنگِ بو کی لمبیانی
فیقتِ مر و سلاں نے نکھو دیا جب کہ
رہی نہ دولتِ سلاں و سلیمانی

غزل

تیری متاعِ حیات علمِ ہنس کر سرور
میری متاعِ حیات ایک دلِ صہبِ
سجودِ اہلِ منکر و منصفِ پیچ و بچ
سجودِ اہلِ ذکر، موسیٰ و عمرانِ طور
مصلحتِ کہہ دیا میں نے سلاں تجھے
تیرے نفس میں نہیں کر می یونمِ انشور

ایک زمانے سے چل کر کہاں مرا
تو ہے ابھی ہوش میں میسے جنوں کا قصوہ
فیضِ نطنز کے لیے ضبطِ سخن چاہیے
حرفِ پریشاں نہ کہ اہلِ نطنز کے کھنڈ
خارجِ جاں میں کہی جو نہیں سکتی وہ قوم
عشقِ جو جس کا جنور فقر جو جس کا غیور

تسلیم و رضا

ہر شاخ سے نیکتہ پھیل رہا ہے پدا
نودوں کو بھی احساس ہے پہنائے رضا کا
ظلمتِ کدۂ خاکِ پشاکر نہیں رہتا
ہر بطن ہے دانے کو جنوں نشوونما کا
فطرت کے تحت اخصوں پہ نہ کر راہِ اصل بند
مقصود ہے کچھ اور ہی تسلیم و رضا کا

جُرات چو نمو کی تو فضا تنگ نہیں ہے
اے مردِ خدا، خاکِ خدا تنگ نہیں ہے!

نکستِ توحید

بیاں میں نکستِ توحید آ تو سکتا ہے
ترے دماغ میں بُت خانہ ہو تو کیا کہیے
وہ رمزِ شوق کہ پوشیدہ لا الہ میں ہے
طریقِ شیخِ فطیبانہ ہو تو کیا کہیے
سُردِ جو حق و باطل کی کارزار میں ہے
ٹوٹا حُرب و ضرب سے بیگانہ ہو تو کیا کہیے
جہاں میں بندہ خُمر کے مشاہدات میں کیا
ترمی نگاہِ غلامانہ ہو تو کیا کہیے
مقامِ فتنہ رہے کتنا بلند شہی سے
روشِ کسی کی کدایانہ ہو تو کیا کہیے!

الہام اور آزادی

جو بندہ آزاد اگر صاحب الہام
ہے اس کی بندہ فکر و عمل کے لیے ہمیز
اس کے نفسِ کرم کی تاثیر ہے ایسی
جو جاتی ہے خالکِ چمنستانِ شرر امیز
شاہیں کی ادا ہوتی ہے ٹبل میں سودار
کس درجہ بدل جاتے ہیں مرغابِ سخنِ غیور
اُس مردِ خود آگاہ و خداست کی صحبت
دی ہے کہ اوقوں کو شکوہ جسم و پرور
محکم کے الہام سے اللہ بچائے
خاست کر اقوام ہے وہ ضرورتِ چنگیز



جان و تن

عقل مُت سے ہے اس بچاک میں الجھی ہوئی
روح کس جوہر سے خاکِ تیرو کس جوہر سے ہے
سیری مشکل ہستی و شور و سرور و درد و داغ
تیری مشکل سے ہے سفرِ کئے ساغر سے ہے
اگر بلا حرف و معنی، نختِ لالہ جان و تن
جس طرح ہنکرتِ باپش اپنی خاکِ تر سے ہے!

لاہور و کراچی

نظرِ اللہ پہ رکھتا ہے مسلمان غمِ غیور
موت کیا شے ہے فقط عالمِ معنی کا سفر
اُن شہیدوں کی دیتِ اہلِ کلیسا سے نہ مانگ
قد و قیمت میں ہے نگوں جن کا حرم ہے بزمِ کر

اے، اے مسلمان تجھے کیا نہیں
حرف 'لَا تَدْرِعُ مَعَ الْقَدْرِ الْعَاقِبَةِ'

نبوت

میں نہ عارف، نہ مجتہد، نہ محدث، نہ فقیہ
مجھ کو معلوم نہیں کیا ہے نبوت کا مقام
ہاں، مگر عالم اسلام پر رکھتا ہوں نذر
فاش ہے مجھ پر سیسہ فلک نیلی فام
عصر حاضر کی شب تاریں دیکھیں میں نے
حقیقت کہ ہے روشن صفت ماہ تمام
وہ نبوت ہے مسلمان کے لیے برگِ حشیش
جس نبوت میں نہیں قوت و شوکت کا پیام



آدم

علم نود و عدم جس کا نام ہے آدم
خدا کا راز ہے، قادر نہیں ہے جس پہ سخن
زمانہ صبح ازل سے رہا ہے محو سفر
مگر یہ اس کی تک و دو سے ہو سکا نہ کس
اگر نہ جو تجھے الجھن تو کھول کر کہہ دوں
موجود حضرت انسان نہ روح ہے نہ بدن!

مکہ اور حنیوا

اس دور میں اقوام کی صحبت بھی ہوئی عام
پشیدہ نگاہوں سے رہی صحبت آدم
تفہیقِ ملل ملتِ افریک کا قصہ
اسلام کا مکتبہ فقط ملتِ آدم

کئے نے دیا خاکِ جنیوا کو یہ پیغام
جمعیتِ اقوام کہ جمعیتِ آدم

ایسے پیرِ حرم

ایسے پیرِ حرم! رسمِ درو خانقہ جھوڑ
مقصودِ سبھ میری نوائے تحسین کا
اقتدار کے تیرے جانوں کو سلامت!
وے ان کو سبقِ خوشگنی، خود نگری کا
تو ان کو سکسا خارا شکافی کے طریقے
مغرب نے سکھایا انھیں فنِ شیشہ کری کا
دل توڑ گئی ان کا جو صدیوں کی خلائی
دائرو کوئی سوچ ان کی پریشاں نظری کا
کہہ جاتا ہوں میں زورِ جنوں میں تھے اسرار
مجھ کو بھی جہلہ دے مری آشفۃ سری کا

مہدی

قوموں کی حیات ان کے تخیل پہ ہے موقوف
 یہ ذوق سکھاتا ہے ادب مرغِ چمن کو
 مجذوبِ فرنگی نے بہ اندازِ منہ نگی
 مہدی کے تخیل سے کیا زندہ وطن کو
 اے وہ کہ تو مہدی کے تخیل سے ہے بیزار
 نوید نہ کر اچھے منہ شکیں سے خشن کو
 جو زندہ کفن پوش تو ست اے سبھیں
 یا چاک کریں مردِ ناداں کے کفن کو؟



مردِ مسلمان

ہر لحظے مومن کی نئی شان، نئی آفتاب
 گفتار میں، کردار میں، اللہ کی بُراہان!
 قتاری و غمخساری و تقدوسی و جبروت
 یہ چار عناصر ہر چہ تو بنتا ہے مسلمان
 ہمسایہ جب بدلِ امیں بندۂ خالی
 ہے اس کا نشیمن نہ بخانا نہ بدخشان
 یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
 قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن!
 قدرت کے معابد کا عیار اس کے ارادے
 دنیا میں بھی میزان، قیامت میں بھی میزان
 جس جے بگڑ لالہ میں ٹھنڈک چو وہ شبنم
 وریاؤں کے دل جس سے ہل جاتیں وہ طوفان

فطرت کا سرود اذلی اس کے شب و روز
آہنگ میں بیکتا صفت سورۃ رحمن
بنتے ہیں مری کار گہ منکر میں خشم
لے اپنے مقدر کے سارے کو تو پہچان!

پنجابی مسلمان

مذہب میں بہت تازہ پسند اس کی طبیعت
کرے کہیں منزل تو گزرتا ہے بہت جلد
تحقیق کی بازی چو تو شرکت نہیں کرتا
چو کھیل فریدی کا تو چرتا ہے بہت جلد
تاویل کا پھندا کوئی صیاد لگا دے
یہ شاخ نشین سے اترتا ہے بہت جلد



آزادی

ہے کس کی یہ خیرات کہ مسلمان کو ٹوکے
خیریت افکار کی نعمت ہے خدا داد
چاہے تو کرے کہے کو آتش کدو پارس
چاہے تو کرے اس میں فرغی صفت آج
شران کو باز چپہ تاویل بن کر
چاہے تو خود اک تازہ شریعت کرے ایجا
ہے مسکلت چند میں اک طرف تماشا
اسلام ہے محبوب مسلمان ہے ازاد

اشاعتِ اسلامِ فرنگستان میں

ضمیر اس مذہب کاویں سے ہے خالی
فرنگیوں میں اخوت کا ہے نسب پر قیام

بلند تر نہیں انگریز کی نگاہوں میں
 قبولِ دینِ مسیحی سے برہمن کا مقام
 اگر قبول کرے دینِ مصطفیٰ انگریز
 سیاہ روزِ مسلمان رہے گا پھر بھی غلام

لا وِ اِلَّا

فضائے نور میں کرتا نہ شاخ و برگ و برپدا
 سفرِ خالی شہستان سے نہ کر سکتا کروانہ
 نہساؤ زندگی میں استِ لا، استِ اِلَّا
 پیامِ موت ہے جب لا، جوا اِلَّا ہے بیگانہ
 وہ ملتِ روح جس کی لا، لے آگے بڑھ نہیں سکتی
 یقینِ جانو، جوا البرزِ اُس ملت کا پیانا



اُمراءِ عربؑ

کرے یہ کافر ہندی بھی جراتِ کفار
اگر نہ جو اُمراءِ عرب کی بے ادبی
جنگِ تہ پہلے سکھایا کیا کس امت کو؟
وہ سالِ مصطفویؐ، فتنہ اِراقِ بولہبی
نہیں وجودِ حدود و ثغور سے اس کا
مستعدِ عربی سے ہے عالمِ عربی!

احکامِ الہی

پابندیِ تقدر کہ پابندیِ احکام
یہ سداً شکل نہیں لے مروغہ و سند

اک آن میں سو بار بدل جاتی ہے تقدیر
ہے اس کا عقیدہ ابھی ناعشن ابھی غور نہ
تقدیر کے پاب نہ بات جہادات
مومن فقط احکام الہی کہ ہے پاب نہ

موت

لحد میں بھی یہی غیب و حضور رہتا ہے
اگر چہ زندہ تو دل تاشبور رہتا ہے
مرد ستارہ، مثال شرارہ یک و نفس
مے خودی کا ابد تک سرور رہتا ہے
فرشتہ موت کا چھوٹا ہے کو بدن تیرا
ترے وجود کے مرکز سے دور رہتا ہے!



قُشَمِ پاؤںِ اللہ

جہاں اگر چہ لڑکوں ہے قُشَمِ پاؤںِ اللہ
 وہی زمینِ وہی لڑکوں ہے قُشَمِ پاؤںِ اللہ
 کیا نوائے انا الحق کو آتشیں جس نے
 تری رگوں میں ہی غول ہے قُشَمِ پاؤںِ اللہ
 غمیں نہ چو کہ پر اسندہ ہے شہرِ ترا
 فرنگیوں کا یہ افشوں ہے قُشَمِ پاؤںِ اللہ



تصور (تصور کا خیال) (تصور)

سبحانہ

نشہ

نظمیات حد پر رکھ کر درج

جاست کیا ہے با حضور سرور و زور

ظلم طول

نشہ

نگاہ مریہ رکھ کر درج

جاست ہے نہ تاملتیں میرے سرور

جاست بدست ہر انسان کے لڑائی

فقط خود ہی ہے خدا کا لفظ کا تصور

تعلیم و تربیت

مقصود

(سپنوزا)

نظر حیات پر رکھتا ہے مرد و نر
 حیات کیا ہے حضور و منور و نور و جو

(فلاطون)

نگاہ موت پر رکھتا ہے مرد و نر
 حیات ہے شب یا یک میں شر کی نور

حیات موت نہیں لغات کے لائق
 فقط خودی ہے خودی کی نگاہ کا سمت خود

❁ ریاض منزل (دولت کدہ سرسبز) بہوپال میں لکھے گئے

زمانہ حاضر کا انسان

عشق ناپید و خرومیکندش صورت مار
عقل کو تابع منہ زبانِ نطنہ کرنے سکا
ٹھونڈنے والا ستاروں کی لڑکا چوں کا
اپنے افکار کی دُنیا میں محسوس کرنے سکا
اپنی حکمت کے حسن و بیچ میں الجھا لیا
آج تک منہ بھلا نفعِ خسرو کرنے سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تاریک محسوس کرنے سکا

اقوامِ مشرق

نظر آتے نہیں بے پردہ ستارِ حق ان کو
البتہ جن کی چوٹی مکو می تہمت دیدے کو

زندہ کر سکتی ہے ایران و عرب کو کونیکر
یہ فرنگی مذتیت کہ جو ہے خود لب گور

آکا ہی

نظر سپر پہ رکھتا ہے جو تار و شناس
نہیں ہے اپنی خودی کے سمت سے آگاہ
خود ہی کو جس نے فلک سے بلند کر دیکھا
وہی ہے مملکت صبح و شام سے آگاہ
وہی نگاہ کے ناخوب و خوب سے محرم
وہی ہے دل کے حلال و حرام سے آگاہ

مصلحینِ مشرق

میں چوں نوید تیرے ساقیانِ سامری فن سے
کہ بزمِ خاواراں میں لے کے آئے ساتھیوں خالی

نتی بجلی کہاں اُن بادلوں کے جیبِ دامن میں
نِزانی بھلیوں سے بھی ہے جن کی آستیں خالی

مغربی تہذیب

فسادِ قلبِ نغمہ ہے فرنگ کی تہذیب
کہ رُوح اس مذہبیت کی رو سکی زہیف
رہے نہ رُوح میں پاکیزگی تو ہے ناپید
ضمیر پاک خیالِ بلند ذوقِ لطیف

اسرارِ پیدا

اُس قوم کو ششیر کی حاجت نہیں ہتی
جو جس کے جہانوں کی خودی صورتِ فولاد
ناچیز جہانِ مرد و پرویں ترے آگے
وہ عالمِ مجبور ہے، تو عالمِ آزاد

سہجوں کی پیش کیلئے فقط ذوق طلب ہے
پنہاں جو صدف میں ہے وہ دولت ہے خدا دا
شاہیں کسی پرواز سے تک کر نہیں گرتا
پروم ہے اگر تو تو نہیں خطرہ آفت

سلطان یمنیو کی وصیت

تو رہ نور و شوق ہے ہنسزل نہ کر قبول
بیل ہی نیم شیں ہو تو محصل نہ کر قبول
اے جوئے اب بڑھ کے ہو دیارے شند تیز
ساحل تجھے عطا ہو تو حاصل نہ کر قبول
کھویا نہ جا صشم کدہ کائنات میں
محصل کدازا کر می محصل نہ کر قبول
شیخ ازل یہ مجھ سے کہا جبریل نے
جعتل کا سلام جو وہ دل نہ کر قبول

باطل وہ قی پسند ہے، حق لا شرک ہے
شرکت سیئہ حق و باطل نہ کر قبول

غزل

نہ میں عجب سی نہ پسند ہی نہ عراقی و حجازی
کہ خودی سے میں نے سیکھی وہاں کے بے نیازی
تو مرئی نطنز میں کافر، میں تری نطنز میں کافر
تو ادین نفس شماری، مرا دین نفس کدازی
تو بدل گیا تو بہتہ کہ بدل گئی شریعت
کہ موافق تہذرواں نہیں دینِ شاہبازی
ترے دشتِ دور میں مجھ کو وہ جنوں نطنز آیا
کہ بسکاس کے غرور کو رہ و رسم کار سازی
نہ جدار ہے نوا کرتے بٹ تاپِ نندگی سے
کہ چلا کی انہم ہے یہ طریقی نے نوازی

بیداری

جس بندہ حق ہیں کی خودی چوکتی بیدار
ششیر کی مانند ہے بوندہ و براق
اس کی نگہ شوخ پہ جوتی ہے نمودار
ہر ذرے میں پوشیدہ ہے جو ثوبتِ اشراق
اس مردِ خدا سے کوئی نسبت نہیں تجھ کو
تو بندہ آفاق ہے وہ صاحبِ آفاق
تجھ میں ابھی پیدا نہیں ساحل کی طلب بھی
وہ پاکی فطرت سے چو محرمِ اساق

خودی کی تربیت

خودی کی پرورش و تربیت پر ہے موقوف
کہ نشتِ خاک میں پیدا چو آتشِ مہسوز

یہی ہے ستر کہیں ہر اک زمانے میں
چوائے دشت و شیب و شبانی شب و روز

آزادی منکر

آزادی افکار سے ہے ان کی تب ہی
رکھتے نہیں جو منکر و تدبیر کا سلیقہ
جو منکر اگر حرام تو آزادی افکار
انسان کو حیوان بنانے کا طریقہ!

خودی کی زندگی

خودی جو زندہ تو ہے فستہ بھی شناسی
نہیں ہے سنجہ و طغزل سے کم شک و فہم
خودی جو زندہ تو دریا سے بے گراں پایا
خودی جو زندہ تو کسار پر نیان و حسریہ

ٹھنکِ زندہ ہے اپنے محیط میں آزاد
ٹھنکِ مردہ کو موجِ سراب بھی زنجیر!

حکومت

ہے فریدوں کو تو حق بات کو ارا لیکن
شیخ و ملا کو بُری لگتی ہے درویش کی بات
قوم کے ہاتھ سے جاتا ہے مستراحِ کردار
بحث میں آتا ہے جب فلسفہ نوات و صفات
گرچہ اس ذریعہ کن کا ہے یہ دستورِ قدیم
کہ نہیں مے کدہ و ساقی و مینا کو شبات
قسمتِ بادہ مگر حق ہے اسی ملت کا
انگیں جس کے جانوں کو ہے تلخابِ حیات!

❁ ریاضِ منزل (دولت کدہ سر اس سحر) جہوپال میں نکلتے گئے

ہندی مکتب

اقبال! یہاں نام نہ لے مسلم خودی کا
 موڑوں نہیں مکتب کے لیے ایسے مقالات
 بسترے کہ بیچارے مولوں کی نطنہ سے
 پوشیدہ رہیں باز کے احوال و مقامات
 آزاد کی اک ان ہے محکوم کا اک سال
 کس درجہ گراں سیر ہیں محکوم کے اوقات
 آزاد کا ہر لحظہ پیامِ اجیت
 محکوم کا ہر لحظہ نئی مرگِ مہاجات
 آزاد کا اندیشہ حقیقت سے منور
 محکوم کا اندیشہ گرفتارِ خرافات
 محکوم کو پیروں کی کرامات کا سوا
 ہے بندہ آزاد خود اک زندہ کرامات

محکوم کے حق میں ہے یہی تربیت اچھی
موسیقی و صورت کری و علم نباتات!

تربیت

زندگی کچھ اور شے ہے، علم ہے کچھ اور شے
زندگی سوزِ جگر ہے، علم ہے سوزِ دماغ
علم میں دولت بھی ہے، قدرت بھی ہے لذت بھی ہے
ایک شکل ہے کہ ہاتھ آتا نہیں اپنا سراغ
اہل دانش عام ہیں، کم یاب ہیں اہل نظر
کیا تعجب ہے کہ حالی رہ لیا تیرا ایاغ!
شیخِ محنت کے طریقوں سے کشادگی کہاں
کس طرح کبریت سے روشن ہو بجلی کا چراغ!



خوب زشت

ستارگانِ فضا ہائے نیلگوں کی طرح
 تختِ نکست بھی ہیں تاجِ طلوع و غروب
 جہاں خودی کا بھی ہے صاحبِ فراز و نشیب
 یہاں بھی سرکہ آرا ہے خوب سے ناخوب
 نمود جس کی فرازِ خودی سے چو وہ جمیل
 جو ہوشیب میں پیدا ہے تیج و نامحبوب

مرکبِ خودی

خودی کی موت سے منبر کا اندر وں ہے نور
 خودی کی موت سے شرق ہے بے ملاقائے ہندام
 خودی کی موت سے مروجِ عرب ہے بے تربتک
 بدینِ سراقِ عجبم کا ہے بے عروقِ چلم

خودی کی موت کے پند ہی شکستہ بالوں پر
قفسِ نوا ہے حلال اور آشیانہ حرام
خودی کی موت کے چہرے پر مہرِ نوا مجبور
کو نیچے کھائے مسلمان کا جسمِ احرام

مہمانِ عزیز

پُر ہے افکار سے ان مدر سے والوں کا ضمیر
ٹوٹ ناٹوب کی اس دور میں ہے کس کو تیز
چاہیے حنائیہ دل کی کوئی منزلِ حنائی
شاید آجائے کہیں سے کوئی مہمانِ عزیز

عصرِ حاضر

پختہ افکار کہاں ڈھونڈنے جائے کوئی
اس زمانے کی ہوا رکھتی ہے چہرے کو خام

مدرسہ عقل کو آزاد تو کرتا ہے مگر
 چھوڑ جاتا ہے خیالات کو بے ربط و نظام
 مُردہ، لادینی افکار سے افرنک میں عشق
 عقل بے ربطی افکار سے مشرق میں غلام!

طالب علم

خدا تجھے کسی طوفان سے آشنا کرے
 کہ تیرے بھری موجوں میں اضطراب نہیں
 تجھے کتاب سے ممکن نہیں سراغ کہ تو
 کتاب خواں ہے مگر صاحب کتاب نہیں!

امتحان

کہا پڑ کی ہندی نے سنگیئے سے
 فتاد کی وسر افگندگی ترئی سراج!

ترا یہ حال کہ پامال و درموند ہے تو
مری یہ شان کہ دریا بھی ہے مرا محتاج
جہاں میں تو کسی دیوار سے نہ ٹکرایا
کے غم سے کہ تو ہے سنگِ خارہ یا کہ زجاج !

مدرسہ

عصرِ حاضر ملک الموت ہے تیرا جس نے
قبض کی نوح تری دے کے تجھے فکرِ مماش
دل لرزتا ہے طعینِ انکشاف سے ترا
زندگی موت ہے، کھودیتی ہے جب فوقِ خراش
اُس حُبِ نوح سے تجھے تعلیم نے بیکار کیا
جو یہ کہتا تھا حشر دے کہ بہانے نہ تراش
فیضِ فطرت نے تجھے دیدہ ہشاہیں ہنسا
جس میں کھ دی ہے غلامی نے نگاہِ حفاش

مذہب سے نے تری آنکھوں سے چھپایا جن کو
خلوت کو وہ ویسا باں میں وہ اسرار میں بخش

حکیم نطشہ

حریف کہتے توحید چو سکا نہ حکیم
ہنگام چاہے اسرار لا الہ کے لیے
خدا کا سینہ کر دوں ہے اس کا فکر بلند
کنہ اس کا تخیل ہے مہر مس کے لیے
اگرچہ پاک ہے طینت میں ابھی اس کی
ترس ہی ہے مگر لذت کنہ کے لیے

اساتذہ

مقصود ہو اگر تربیت لعل بدخشاں
بے سود ہے بھٹکے ہوئے خورشید کا پرتو

وَنیا ہے روایا تے کئے چنڈوں میں گرفت
کیا اندر سے کیا اندر سے والوں کی تنگ و دوا
کر سکتے تھے جو اپنے زمانے کی امامت
وہ کہتے دماغ اپنے زمانے کے ہیں پیرو!

غزل

بٹے کا منہ نزل مقصود کا اسی کو سراغ
انصیری شب میں ہے چمکے کی آنکھ جس کا چراغ
میترا آتی ہے فرست فقط غنٹ لاسوں کو
نہیں ہے بندہ ضر کے لیے جہاں میں سراغ
فروغ منہ ربیاض یہ ذکر رہا ہے تجھے
تری نظن کا نگہب اس ہر صاحب بازغ
وہ برجمیش ہے مہمان کی نفس و نفس
چمکے ہیں مثال ستارہ جس کے لیاغ

کیا ہے تجھ کو گت ہوں نے کو رذوق اتنا
 صبا سے بھی نہ ملا تجھ کو بوئے گل کا سراغ !

تعلیم دین و مسلم

مجھ کو مسلم ہیں پیرانِ جسم کے انداز
 چو نہ اخلاص تو دھولے نظر لاف و لزاز
 اور یہ اہل کلیسا کا نطفِ تعلیم
 ایک سازش ہے فقط دینِ مروت کے خلاف
 اُس کی قیمتِ دیر میں محسوس ہوئی ہے
 قوم جو کرے سکی اپنی خودی سے انصاف
 فطرتِ افراہ سے غمِ باض بھی کر لیتی ہے
 کبھی کرتی نہیں ملتے گئے گناہوں کو مٹ



جاوید سے



غارت کر دیں ہے یہ زمانہ	ہے اس کی نہاد کا نہ رشتہ
دربار شہنشی سے خوشتر	مردانِ خدا کا استانہ
لیکن یہ دورِ ساحری ہے	اندازِ حیل سب کے جادو
سرِ چشمہ زنگی ہوا خشک	باقی ہے کہاں سے مشابہ
حنالی اُن سے ہوا بدست	تمی جن کی نگاہ تازیانہ
جس گھر کا گھر چرخ ہے تو	ہے اس کے مذاقِ عارفانہ
جوہر میں چولا لالہ تو کیا خوف	تعلیم جو کو فتنہ گیانہ
شاخِ گل پر چمک لیکن	کر اپنی خودی میں آشیانہ
وہ بھر ہے آدمی کہ جس کا	چہرہ ہے بحرِ بیکرانہ
دہستان اگر نہ چو تن اس	چروانہ ہے صد ہزار دانہ
منازلِ منشین وقتِ بازی ست	وقتِ نہایتِ کار سازی ست



سینے میں اگر نہ ہو دل گرم
 نچھیرا کر جو زیرِ کُچت
 ہے اب حیات اسی جہاں میں
 غیرت ہے طرقتِ حقیقی
 اے جان پر ہنس رہے ہیں
 نایاب نہیں متبعِ غفلت
 ہے میری بساط کیا جہاں میں
 اک صدقِ مقال ہے کہ جس سے
 اللہ کی دین ہے جس سے
 اپنے نورِ نطنہ سے کیا خوب
 رہ جاتی ہے زندگی میں خامی
 اتنی نہیں کام کُشتہ دہی
 شرط اس کچے ہے شہِ کامی
 غیرت کے فہم کی تہاں
 شاہیں سے تذرو کی غلامی
 صد انوری و ہزار حبس
 بس ایک فتنہ بن زیرِ پای
 میں چشمِ جہاں میں ہوں کراہی
 میراث نہیں میند نامی
 فرماتے ہیں حضرتِ نطناسی

تجھے کہ بزرگِ بایہ ت بڑ
 فرزند ہی منجھار و ست سو





مومن پہ کراں ہیں شبِ روز
 دین و دولت بہت سار باری
 ناپید ہے بندۂ عمل مست
 باقی ہے منقہ نفس مہارنی
 بہت چو اگر تو دھو نہ دھو منقر
 جس منقر کی اہل ہے حجازی
 اس فقرے آدمی میں پیدا
 اللہ کی شان ہے بنیازی
 گنجشک و حمام کے لیے موت
 ہے اس کا مقام شاہ باری
 روشن اس ہے حسد و لی انکھیں
 بے سہرہ نوع علی و رازی
 حاصل اس کا شکوہ مسود
 فطرت میں اگر نہ چو ایازی
 تیری دنیا کا یہ نہیں
 رکھتا نہیں فوق نئے نوازی
 ہے اس کی نگاہ عالم آشوب
 درپردہ تمام کار سازی
 منقر غیور جس نے پایا
 بے تیغ و سناں ہے مرغ غازی

مومن کی اسی میں ہے امیری
 اللہ سے مانگ فقیہی



محوریت

مردِ فرنگ

ہزار بار حکیموں نے اس کو ٹہلایا
مگر یہ مسئلہ زن رہا وہیں کا وہیں
قصور زن کا نہیں ہے کچھ اس خرابی میں
گواہ اس کی شرافت پہ ہیں مرد پرویں
فساد کا ہے مندرجی معاشرت میں ظہور
کہ مودعاہ ہے بیچارہ زن شناس نہیں

ایک سوال

کوئی پوچھے حکیم یورپ سے
ہندو یونان ہیں جس کے حلقہ بگوش

کیا یہی ہے معاشرت کا کمال
مرد بے کار و زن تہی آغوش !

پرودہ

بہت رنگ بدلے پسر ہیں نے
خدایا یہ دنیا جہاں تھی وہیں ہے
تفاوت نہ دیکھنا زن و شو میں میں نے
وہ خلوت نشیں ہے یہ خلوت نشیں ہے
ابھی تک ہے پردے میں اولاد آدم
کسی کی خودی آشکارا نہیں ہے

خلوت

زسوا کیا اس دور کو جلوت کی جہوس نے
روشن ہے نگہ، آئینہ دل ہے مگر

بڑھ جاتا ہے جب ذوقِ نظر اپنی حدوں سے
چو جاتے ہیں افکار پر اکسندہ و ابتر
آنکوشِ صدف جس کے نصیبوں میں نہیں ہے
و قلمِ سرۂ نیساں کبھی بنتِ نہیں گوہر
خلوت میں خودی جوتی ہے خود کیر، لیکن
خلوت نہیں اب دیرِ حرم میں بھی میسر!

عورت

وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوزِ دروں
شرف میں بڑھ کے شریکِ شبتِ خاک اس کی
کہ ہر شرف ہے اسی دُرج کا دیرِ مکتوں
مکالماتِ فلاطوں نہ بلکہ سکی لیکن
اسی کے شعلے سے ٹوٹا شرارِ افلاطوں

آزادی نسواں

اس بحث کا کچھ فیصلہ نہیں کر نہیں سکتا
گو خوب سمجھتا ہوں کہ یہ زہر ہے، وہ قند
کیا فائدہ کچھ کہہ کے بنوں اور بھی مستوب
پہلے ہی خفا مجھ سے ہیں تمذیب کے فرزند
اس راز کو عورت کی بصیرت ہی کرے فاش
بمبور ہیں مہندور ہیں، مردانِ مخروشد
کیا چیز ہے آرائشِ قومیت میں زیادہ
آزادی نسواں کہ زمرہ کا گلو بند!

عورت کی حفاظت

اک زندہ حقیقت مے سینے میں ہے ستور
کیا سبھے کا وہ جس کی رگوں میں ہے لہو سرو

نے پروردگار، تعالیم، نبی جو کہ پُرانی
نسوانیتِ زن کا بحساب ہے فقط مرد
جس قوم نے اس زندہ حقیقت کو نہ پایا
اس قوم کا غور شدید بہت جلد ہوا زرد

عورت اور تعلیم

تہذیبِ فرنگی ہے اگر مرگِ اُسوت
ہے حضرتِ انساں کے لیے اس کا ثر موت
جس علم کی تاثیر سے زن جھتی ہے نازن
کہتے ہیں اُسی علم کو اربابِ نظر موت
بیگانہ رہے ہیں سے اگر اندر سے زن
ہے عشق و محبت کے لیے علم و ہنر موت



عورت

جو ہر مرد عیاں ہوتا ہے بے پشت غیر
غیر کے ہاتھ میں ہے جو ہر عورت کی نو
راہ ہے اس کے عینم کا یہی نکتہ شوق
آتشیں لذتِ تخلیق سے ہے اس کا جو
کھلتے جاتے ہیں اسی آگ کے سرِ احیات
گرم اسی آگ کے ہے مسد کہ بود و نبود
میں بھی مظلومی نسواں سے ہوں غم ناک بہت
نہیں مکن مگر اس عقدہ مشکل کی نشو و



دین و ملک
سرود و سباحت
گهری زانوار
و طبع فریفته
لمتیز است
آرزو خدی
نیکو
پیشانی
دوست

ادبیات

فنون لطیفہ

دین و دُشمن

سرود شمعِ مریات، کتابِ دین و دُشمن
گنہر ہیں ان کی کردہ میں تمام کیے اند
ضمیرِ بندۂ خاکی سے ہے نمود ان کی
بلند تر ہے ستاروں سے ان کا کاشانہ
اگر خودی کی حفاظت کریں تو عینِ حیات
نہ کر سکیں تو سراپا فتنوں و افسانہ
پھولی ہے زیرِ فلک اُستوں کی مِروائی
خودی سے جب اُدبِ دین پھوٹے ہیں بیگانہ



تخلیق

جہاں تازہ کی افکار تازہ سے ہے نمود
 کہ گنگ و خشت سے جوتے نہیں جہاں پیدا
 خودی میں ڈوبنے والوں کے عزم و ہمت نے
 اس ابھرنے کے لیے بے کراں پیدا
 وہی زمانے کی گردش پہ غالب آتا ہے
 جو پھر نفس سے کرے عمر جاوداں پیدا
 خودی کی موت سے مشرق کی سرزمین میں
 جہاں نہ کوئی حُسنِ دانی کا رازواں پیدا
 جہاں تے دشت کے بُتے رفاقت آتی ہے
 عجب نہیں ہے کہ جوں کیے ہم عناں پیدا



بُجنوں

نُجَبِ گُر کی دُکّاں شامِ سنی مُقاتی
بِستمِ پئے نِوارِ پھرے دشتِ دُور میں دیوانہ
کے خیرِ کُجُنوں میں کمال اور بھی ہیں
کریں اگر اُسے کوہِ دُکّر سے بیگانہ
ہجومِ مدرّسہ بھی سازِ کار ہے اس کو
کہ اس کے واسطے لازم نہیں ہے میرانہ

اپنے شعر سے

ہے جگہ مجھ کو تری لذتِ پیدائی کا
تُو چُوّا فاش تو ہیں اب مے اُسرا بھی فاش
شعلے سے ٹوٹ کے شلِ شرّ اور نہ رہ
گر کسی سینہ پر سوز میں خلوت کی تلاش!

پیرس کی مسجد

مری نگاہ کس اہل شہ کو کیا دیکھے
 کہ حق سے یہ جسمِ حرمِ نبوی ہے بیگانہ
 حرمِ نبویں ہے فرنگی خوشہ بازوں نے
 تنِ حرم میں چھپا دی ہے رُوحِ بُت خانہ
 بُت کہہ انہی غارت گھٹس کی ہے تعمیر
 و مشق ہاتھ سے جن کے چوا ہے ویرانہ

ادبیتا

عشق اب پیروی عقلِ خدا داکھے
 ابرو کو چہ جانناں میں نہ برباد کرے
 کہنے پیکر میں نئی رُوح کو اباد کرے
 یا کفنِ رُوح کو تختِ سید سے آزاد کرے

نگاہ

بہار و قافلہ لالہ ہائے صحرائی
 شبابِ مستی و ذوقِ سُور و حنائی
 اندھیری است میں حیشکینِ تاروں کی
 یہ جبر، یہ فلکِ نیلوں کی پنائی
 سفرِ عروسِ قمر کا عساری شبیں
 طلوعِ مسر و سکونتِ سپرینائی
 نگاہ چو تو بہائے نظارہ کچھ بھی نہیں
 کہ بچتی نہیں فطرتِ جمال و زیبائی



✽ ریاضِ سنزل (دولت کدہ سرا سحر) بھوپال میں لکھے گئے

مسجدِ قوتِ اسلام

ہے سرے سینے بے ثور میں اب کیا باقی
 'لا الہ' مُردہ و افشردہ دے ذوق نمود
 چشمِ فطرت بھی نہ پہچان سکے گی مجھ کو
 کہ ایازِی سے دگرگوں ہے مقامِ محمود
 کیوں سداں نہ بھل ہو تری سنگینی سے
 کہ غلامی سے ہوا مثلِ زبلج اس کے وجود
 ہے تری شان کے شایاں اسی ہوسن کی نماز
 جس کی تجسیر میں چوسکہ کہ بود و نبود
 اب کہاں میرے نفس میں دھڑارت وہ گداز
 بے تب و تاب دُروں میری سلوۃ اور دُرو
 ہے بری بانگِ اذان میں نہ بندی نہ شکوہ
 کیا گوارا ہے تجھے ایسے سداں کا سجدو؟

تیر

تری خودی سے ہے روشن تراصریم وجود
حیات کیا ہے، اُسی کا سرور و سوز و ثبات
بلند تر مر و پرویں سے ہے اُسی کا مہم
اُسی کے نور سے پیدا ہیں تیرے ات صوفات
صریم تیرا، خود غی یہ سر کی پہاؤ
دو بارہ زندہ نہ کر کار و بار لات و منات
یہی کمال ہے تیشیل کا کہ تو نہ رہے
رہا نہ تو تو نہ سوزِ خودی نہ سازِ حیات



شُعَاع اُمید



نورج نے دیا اپنی شعاعوں کو یہ پیغام
 دُنیا ہے عجب چیز، کبھی صبح کبھی شام
 مدت سے تم آوارہ چھوٹے فضا میں
 بڑھتی ہی چلی جاتی ہے بے مہرِ ایام
 نے ریت کے ذروں چپکے میں ہے رات
 نے مثلِ صبا طوفِ گلِ لالہ میں آرام
 پھر میرے تجھ کی کدۂ دل میں سا جاؤ
 چھوڑو چمنستان و بیابانِ دروہام



آفاق کے ہر گوشے سے اُٹھتی ہیں شعاعیں
 پھیلنے پھیلنے غور شیکہ ہوتی ہیں ہم انوش
 اک شور ہے مغرب میں ابالائیں مسکن
 افراکشینوں کے دھویں سے یہ پوش
 مشرق نہیں کو لذت نطفہ سے محروم
 لیکن صفتِ عالم لاہوت ہے خاموش
 پھر ہم کو اسی سیئہ روشن میں چھپالے
 اے مسر جہاں تاب نہ کر ہم کو فراموش



اک شوخ کزن، شوخ مثال نگہ خور
 آرام سے فارغ ہفت جوہر سیاب
 بولی کہ مجھے رخصت تنویر عطا ہو
 جب تک نہ ہو شرق کا ہر اک ذرہ جہاں تاب

چھوڑوں گی نہ میں چند کی تار ایک فضا کو
 جب تک نہ اُٹھیں غائب سے نہ ان گراں غائب
 خاور کی آہیں دوں گا یہی خاک ہے مرکز
 اقبال کے اشکوں سے یہی خاک ہے سیراب
 چشمِ مژپروں سے اسی خاک کے روشن
 یہ خاک کہ ہے جس کا خُزفِ یزد و ناب
 اس خاک کے نشے ہیں دغواہِ سسانی
 جن کے لیے ہر جبرِ پُراشو ہے پایاب
 جس مانے کے نغموں کی حرارت تھی دلوں میں
 محفل کا وہی ساز ہے بیگانہ مضرب
 بُت خانے کے دروازے پہ سوتا ہے بوسہن
 تقدیر کو روتا ہے سماں تہِ محراب
 مشرق سے چوبیزِ آرزو سفر ہے حذر کہ
 فطرت کا اشارہ ہے کہ ہر شب کو سحر کہ!

اُمید

مست ابلہ تو زمانے کا خوب کرتا ہوں
اگرچہ میں نہ سپاہی ہوں نے امیر سرخسود
منجھے خبر نہیں یہ شاعری ہے یا کچھ اور
عطا ہوا ہے مجھے ذکر و فکر و جذب سرود
جبیں بندہ حق میں نمود ہے جس کی
اسی جلال سے بسیرے خیمے وجود
یہ کافر تو نہیں کافر سے کم بھی نہیں
کہ مرد حق چو گرفتار غم نہ موجود
غم میں نہ چو کہ بہت فور ہیں ابھی باقی
نئے ستاروں کے خالی نہیں سپہر کبود

❁ ریاضِ سنبل (دولت کدہ سر اس سٹود) بمبہال میں لکھے گئے

نگاہِ شوق

یہ کائنات چھپاتی نہیں ضمیر اپنا
کہ دُڑے دُڑے میں ہے ذوقِ آشکارائی
کچھ اور ہی نظر آتا ہے کار و بارِ جہاں
نگاہِ شوق اگر چو شریکِ بینائی
اسی نگاہِ محکمِ قوم کے منہ زند
ہوئے جہاں میں سزاوارِ کارِ منہ رمانی
اسی نگاہ میں ہے ستاہریِ جہتِ باری
اسی نگاہ میں ہے بوسریِ عمرِ ثانی
اسی نگاہ سے ہر دُڑے کو بھنوں میرا
یکساں رہے وہ رسمِ دشتِ پہاڑی
نگاہِ شوق یہ نہ نہیں اگر سمجھ لو
ترا وجود ہے قلبِ نطنز کی زسوائی

اہلِ نہر سے

مہر و مہشتری چند نفسِ کانِ سرخ
عشق سے ہے پائدا تر یہ سیرِ غمی کا وجود
تیرے حرم کا ضمیر اسود و احمر سے پاک
تنگ سے تیرے لیے شمعِ سویت کی بو
تیری خودی کا غیاپ کر کے ذکرِ دستِ سر
تیری خودی کا حضور عالمِ شعر و سر
روحِ الہی تری رنجِ غلامی سے نزار
تیرے ہنر کا جہاں دیر و طواف و سجود
اور الہِ بابر اپنی شرافت سے جو
تیری سپہِ اس و جنِ ثواب ہے ایسے خوبو



غزل

دریا میں موتی، اسے سوچ بے باک
 ساحل کی سوغات بخار خوش و خاک
 میرے شرر میں بجلی کے جواہر
 لیکن نیستان تیرا ہے نم ناک
 تیرا زمانہ، تاثیر تیری
 نداں بنیں یہ تاثیر افلاک
 ایسا جنوں بھی دیکھا ہے میں نے
 جس نے سیسے ہیں تفتدیر کے چاک
 کابل وہی ہے رندی کے فن میں
 سستی ہے جس کی بے منت تاک
 رکھتا ہے اب تک معینہ شرق
 وہ ہے کہ جس سے روشن ہوا دل

اہلِ فلسفہ ہیں یورپ سے نمود
 ان اُمتوں کے باطن نہیں پاک

وجود

اے کہ ہے زیرِ فلک شلِ شرتیری نمود
 کون سجاتے تجھے کیا ہیں مقاماتِ وجود
 کرشمہ میں نہیں تعمیرِ خودی کا جوہر
 وائے صورتِ کبریٰ و شاعری و نئے و سرود
 مکتب و مے کہہ بخیزد بس بونِ بندہ
 بودن آموز کہ ہرسم باشی و ہرسم انہی بود

سرود

ایا کہ اس سے نالہ نے میں سرورے
 اصل اس کی نے نواز کا دل ہے کہ چوبے

دل کیا ہے اس کی سستی و ثقیل کیا ہے
کیوں اس کی اک نگاہِ انشتی ہے تختِ کئے
کیوں اس کی زندگی سے ہے اقوام میں حیات
کیوں اس کے واروات بٹلتے ہیں پے پے
کیا بات ہے کہ صاحبِ دل کی نگاہ میں
چھتی نہیں ہے سلطنتِ روم و شام و رے
جس روزِ دل کی رمزِ بخشش سمجھ کر
سمجھو تمام مرحد ہائے ہنر ہیں طے

نسیم و نسیم

انجم کی فضا کا کس نے چھوئی سیری سائی
کرتی رہی مین پر ہن لالہ و گل چاک

مجبور ہوئی جباتی حوں میں ترکِ وطن پر
 بے ذوق ہیں بسبل کی نواہے طربِ ناک
 دونوں سے کیا ہے تجھے تقدیر نے محسوس
 خاکِ چمن چھٹی کہ سراسر پردہ افلاک !

شبِ نیم
 کھینچیں نہ اگر تجھ کو چمن کے خس و خاشاک
 گلشن بھی ہے اک سراسر پردہ افلاک

آہرامِ مصر

اس دشتِ جبرتاب کی خاشاکس فضا میں
 فطرت نے فقط ریت کے ٹیلے کی تعمیر
 آہرام کی عظمت سے منجھن سار ہیں انداک
 کس ہاتھ نے کھینچی ابدیت کی تصویر !

فطرت کی غلامی سے کراؤ اُدھڑے کو
صیاد ہوں مردانِ نینر مند کہ پنجیر!

مخلوقاتِ نینر

ہے یہ فردوس نظر اہلِ نینر کی تعمیر
فاش ہے چشمِ تاشا پہ نہاں حنا زوا
نہ خودی ہے نہ جہاں سحر و شام کے دور
زندگانی کی حرصِ زکاشس سے نجات
آو، وہ کافرِ بیچارہ کہ ہیں اس کے صدم
عصرِ رفتہ کے دہی ٹوٹے چوئے لات و منات
تو ہے نیت، یہ نینر تیرے جازے کا امام
نظر آئی جسے مرشد کے پستیاں میں حیات



اقبال

فردوس میں رومی سے یہ کہتا تھا ستانی
مشرق میں ابھی تک ہے وہی کائنات وہی آتش
حلاج کی نیکیاں یہ روایت ہے کہ آخر
اک مروت مند نے کیا رازِ خودی فاش!

فنون لطیفہ

اے اہلِ نظر ذوقِ نظر ڈالے لیکن
جوشے کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا
مقصودِ بندہ سوزِ حیاتِ ابدی ہے
یہ ایک نفس یا دو نفس مثلِ شر کیا
جس سے دلِ دریائے علم نہ بیچتا
اے قطعہ نیاں وہ صدف کیا وہ لہر کیا

شاعر کی نوا چو کہ سُختی کا نفس ہو
جس سے چمن افسردہ چو وہ باوجود کیا
بے مجنوں دنیا میں اُسی بستی نہیں تھیں
جو ضربِ کلیمی نہیں رکھتا وہ ہنر کیا!

صبحِ چمن

پُھول

نشاہ تو سمجھتی تھی وطنِ دُور ہے میرا
اے قاصدِ افلاک! انہیں دُور نہیں ہے

شبِ نیم

جو تار ہے مگر محنتِ پرواز سے روشن
یہ گیت کہ گردوں سے زمیں دُور نہیں ہے

ضج

مانندِ حسنِ حسنِ کستاں میں قدم رکھ
 آئے تیرا پا کو ہر شہینم تو نہ ٹوٹے
 چو کوہِ وِسیا باں سے ہم آغوش ہو سکیں
 ہاتھوں سے ترے ہنرِ انلاک نہ چھوٹے

خاقانی

وہ صاحبِ شجاعتِ العراقین
 ہے پروہ شکافِ اُس کا اوداک
 اربابِ نطنبر کا قزۃ العین
 پروہ سے ہیں تمام چاک و رچاک
 غاموش ہے عالمِ معانی
 کہتے نہیں حرفِ لہنِ تہائی
 پوچھ اس کے یہ خاکِ اُس ہے کیا چیز
 ہنگامہِ این اُس ہے کیا چیز
 وہ محرمِ عالمِ مکافات
 اک بات میں کہہ کیا ہے سوتا

تو دبو ہے چنیں جہاں تو اُن بُو

کابلیس بسا ندو بو البشر مُردا

رومی

خلطِ نگر ہے تری چشمِ نیم بزاب تک
ترا وجود ترے واسطے ہے راز اب تک
ترا نیاز نہیں آشنائے ناز اب تک
کہ ہے قیام سے خالی تری ناز اب تک
گنبدِ تاس ہے تیری خودی کا ساز اب تک
کہ تُو ہے نعمتِ رومی سے بے نیاز اب تک!

جدت

دیکھے تُو زمانے کو اگر اپنی نظر سے
ہنرِ لاکِ منورِ جہوں ترے نورِ حق سے
عمرِ شید کے کب ضیائی کے شر سے
طاہر تری تقدیرِ جہِ سیلے سے

دیا شہلاطم جوں تری سوچ گھر سے
شرمندہ جو فطرت ترے اعجازِ ہنر سے
انہی رکنے افکارِ تجویس کی گدائی
کیا تجھ کو نہیں اپنی خودی تک بھی رسائی؟

مرزا بیدل

ہے حقیقت یا مری چشم غلط ہیں کافراؤ
یہ زمین پوشتِ یہ کسرا، یہ چرخِ کبود
کوئی کتا ہے نہیں ہے کوئی کتا ہے کہ ہے
کیا خبر ہے یا نہیں ہے تیری دنیا کا وجود
مرزا بیدل نے کس خوبی سے کھولی یہ لکڑ
اہلِ حلت پر بہت مشکل چھی بس کی شود
دل اگر میداشت و مست بے نشان جو این چمن
رنگ کے بیرونِ شست از بسکونِ نیک بخت

جلال و جمال

مرے لیے ہے فقط زورِ حیدری کافی
 ترے نصیب منداطوں کی تیزی اور اک
 مری نظر میں یہی ہے جمالِ فریائی
 کہ سرِ سجدہ ہیں توستے کے لئے افلاک
 نہ چو جلال تو حسنِ جمال بے تاثیر
 نہ نفیس ہے اگر حسنِ نہ آتشِ ناک
 مجھے سزا کے لیے بھی نہیں قبولِ واک
 کہ جس کا شعلہ نہ چوند دہشِ بے باک

مُصَوِّر

کس پرچہ میں عام ہوئی مرکبِ مختل
 چندی بھی مندرجی کا مستند جسمی بھی

مجھ کو تو یہی عینم ہے کہ اس دور کے بہرہ
کھو بیٹھے ہیں مشرق کا سرور اٹلی ہی
معلوم ہیں اے مردہ سنہ تیرے کمالات
صنعت تجھے آتی ہے پرانی بھی نئی بھی
فطرت کو دکھایا بھی ہے دیکھا بھی ہے تونے
آج نہ فطرت میں دکھ اپنی خودی بھی!

سروِ جلال

کھل توجہ تاجے بے غشقی کے ہم و نیرے دل
نہ رہا زندہ و پائندہ تو کیا دل کی کشودا
ہے ابھی سینہ افلاک میں نہ پاس نہ نوا
جس کی گرمی سے پھل جاتے ستاروں کا وجود
جس کی تاثیر سے آدم جو غم و خوف کے پاک
اور پیدا ہو ایازمی سے مست ہم محمود

سروِ خمبم کا یہ حیاتِ کدہ باقی نہ رہے
 ٹوڑے اور ترا زمر سے لاسود
 جس کو شروع سمجھتے ہیں قیاسِ انجمنی
 منتظر ہے کنٹیبلر کا ابھی تک وہ سرو!

سروِ حرام

زمیر کے فکر میں ہے ضو فیوں کا سوزِ سرور
 زمیر اسکرے پیمانہِ ثوابِ عذاب
 خدا کرے کہ اُسے تعلقِ حق ہو مجھے
 فقیہ شہر کے محرمِ حدیث و کتاب
 اگر نوا میں ہے پوشیدہ موت کا پیغام
 حرام میری نگاہوں میں نئے چنگ و باب!



فتوارہ

یہ اسبجھ کی روانی، یکپساری خاک
مری نگاہ میں ناخوش ہے نطفہ بارہ
ادھر نہ دیکھ، ادھر دیکھ لے جانِ حسرت
بلند زور دروں سے پہلے ہے فتوارہ

شاعر

مشرق کے نیساں میں ہے محتاجِ نفس تے
شاعر اتنے سینے نہیں سہے کہ نہیں ہے
تا شیرِ اسلامی سے خودی جس کی تہی نرم
اچھی نہیں اس قوم کے حق میں عجیبی
شیشے کی خراچی ہو کہ مٹی کا شہو ہو
شہبیر کی مانند ہو سبزی میں تری

ایسی کوئی ذنیب نہیں افلاک کے نیچے
 جسے کہہ لیا کہ آجے جہاں تختِ جسم کج
 ہر مطلبِ نیا طور، نہی برقِ تحسلی
 اللہ کرے حردِ شوق نہ ہو طے

شعربِ محبم

ہے شعرِ محبم کہ چربِ ناکِ دل آہیز
 اس شمع کے جوتی نہیں شیرِ خودی تیز
 افسردہ اگر اس کی نوا سے چو گلستاں
 بہتر ہے کہ خاموش ہے مرغِ مخمیز
 وہ ضرب اگر کوہِ شکن بھی ہو تو کیا ہے
 جس نے ست زلزل نہ ہوئی دولتِ پرزیز
 آفتابِ یہ ہے حصارِ تراشی کا زمانہ
 از چہرِ پر باکیہ نہ مایند یہ سپر

ہنرورانِ ہند

عشقِ ہستی کا جنتِ زوے تختِ ان کا
ان کے اندیشہ تاریک میں قوموں کے مزار
موت کی نقشِ گم ہی ان کے صہمِ خانوں میں
زندگی سے ہنرِ ان برہمنوں کا بزار
چشمِ آدم سے چھپاتے ہیں مقامِ بلند
کہتے ہیں رُوح کو خوابِ بند، بدن کو بیدار
ہند کے شاعرِ صورتِ کبر و افسانہ نویس
آو، بیچاروں کے اعصاب پر چورتے ہوئے



مرد بزرگ

اُس کی نفرت بھی عشق، اُس کی محبت بھی عشق
 قمر بھی اُس کا ہے اللہ کے بندوں پر عشق
 پرورش پاتا ہے تعزید کی تار کی میں
 ہے مگر اُس کی طبیعت کا تقاضا عشق
 انجمن میں بھی میسر رہی غفلت اُس کو
 شمع محفل کی طرح سب کے جدا، سب کا عشق
 مثل خورشیدِ حسنہ کی تابانی میں
 بات میں سادہ و آراوہ، معانی میں دقیق
 اُس کا اندازِ نطق اپنے زمانے سے جدا
 اُس کے احوال سے محرم نہیں ہیں طریق



عالمِ نو

زندہ دل سے نہیں پوشیدہ ضمیرِ تقدیر
 خواب میں دیکھتا ہے عالمِ نو کی تصویر
 اور جب بامکِ ازاں کرتی ہے بیدار اُسے
 کرتا ہے خواب میں دیکھی ہوئی تعبیر
 بدن اس تازہ جہاں کا ہے اُسی کی کفِ خاک
 رُوح اس تازہ جہاں کی ہے اُسی کی تعبیر

ایجابِ معانی

ہر چہند کہ احبابِ معانی ہے چہند ادا
 کوشش سے کہاں ہر دہنِ مست ہے ادا
 خونِ رگِ مہم دار کی گرمی سے تعبیر
 میمنہ چہ سلفِ جہ کہ تہنِ سازِ بے سزا

بے منت پسیم کوئی جو ہر نہیں کشت
روشن شہر تیشہ سے ہے خاتمہ ترا

موسیقی

وہ بندہ سودی غنچ خندل ہر کی ویل
کہ جس کو سن کے تراپہ نہ تانک نہیں
ٹوٹا کر تاپے سوچ نفس سے زہر آلود
وہ نئے نواز کہ جس کا ضمیر پاک نہیں
پھر میں مشرق و مغرب کے لالہ زاروں میں
کسی چمن میں کریں بدن لالہ چال نہیں

ذوق نظر

خودی بند تھی اس غنچ گرفت چینی کی
کہا خریبے جلا دے دم تم سزیر

شہرِ شہر کہ بہت دل کشا ہے یہ منظر
ذرا میں دیکھ تو لوں تابِ ناکِ شمشیر!

شعر

میں شعر کے اسرار سے محرم نہیں لیکن
پہنکتا ہے تاریخِ اُمم جس کی ہے تفصیل
وہ شعر کہ پیغامِ حیاتِ ابدی ہے
یا غنیمۃ جبریل ہے یا بابائے سرفراز!

قصہ موسیقی

شعر سے روشن ہے جانِ جبریلِ اہرن
قصہ موسیقی سے ہے سوز و سرورِ انجمن
غاش یوں کرتا ہے اک چینی حکیم اسرارِ فن
شعر کو یا روحِ موسیقی ہے رقص اس کا بدن!

ضبط

طریقِ اہلِ ذہب ہے کھل سکونہ زمانے کا
نہیں ہے زخم کھا کر آہ کرنا شانِ درویش
یہ نیکتہ پروا مانے مجھے خلوت میں سمجھایا
کہ خچے سب بھٹاں شیریں بھٹاں و باہری ہمیش!

قص

چھوڑ پورے لیے قصِ بن کے سنم ہیچ
روح کے قص میں ہے ضربِ کلیم اللہ!
جلد انسِ قص کا ہے شکنجہ کام و وہن
جلد اس قص کا درویش و شاہنشاہی!



(تذکره دانشمندی)

اشکاف

خوار و خرم

مجلس عزت و کرامت

در روزی از روزهای

مجلس عزت و کرامت

در روزی از روزهای

مجلس عزت و کرامت

در روزی از روزهای

مجلس عزت و کرامت

در روزی از روزهای

مجلس عزت و کرامت

در روزی از روزهای

مجلس عزت و کرامت

در روزی از روزهای

مجلس عزت و کرامت

در روزی از روزهای

مجلس عزت و کرامت

در روزی از روزهای

مجلس عزت و کرامت

در روزی از روزهای

مجلس عزت و کرامت

در روزی از روزهای

مجلس عزت و کرامت

در روزی از روزهای

مجلس عزت و کرامت

در روزی از روزهای

مجلس عزت و کرامت

در روزی از روزهای

مجلس عزت و کرامت

در روزی از روزهای

مجلس عزت و کرامت

در روزی از روزهای

مجلس عزت و کرامت

در روزی از روزهای

مجلس عزت و کرامت

در روزی از روزهای

مجلس عزت و کرامت

در روزی از روزهای

مجلس عزت و کرامت

در روزی از روزهای

مجلس عزت و کرامت

سیاست مشرق و مغرب

اشتراکیت

قوموں کی روش سے مجھے ہوتا ہے یہ معلوم
بے سؤ نہیں زوس کی یہ گرمی فسترد
اندیشہ خواشانی افکار پر مجبور
فرسودہ طریقوں سے زمانہ نہوائے سزا
انساں کی ہوس نے جنہیں رکھتا تھا چپا کر
کھلتے نظر آتے ہیں بتدیج وہ اسرا
فشارن میں ہو غوطہ زن لے مر و سماں
اللہ کرے تجھ کو عطا جدت کدرا
جو حرف قل العنوا میں پوشیدہ ہے اب تک
اس فور میں شاید وہ حقیقت ہو نمودا



کارل مارکس کی آواز

یہ علم چمکتا کی نمرہ بازی، یہ بحث و گفتار کی نمائش
نہیں ہے، نہ یہ کتاب کو اب کو اور اپنے افکار کی نمائش
تری کتابوں میں اے حکیم معاش رکھا ہی کیا ہے آخر
خطوط حسنہ ار کی نمائش، سرزینج دار کی نمائش
جہاں مغرب کے بت کموں میں کلیسیاؤں میں مدرسوں میں
جو کس کی خون ریزیاں چھپاتی ہے عتید کی نمائش

القلاب

نہ ایشیا میں نہ یورپ میں نہ وسار حیات
خود کی موت ہے یہ اور وہ ضمیر کی موت
دلوں میں دلولہ انتلاب ہے پیدا
قریب الہی شاید جان چیر کی موت!

خوشامد

نہیں کا جہاں سے نہیں آگاہ ہو سکیں
اربابِ نظر سے نہیں پوشیدہ کوئی ہزار
کر تو بھی حکومت کے وزیروں کی خوشامد
دستورِ نیا، اور نئے دور کا آغاز
معلوم نہیں ہے یہ خوشامد کہ حقیقت
کہ دے کوئی آلو کو اگر رات کا شہباز

مناصب

چوہا ہے بندہٴ مومن فبونی افرنگ
اسی سبب سے قلند کی آنکھ ہے نمناک
ترے بلندِ مناصب کی خیر خواہی یارب !!
کہ ان کے واسطے تو نے کیا خودی کو ہلاک

مگر یہ بات چھپائے چھپ نہیں سکتی
سمجھ گئی ہے اسے طبعیتِ چالاک
شرکیانِ کلمِ خلاصوں کو کر نہیں سکتے
خریدتے ہیں نقطہ اُن کا جو ہر ادراک!

یورپ اور یہود

عیش فرادہ اُن کی حکومت، یہ تہمت
دل سینہ بے نور میں محسوس تسلی
تاریک ہے افزائشِ نینوں کے دُھویں سے
یہ وادیِ امین نہیں شایانِ تحبلی
ہے نزع کی حالت میں یہ تہذیبِ عالمِ ک
شاید ہوں کلیسا کے یہودی مُثولی!



نفسیاتِ غلامی

شاعر بھی ہیں پیدا، غلبہ بھی، خکس بھی
حالی نہیں قوموں کی غلامی کا زمانہ
مقصود ہے ان اللہ کے بندوں کا کمر ایک
ہر ایک ہے گو شرح معانی میں بیکانہ
بہتر ہے کہ شیروں کو سکھادیں رجم آہو
باقی نہ رہے شیر کی شیر کی کا فسانہ،
کرتے ہیں غلاموں کو غلامی پہ ضامنہ
تاویل مسائل کو بناتے ہیں مہمانہ



بلشویک روس

روش قضائے الہی کی ہے عجیب و غریب
خبر نہیں کہ خسیر جہاں میں ہے کیا بات
چوتے ہیں کسر چلیپا کے واسطے مامور
وہی کہ حفظ چلیپا کو جانتے تھے نجات
یہ وحشی و ہریتِ روس پر ہوتی نازل
کہ توڑ ڈال کیسیاتوں کے لاتِ نونات

آج اور کل

وہ کل کے غم ویش کے کچھ حق نہیں رکھتا
جو آج خود افسرِ ز جبکہ سوز نہیں ہے
وہ قوم نہیں لاتی ہنگامِ منہ
جس قوم کی تعمیر میں امروز نہیں ہے

مشرق

ہری نواسے کریبان لالہ چاک چوا
نسیم صبح چمن کی تلاش میں ہے ابھی
نہ مصطفیٰ نہ رضا شاہ میں نمود اس کی
کہ زوہج شرق بدن کی تلاش میں ہے ابھی
مری خودی بھی سزا کی ہے مستحق لیکن
زمانہ وار و رسن کی تلاش میں ہے ابھی

سیاستِ افرنک

تری حرفیہ ہے یا رب سیاستِ افرنک
مگر ہیں اس کے پنجاری فقط امیر و رئیس
بنایا ایک ہی پلیسنگ سے ٹوٹنے
بتائے خاک کے اُس نے دو صد ہزار اہل میں!

خوابِ گسلی

دورِ حاضر ہے حقیقت میں وہی حسیہ قدیم
 ایلِ سحر و وہیں یا ایلِ سیاست ہیں اہلِ نام
 اس میں پوری کی کرامت ہے نہیری کا ہے نور
 سیکڑوں صدیوں سے خورِ حینِ سلامی کے عوام
 خوابِ گسلی میں کوئی شکل نہیں رہتی باقی
 ٹنختے ہو جاتے ہیں جب خورِ حینِ سلامی میں غلام!

خلاصوں کے لیے

جگت شرق و مغرب نے سکھایا ہے مجھے
 ایک نکتہ کہ غلاموں کے لیے ہے کسیر
 دین جو ہندو ہے مشرق جو سلطان ہے
 ہوتے ہیں ٹنختے عتاد کی بنا پر کسیر

حرف اس قوم کا بے سوز غسل ناز و نبوں
ہو گیا نچستہ عقائد سے تھی جس کا ضمیر!

اہل مصر سے

خود ابوالہول نے نیکیت سکھایا مجھ کو
وہ ابوالہول کہ ہے صاحب اسرار قدیم
بقسمت جس سے بل جاتی ہے تمت ابرہم
ہے وہ قوت کہ حرف اس کی نہیں تسلیم
ہر زمانے میں لڑکوں ہے طبیعت اس کی
کبھی شمشیر محمد ہے کبھی چوب کلیم!



ابی سینیا

(۱۸ اگست ۱۹۲۵ء)

یورپ کے لگسوں کو نہیں ہے ابھی خبر
 ہے کتنی زہر ناک ابی سینیا کی لاش
 چرنے کو ہے یہ مردہ دیرینہ قاش قاش!
 تہذیب کا کمال شرافت کا نئے وال
 غارت گری جہاں میں ہے اقوام کی معاش
 ہر لڑک کو ہے بڑے معصوم کی تماش!
 اے والے آبرو سے کلیسا کا آئینہ
 رومانے کرو یا سہ بازار پاش پاش
 پیہر کلیسا! یہ حقیقت ہے دھڑکاش!



اہلبیس کا فرمان اپنے سیاسی فرزندوں کے نام

لا کر بڑے سنوں کو سیاست کے بیچ میں
 ژتاریوں کو دیر کھن سے نکال دو
 وہ فاقہ کشی کو موت کے ڈرتا نہیں فرما
 روح محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو
 فکرِ عرب کو دے کے فرنگی تختِ لات
 اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو
 افغانیوں کی غیرتِ دین کا ہے یہ علاج
 علا کو ان کے کوہ و دمن سے نکال دو
 اہل حرم سے ان کی روایاں چھین لو
 آنچو کو مرندارِ ختن سے نکال دو

✽ بھوپال (شیش محل) میں لکھے گئے

اقبال کے نفس سے ہے لگے کی آگ تیز
ایسے غزل سرا کو چمن سے نکال دو!

جمعیتِ اقوامِ مشرق

پانی بھی سُختہ ہے ہوا بھی ہے سُختہ
کیا جو جو نگاہِ فلکِ پیر بدل جائے
دیکھا ہے ملکیتِ افرنک نے جو خواب
ممکن ہے کہ اُس خواب کی تعبیر بدل جائے
ملہ کر ان چوکِ عالمِ مشرق کا جُنیوا
شاید کُثرۂ ارجن کی تفتیر بدل جائے



✽ مسجدِ پال (شیش محل) میں لکھے گئے

سُلطانی جاوید

غواص تو فطرت نے بنایا ہے مجھے بھی
لیکن مجھے احماقِ سیاست سے ہے پرہیز
فطرت کو گوارا نہیں سُلطانی جاوید
ہر چند کہ یہ شبِ بد بازی ہے دل آویز
فریاد کی خدارا شکنی زندہ ہے اب تک
باقی نہیں دنیا میں ملکیتِ پرزیز

جُملہ ہویت

اس راز کو اک مزدِ غریبی نے کیا فاش
ہر چند کہ دانا اسے کھولا نہیں کرتے

جسورت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں، تو لائیں کرتے!

یورپ اور یوریا

فرنگیوں کو عطا خاکِ یوریا نے کیس
نبیِ حقت و عثمِ خاری و کمِ ازاری
صلہ فرنگ سے آیا ہے یوریا کے لیے
مے و قمار و ہجومِ زنانِ بازاری

مسولینی *

(اپنے مشرقی اور مغربی حریفوں سے)

کیا زمانے سے نرالا ہے مسئولینی کا جرم!
بے محسوس پڑا ہے حصو مانِ یورپ کا مزاج

میں سمیٹتا ہوں تو چھلنی کو بڑا لگتا ہے کیوں
ہیں سبھی تہذیب کے اوزار! تو چھلنی میں چھلج
میرے سودائے ملکیت کو ٹھکراتے ہو تم
تم نے کیا توڑے نہیں کمزور قوموں کے بوج
یہ عجائب شعبہ کے کس کی ملکیت کے ہیں
راجدھانی ہے، مگر باقی نہ راجہ ہے نہ راج
ال سیر بر چوٹے کی آبِ دی میں ہے
اور تم ذہیب کے بنجر بھی نہ چھوڑو بے خراج!
تم نے نوٹے بے نوا صحرائینوں کے خیم
تم نے نوٹی کشتِ وہاں تم نے نوٹے تختِ تاج
پردہ تہذیب میں خدایت لکھی آدم کشی
کل زوار کھی تم نے، میں زوار کھتا ہوں آج!



گل

مردم کے چند کی اقتدیر کہ اب تک
 بیچارہ کسی تاج کا تاج نہ لگیں ہے
 دھتیاں ہے کس قبہ کا اگلا چوٹا مرد
 بوسیدہ کفن جس کا ابھی زیریں ہے
 جاں بھی لڑو غیور بدن بھی لڑو غیور
 افسوس کہ باقی زمکاں ہے زمیں ہے
 یورپ کی عندامی پر رضا مند ہوا
 مجھ کو تو جھوٹے یورپ کے نہیں ہے!

استاد

کہاں فرشتہ تہذیب کی ضرورت ہے
 نہیں زمانہ حاضر کو اس میں دشواری

جہاں ستار نہیں زرق و برق لہاں نہیں
جہاں سلام بتاتے ہیں منہل سے خواہی
بدن میں گر چہ ہے اک نوح نامکب و سقی
ظہریت نہ آب و جد سے نہیں ہے سیرا
بخور و زریک و پرم ہے بخت پر بدی
نہیں ہے فیض کاتب کا چشمہ جاری
نظن فرماں منگنی کا ہے ہی منہا
وہ سر نہیں نہ تیکے ہے ابھی جاری

لا دین ستیا

جو بات حق ہو وہ مجھ سے چھپی نہیں رہتی
خدا نے مجھ کو دیا ہے دل خیر و بصیر
مری نگاہ میں ہے یہ سیاست لا دین
کس نیزا ہر من و ذوں نہاد و مژدہ سیر

ہوتی ہے ترکِ کلیسا جسے کلمی ادا
فرنگیوں کی سیاست ہے دیوبند زخمیر
مستغنیہ پر پہنچتی ہے جب نظر اس کی
تو ہیں ہر اول شکرِ کلیسا کے سفیر!

دامِ تہذیب

اقبال کو شک اس کی شرافت میں نہیں ہے
ہر وقت مظلوم کا یورپ ہے چن بیدار
یہ سپر کلیسا کی کراہت ہے کہ اس نے
بجلی کے چرانگوں سے ستور کیے افکار
جلتا ہے کمرِ شامِ غلط میں چمرا دل
تبدیل سے کھلتا نہیں غیبتِ دشا
شرکانِ جفا پیشہ کے پنجے سے نکل کر
یہ چارے ہیں تہذیب کے چاند سے میں فنا

نصیحت

اک نر و منہ نگلی نے کہا اپنے پسر سے
منظر وہ طلب کر کہ تری آنکھ نہ چسیر
بیچارے کے حق میں ہے یہی سب بھلائی
بڑے پر اگر فاش کریں قاعدہ شیر
سینے میں ہے رازِ نلو کا نہ تو بہت
کرتے نہیں محکم کو تیغوں کے کبھی نہ
تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو
جو جائے ملائم تو جدھر چاہے اے پسر
تاشیر میں اکسیر سے بڑھ کر ہے تیرے تیزاب
سونے کا ہمارا جو تو مٹی کا ہے اک ہمسیر!



ایک بھری قزاق اور سکند سکند

جہد تیرا تری بزم شیریں شیر ہے میری
کہ شیریں رہزنی سے تنگ ہے دریا کی پستانیٰ!

قزاق

سکندر! حیف تو اس کج جاں مڑی سمجھتا ہے
کو لدا اس طرح کرتے ہیں چشم ہوں کی روانی؟
تراپیشے ہستیاں، سراپیشے ہستیاں
کہ ہم تہ قزاق ہیں ”نون تو سیلانی“ میں دیانی!



جمعیتِ اقوام

بیچارہ کی کٹی روز سے دم توڑ رہی ہے
ڈر ہے خیر بد نہ مرے منہ سے نکل جائے
تقدیر تو مہم نظر آتی ہے لیکن
پیران کلیسا کی تعمیر یہ ہے کہ تل جائے
ممکن ہے کہ یہ دہشتہ پیر کا فرنگ
ایلیس کے تعویذ سے کچھ روز سنبھل جائے!

شامِ فلسطین

رندانِ فلسطین کا یہ حال ہے
پڑے مے گلزار کے ہر شے حائل کا
ہے خاکِ فلسطین یہ یہودی کا رحق
ہے پانیہ رحق نہیں کیوں اہل عرب کا

مقصد ہے ملکیت انگلیس کا کچھ اور
قصہ نہیں نارنج کا یا شہد و مطلب کا

سیاسی پیشوا

نہید کیا ہے سیاست کے پیشواؤں سے
یہ خاک باز ہیں رکتے ہیں خاک کے پیوند
ہمیشہ سور و گس زنگاہ ہے ان کی
جاں میں ہے صفت عنکبوت ان کی کند
خوشا وہ قافلہ جس کے امیر کی ہستیا
تختِ ملکوئی و جذبہ ہائے بلند!

نفسیاتِ خلائی

سخت باریک ہیں امراضِ اُغم کے اسباب
کھول کر کہیے تو کرتا ہے بیا کھ تاہی

وہیں شیریں میں غلاموں کے امام اور شیوخ
دیکھتے ہیں منقطعاً کس قدر زوہد و باپس
جو اگر خوش منہ چون کی درپردہ مرید
قوم کے حق میں ہے لعنت وہ کھیم اللہ!

غلاموں کی نماز

(شرکی وفدِ پال احمد لائو میں)

کہا مجھ پر شرکی نے مجھ سے بعد نماز
طویل سجدہ ہیں کیوں اس قدر تمھارے امام
وہ سادہ مردِ محراب، وہ سونے آزاد
خبر نہ تھی اُسے کیا چیز ہے نمازِ غلام
ہزار کام ہیں مردانِ حشر کو دنیا میں
انہی کے ذوقِ عمل سے ہیں اُستوں کے نظام

بدنِ عظام کا سوزِ عمل سے ہے محروم
 کہ ہے فروغِ غلاموں کے روزِ شب پہ حرام
 طویلِ سجدہ اگر ہیں تو کیا تعجب ہے
 ورائے سجدہ خرمیوں کو اور کیا ہے کام
 خدا نصیب کرے پسند کے اماموں کو
 وہ سجدہ جس میں ہے وقت کی زندگی کا پیام

فلسطینی عربی

زمانہ اب بھی نہیں جس کے سوز سے فارغ
 میں جانتا چوں وہ آتش تے وجود میں ہے
 تری دوا نہ جنیوا میں ہے نہ لندن میں
 فرنگ کی رگ جاںِ خپ نہ یہودی میں ہے
 سنا ہے میں نے غلامی سے امتوں کی نجات
 خودی کی پرورش ولادت نمود میں ہے

مشرق و مغرب

یہاں مرض کا سبب ہے غلامی و تسلید
وہاں مرض کا سبب ہے نظامِ جمہوری
نہ شرق اس کی بری ہے نہ مغرب اس کی بری
جہاں میں عالم ہے قلب و فطن کی رنجوری

نفیاتِ حلی

(اصلاحات)

پیر ہے بے مہر و صیاد کا پڑہ
اتنی نہ مرے کام مری تازہ صفیری
رکھنے کا نہ جھجائے پوئے پھولِ قفس میں
شاید کہ اسیروں کو گوارا ہو اسیری!



محراب گل افغان انکسار

محرابِ گل افغان کے فکا



میر کے کُستاس! تجھے چھوٹے جاؤں کہاں
تیری چٹانوں میں ہے میرے آبِ وجد کی خاک
روزِ ازل سے ہے تو منزلِ شہینِ مرغ
لالہ و گل سے تھی نسبتِ بے پناہ
تیرے حسنِ مہیج میں میری ہشتِ بے
خاکِ تیری عنبریں آبِ ترا تا بے ناک

باز نہ ہو گا کسی بندہ کبک جسم
 حفظ بدن کے لیے روح کو کروں ہلاک !
 اے مرے فقر غیور ! فیصلہ تیرا ہے کیا
 خلعتِ انگریز یا سپرین چاک چاک !



حقیقتِ ازل ہے رقابتِ اقوام
 نگاہِ پیرِ فلک میں نہ میں عزیز نہ تو
 خودی میں ڈوب زمانے سے ناامید نہ ہو
 کہ اس کا زخم ہے درپردہ اہم ! فوج
 رہے کاٹو ہی جہاں میں یگانہ و یکتا
 اثر کیسا جو ترے دل میں لا شریک !





تری دھڑے قضا تو بدل نہیں سکتی
مگر ہے اس سے یہ ممکن کہ ٹو بدل جائے
تری خودی میں اگر اختلاب چھو پیدا
عجب نہیں ہے کہ یہ چار ٹو بدل جائے
وہی شراب، وہی ہارے و جو رہے باقی
طریق ساقی و رسم کدو بدل جائے
تری دھڑا ہے کہ تھویری آرزو پوری
مری دھڑا ہے تری آرزو بدل جائے!



کیا چرخ کج رو، کیا مہر، کیا ماہ
سب راہرو ہیں واما نڈۂ راہ

کوڑکا سکندر بحبلی کی مانند
 تہجہ کو خنجر ہے اے مرگِ ناکاہ
 نادر نے ٹوٹی دلی کی دولت
 اک ضربِ شمشیر، افسانہ کو تہ
 افغانِ باقی، کُتسارِ باقی
 اُنکُم رُشد! اُنلکُم رُشد!
 حاجت سے مجبور مروانِ آزاد
 کرتی ہے حاجت شیروں کو روبا
 محرمِ خودی سے جس دم ہوا فقر
 تو بھی شہنشاہ، میں بھی شہنشاہ
 قوموں کی تعذیر وہ مردِ درویش
 جس نے نہ ڈھونڈی سلطان کی درگاہ





یہ ندرت یہ کمیل یہ غوغائے روارو
 اعلیٰ شرفِ فراواں میں ہے ہر لحظہ غمِ نو
 وہ علم نہیں زہر ہے آسِ دل کے حق میں
 جس علم کا حاصل ہے جہاں میں دو کعبہ جو
 نواں! ادب و سلفہ کچھ چیز نہیں ہے
 آسائے ہنر کے لیے لازم ہے تک و دو
 فطرت کے تو ایسے غائبے ہنرمند
 شام اس کی ہے مانندِ سحرِ صاحبِ پرتو
 وہ صاحبِ فن چاہے تو فن کی برائے
 شپے بدنِ مسکینہ کی طسِ ضلوع!





جو عالم ایجاد میں ہے صاحب ایجاد
ہر دور میں کرتا ہے طوافت اس کا زمانہ

تقتید سے ناکارہ نہ کر اپنی خودی کو
کہ اس کی خفاقت کہ یہ کہ ہر ہے یگانہ

اُس قوم کو تجدد کا پیمانہ مبارک
ہے جس کے تصور میں فقط بزم شبانہ

لیکن مجھے ڈر ہے کہ یہ آوازہ تجدد
شرقی میں ہے تفتیدِ قرنی کا بہت





رومی بد لے، شامی بد لے، بدلا چندستان
تو بھی لے، فرزندِ کہستاں! اپنی خودی پہچان

اپنی خودی پہچان

او غافلِ فہستان!

موسمِ احتیاء، پانی و ہنس، سستی بھی زرخیز
جس نے اپنا کلیتہا دیکھا، وہ کیسا دہقان

اپنی خودی پہچان

او غافلِ فہستان!

اُونچی جس کی لہر نہیں ہے، وہ کیسا دریائے
جس کی ہوا تیں شند نہیں ہیں، وہ کیسا طوفان

اپنی خودی پہچان

او غافلِ فہستان!

دُھوٹے کے اپنی خاک میں جس نے پایا اپنا پ
اُس بندے کی دھرتی پر سلطانِ قربان

اپنی خودی پہچان

او غافل فہمان!

تیری بے علمی نے رکھ لی بے علموں کی لاج
عالمِ فاضل بیچ رہے ہیں اپنا دین ایمان

اپنی خودی پہچان

او غافل فہمان!



زلفِ کُستا ہے نہایت بد نما ہیں تیرے پر
شیرِ کُکبستی ہے تجھ کو کو چشمِ بے ہنر
لیکن اے شہباز! یہ مرغِ خانِ صحرَا کے اخص
ہیں فصحاءِ نیلگوں کے بیچِ دُھم سے خبر

ان کو کیا معلوم اُس طے ترکے احوال مقام
روح ہے جس کی دم پڑا دستار پلندہ



عشق طینت میں فرومایہ نہیں مثل چس
پیشبازے ممکن نہیں پروا و گس
یوں بھی دست و گھٹاں کو بدل سکتے ہیں
کوششیں چمن دل پر کراں مثل قش
سحر آمادہ نہیں منتظر بامیل
ہے کہاں قاصد سوج کو پروا ہے بھوس
گرچہ بخت کا جواں زندہ بخت کر آتا ہے
مردہ ہے ماما کے لایا ہے فرنگی سے نش
پرویش دل کی اگر نہ بخت ہے تہہ کو
مردہ سون کی نگاہ بخت انداز ہے بس



وہی جواں ہے قبیلے کی آنکھ کا تارا
 شبِ حبیب کا ہے بے دلِ غمِ خرابے کا ری
 اگر چہ جنگ تو شیرانِ غائب کے بڑھ کر
 اگر چہ صلح تو عینِ عزتِ تارا ری
 عجب نہیں ہے اگر اس کا سوز ہے ہمدرد
 گزشتہاں کے لیے بس ایک چٹکائی
 خدا نے اس کو دیا ہے شک کو بے سلائی
 کہ اس کے فقر میں ہے حیدری و کزازی
 نگاہِ کم سے نہ دیکھ اس کی بے گلاہی کو
 یہ بے گلاہ ہے سرمایہ نگہ داری





جس کے پرتے مغز تہی سی شہوش
پھر عجب ہو سکتا ہے ہوش چہ پہنچ خاموش
مرد بے حسد کرتا ہے زمانے کا کھل
بندہ جگر کے لیے شترِ تقدیر ہے ہوش
نہیں ہنگامہ پیکار کے لائق وہ جاں
جو چھانا مالِ نمرِ حنّانِ سحرِ کدِ ہوش
مجھ کو ڈر ہے کہ طمعِ لازِ طبیعت تیری
اور عیتِ ارہیں ہو پے شکرِ بارِ ہوش !



لا دینی و لاسینی بس بیچ میں اُسیاٹو
واژو شے سیخوں کا لا غائب اُلٹو

صنیا و معانی کو پورے پکے نہیں
 بخشش ہے فضا لیکن بے نام تمام
 بے اشک سحر کا ہی تقویم خودی شکل
 یہ لاکھ پیکانی خوشتر ہے کم از کم
 صنیا ہے کافر کا پنجہ ہے من کا
 یہ دیر نہیں یعنی تجنائے رنگ و بو
 اے شیخ، امیروں کو سب سے نکلوادے
 ہے ان کی سازوں سے مہراب بخش ازو



مجھ کو تو یہ ہنس نظر آتی ہے دگرگوں
 معلوم نہیں دیکھتی ہے تیری نظر کیا
 ہر سینے میں اک ضمیمہ قیامت ہے نمودار
 انکار جانوں کے ہوئے زیر و زبر کیا

کر سکتی ہے بے ہرگز چینی کی تلافی
اے چہرِ حرمِ تیری مناجاتِ تحریر
ممکن نہیں تخلیقِ خودی جن انعموں کے
اس شعلہِ نرمِ خورہ سے ٹوٹے کاشِ برکیا



بے خجاستِ ندانہ ہر شق ہے بڑا ہی
بازو ہے قوی جس کا وہ شقِ زیلہی
جو سختی منہ زل کو سامانِ حشر ہے
اے وائے تنِ آسانی! ناپید ہے وہ راہی
وشتِ بزمِ اس کے اے غرورِ مہیانی
کسار کی حسدِ تہ ہے تسلیمِ خودِ گاہی
وہی ہے روا یا آتی جھپٹی ہے مناجاتی
وہ بازوِ عالم راہِ این است شناسی



اوس کا خمیسا اس کی حقیقت پہ ہے شاہ
مشکل نہیں اے سالکِ واعظِ مستیری
خدا کو اس رہتا ہے شیر کے لائق
پیدا جو اگر اس کی طبیعت میں حریری
خود دار نہ ہو فہم تو ہے تیسرا الہی
جو صاحبِ غیرت تو ہے تیسرا امیری
افرنک ز خود بے خبرت کر دکر نہ
اے بندہ مومن! تو بشیری تو نذیری!



قوموں کے لیے ہوتے ہیں مرکز سے نبائی
جو صاحبِ مرکز تو خودی کیا ہے خدائی!

جفت نہوا تلمنی دوراں کا بکھڑا
اس فست میں باقی ہے ابھی بونے کدائی
اس دور میں بھی مرد خدا کو ہے مہتر
جو مجبوزہ پر بت کو بنا سکتا ہے رانی
دوسرے کے لیے سوز توڑ دوتے نتواں یافت
ایسے بندہ مومن تو کجائی تو کجائی
خوشیاد سدا پر چہ شوق سے نکل کر
پہنا مرے کسار کو طبع حسنائی



آگ اس کی پھونک دیتی ہے برناو پیر کو
لاکھوں میں ایک بھی چو الرضا جلیقین
چوتنا ہے کوہ و دشت میں پیدا کبھی بھی
وہ مرد جس کا فست خرف کو کرے کجیں

ثوابی سر نوشت اب اپنے قلم سے لکھ
خالی رکھی ہے چنانچہ حق نے ترحم میں
نیکلوں فضل جسے کہتے ہیں آسمان
جنت ہو پرکشا تو حقیقت میں کچھ نہیں
بالائے سر رہا تو ہے نام اس کا آسمان
زیر پر ایک تو یہی آسمان، زمین!



نیکتہ خوب کہا شیر شاہ شہسوار نے
کہ امتیازِ قبائل تمام تر خواری
عزیز ہے نہیں نام وزیری محمود
ابھی خلعتِ افغانیت سے ہیں عاری
ہزار پارہ ہے کھسار کی سلمانی
کہ ہر قبیلہ ہے اپنے بتوں کا رتاری

وہی جسم ہے وہی عہدِ مبارکات و مناسبات
حادثِ انصیب کرے تجھ کو نصرتِ کاہلی !



ننگا، وہ نہیں جہنمِ بدخ و زورِ پھیلنے
ننگا، وہ ہے کہ محنتِ بیخِ شکار نہیں
فرنگ سے بہت آگے ہے منزلِ مومن
قدمِ اشباحِ میستِ امِ انتہائے راہ نہیں
لکھے ہیں سب کے لیے غریبوں کے میخانے
علومِ تازہ کی کستیاں کشتا نہیں
اسی سزور میں پوشیدہ موت بھی ہے تری
ترے بدن میں اگر سوزِ لا الہ نہیں
شنیں گے سیری صدا خانہ زادگانِ کبیر؟
گلیمِ پوش ہوں میں صاحبِ کلاہ نہیں !



فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی
 یابندہ صحرائی یا مردِ ہستانی
 ذنب میں محارب ہے تہذیبِ فہوں کر کا
 ہے اس کی فہتیری میں سطرِ سلطان
 خیرِ لطافت کیوں وہ قوتِ شوکت کیوں
 بلبلِ چمنستانی شہبازِ بیابانی
 اے شیخِ اہبت اچھی کتب کی فضا، لیکن
 بنتی ہے بیاباں میں منارِ رقی سلمانی
 صدیوں میں کہیں پیدا ہوتا ہے حریفِ اس کا
 تلوار ہے تہی زہی میں صہبائے سلمانی



ایمانِ حجاز

اُردو

اقبال

م ۱ = حضور حق
م ۲ = حضور برات
م ۳ = حضور است

سرود م ۲
ساز او را به آواز دوزیر از آواز فرزانگان
نفسی هم کرده ای آید قید و باز خیر امان
(فرستاده ای)

سرود م ۱
مجله ایست
نورین و صافی جانان
دلای و قیام و کیمیا
بیت و نشانی غم میانه بیدار

سرود م ۳
محو از رخ کلام عارفانه
رخ دل در مرتبه عارفانه
سرخ دل و گویان اندر باغ
بیش از نیم چو چشم دار دانه

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست

۷۰/۹	۱	اہلبیس کی مجلس شوریٰ
۷۱۳/۴۱	۲	بڑے بلوچ کی نصیحت بیٹے کو
۷۱۵/۲۳	۳	تصویر و مصوٰۃ
۷۱۷/۲۵	۴	عالم برزخ
۷۲۱/۲۹	۵	معزول شہنشاہ
۷۲۲/۳۰	۶	دوزخی کی مناجات
۷۲۳/۴۱	۷	سعود مرجم
۷۲۶/۲۳	۸	آوازِ غیب

رباعیات

- ۱ بری شاخ اکل کا ہے شرکیا ۷۲۹/۴۷
- ۲ فراغت دے اے کارِ جہاں ۷۳۰/۴۸
- ۳ دگرگوں عالمِ شامِ جگر ۷۳۰/۴۸
- ۴ عنبرِ بی میں جہوں محسوسِ اسی ۷۳۱/۴۹
- ۵ حسد کی تنگ دامانی سے منریا ۷۳۱/۴۹
- ۶ کہا اقبال نے شیخِ حرم سے ۷۳۲/۵۰
- ۷ کہنِ ہنکار ہائے آرزو سہو ۷۳۲/۵۰
- ۸ حدیثِ بندہ سہنِ دل آویز ۷۳۳/۵۱
- ۹ تیسرے خار و گل سے آشکارا ۷۳۳/۵۱
- ۱۰ نہ کر ذکرِ منہراق و آشنائی ۷۳۴/۵۲
- ۱۱ ترے دریا میں طوفاں کیوں نہیں ہے ۷۳۴/۵۲
- ۱۲ حسد دیکھے اگر دل کی نگہ سے ۷۳۵/۵۳
- ۱۳ کبھی دریا سے مشبہل موج ابھر کر ۷۳۵/۵۳

نظاراۓ ضمیمہ لولابی کشمیری کا بیاض

- ۱۔ پانی ترے چشموں کا ترپتا خراسیاب $\frac{۷۴}{۲۵}$
- ۲۔ موت ہے اک سخت تر جس کا غلامی ہے نام $\frac{۷۲۸}{۲۶}$
- ۳۔ آج کشمیر ہے محکوم مجبور فوجتیر $\frac{۷۳۹}{۲۷}$
- ۴۔ کرم چو جاتا ہے جب محکوم قوسوں کا لہو $\frac{۷۳۹}{۲۷}$
- ۵۔ دُعا کی پرواز میں ہے شوکت شاہیں $\frac{۷۴۰}{۲۸}$
- ۶۔ رندوں کو بھی مسلم ہیں صوفی کے کلمات $\frac{۷۴۱}{۲۹}$
- ۷۔ نکل کر حنا تھا جوں سے ادا کر دہم شہیری $\frac{۷۴۱}{۲۹}$
- ۸۔ سبب انہو کی بوند اگر تو اسے تو خبر $\frac{۷۴۲}{۳۰}$
- ۹۔ کتب جیبِ حسن میں کتبِ خاندانِ گل $\frac{۷۴۳}{۳۱}$
- ۱۰۔ ازاد کی رک سخت ہے مانند رکِ سنگ $\frac{۷۴۴}{۳۲}$
- ۱۱۔ تمام صاف و حامی خودی سے بیکار $\frac{۷۴۵}{۳۳}$
- ۱۲۔ دگرگوں جہاں ان کے زورِ عمل سے $\frac{۷۴۶}{۳۴}$

- ۱۳ نشان یہی ہے زمانے میں زندہ قوموں کا ۷۴۷/۵۵
- ۱۴ چہ کافرانہ قہر حیات می بازی ۷۴۸/۵۶
- ۱۵ ضعیف ہے تاجراں غیر شرق ہے ایسا ۷۴۹/۵۷
- ۱۶ حاجت نہیں اے خطہ کل شرح و بیانی ۷۵۰/۵۸
- ۱۷ خود آگاہی نے سکھادی ہے جس کو تن فراموشی ۷۵۱/۵۹
- ۱۸ اس عزم بلند آور اس سوچ بگ اور ۷۵۱/۵۹
- ۱۹ غریب شہرچوں میں سن تو لے مری فریاد ۷۵۲/۶۰



- ۱ سراج کبر حیدری ۷۵۳/۶۱
- ۲ حسین احمد ۷۵۳/۶۲
- ۳ حضرت انسان ۷۵۳/۶۲



اُردو نظمیں

ابلیس در مجلس شمشاد

ابلیس

- ۱- یہ خاطر کا پرانا کھیل ! یہ دنیا ہے دور !
سکانِ عرشِ اعظم نہ تنہاوں کا خوں !
- ۲- ~~سنان~~ اگر نہ خربانوں پہلچاؤں ہے وہ لایکاؤ
جنے اس نام رکھا ~~پہنان~~ کاف و زور
- ۵- کون سا رنگا ہے اس آتش نغزوں کو سرد
حکے شہا مولا میرا ابلیس کا نیند دورا
- ۳- ~~پچھ~~ دکھلایا رنگی کو حرکت کا غریب
بے ہند توڑا یہ مجبور ویریکس کا خوں !
- ۴- ~~پچھ~~ ناداروں کا کھلوا بہتہا تندر کا
بے ہند غم کو دیا سرمایہ دلدار کا خوں !
- ۶- رنج جگہ ~~جگہ~~ جگہ خیریں ہار دیا آجائے بلند
کون سا رنگا ہے اس خطب کن کو سرگور

ابیس کی محاشوری

۱۹۳۶ء

ابیس

عین صبر کا پُرانا کھیل، یہ دنیا کے دلوں
سکان جھٹکنے کی تہمتوں کا خوں
اس کی بربادی پر لج آمادہ ہے وہ کار ساز
جس نے اس کا نام رکھا تھا جان کا فتنہ
میں نے کبھی دیکھا یا فتنی کو کو تہمت کا خواب
میں نے توڑا مسجد و دیر و کلیسا کا فسوں

میں نے ناواروں کو سکھلایا سبقِ تفت و تیر کا
میں نے منجسم کو دیا سٹریڈیاری کا جنوں
کون کر سکتا ہے اس کی آتشیں سوزاں کو سرد
جس کے ہنگاموں میں ہو ایسی کس سوزوں
جس کی شاخیں ہوں ہماری آبپاری سے بلند
کون کر سکتا ہے اس نخلِ کُھن کو سبز گنوں !

پہلا شیر

اس میں کیا شک ہے کہ مکلم ہے یہ ابلیسی نظام
چنختہ اس کے بچے تھے غلامی میں عوام
ہے ازل سے ان غریبوں کے مقدر میں سجدہ
ان کی فطرت کا تعاضل ہے ناز بے قیام
ارزو اول تو پیدا ہو نہیں سکتی کہیں
جو کہیں پیدا تو مرجاتی ہے یا رہتی ہے غام

یہ ہماری سچی پیس کی کراہت ہے کہ آج
صوفی و ملاطوایت کے جس کے تہم
طبع شرق کے لیے موزوں ہی افیون تھی
ورنہ تو الٰہی سے کچھ کم تر نہیں 'علم کلام'
ہے طوائف و جج کا ہنگامہ الہیاتی تو کیا
گندہ جو لڑھکتی ہوسن کی تیغ بے نیم
کس کی نو میدی چختے ہے فخران جدید؟
ہے جہاد اس دور میں مرد سلاں پر حرام!

دوسرا شیر

خیر ہے سلطانی جہور کا غوغا کشر
تو جہاں کے تازہ فتنوں سے نہیں ہے باخبر!

پہلا شیر

جنوں، گھمبیری جہاں مہنی بتاتی ہے مجھے
 جو ملکیت کا اک پردہ چوکیا اُس نے خطر!
 ہم نے خوشی ہی کو پسایا ہے جمہوری لباس
 جب نے را آدم ہوا ہے خود شناس خود فکر
 کاروبار شہری کی حقیقت اور ہے
 یہ وجود میں سلطان پر نہیں ہے مختصر
 مجلس ملت ہو یا پرویز کا دربار جو
 ہے وہ سلطان، بغیر کی کھیتی پر جو جس کی نظر
 تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام
 چہرہ روشن، اندزوں چنگیز سے تاریک ترا

تیسرا شیر

روحِ سلطانِی ہے باقی تو پھر کیا خطہ
بچے مگر کیا اُنسِ نبوی کی شرارت کا جوا
وہ حکیم ہے تجلی ہو یہ خبے بھلیب
نیتِ پیغمبرِ بسین و عیسیٰ دارِ کتاب
کیا بتاؤں کیا ہے کافر کی نگاہ پر وہ سوز
مشرق و مغرب کی قوموں کے لیے روزِ حساب
اس سے بڑھ کر اور کیا جو کا طبیعتِ کافرا
توڑ دی بندوں نے آقاؤں کے خیموں کی طناب!

چوتھا شیر

توڑ اس کے رومۃ الکبریٰ کے ایوانوں میں کیجیے
اے سیرِ زکوٰۃ دکھایا ہم نے پھر سیرِ زکاۃ کا جواب

کون بحرِ روم کی موجوں سے ہے لپٹا ہوا
جگاہ بالہ چوں حسنِ نوبز گاہ نالہ چوں باب

تیسرا شیر

میں تو اس کی عاقبت بینی کا کچھ قائل نہیں
جس نے زعفرانی سیات کو کیا یوں بے حجاب

پانچواں شیر

(ایٹیس کو مخاطب کر کے)

اے ترے سوزِ نفس سے کارِ عالم ہست تو
تو نے جب چاہا کہ یہاں ہر پرہیزی کو آشکار
اب کل تیری حرارت ہے جہاں سوز و سدا
اب درجہٴ جنت تری تسلیم سے دانائے کا

تجھے سے بڑھ کر فطرت آدم کو مجھ نہیں
سادہ دل بندوں میں جو مشہور ہے پروردگار
کام تھا جن کا فقط تقدیر تیسرے وسیع و طواف
تیری غیبت سے ابتدا کے نہ کوئی شمار
گرچہ ہیں یہ سب مرید افرا کے جس تہم
اب مجھے ان کی فراست پر نہیں ہے اعتبار
وہ یہودی فتنہ گزار وہ زور مژدک کا بڑا
قربا ہونے کو ہے اس کے جنوں سے تامل
زراغ و شتی جو رہا ہے ہر شاہین و چرخ
کتنی سرعت سے بدلتا ہے مزاج روزگار
چھا لئی آشفۃ ہر کروست افلاک پر
جس کو نادانی ہے ہم سبھے تھے انشت غبار
فتنہ منہ کی ہیبت کا یہ عالم ہے کہ آج
کانپتے ہیں کوہ ہمد و غرندار و جوب

میر کے آقا! وہ جہاں زیر و زبر چو نے کو ہے
جس جہاں کا ہے فقط تیری سیادت پر مدار

ابلیس

(اپنے شیروں سے)

ہے مرے دست تصرف میں جہاں گنڈ بو
کیا زمین کی مٹ کر کیا آسمان ٹوٹو
دیکھ لیں گے اپنی آنکھوں کتنا مشرق و غرب
میں نے جب کر دیا اقوام پورے کھلے
کیا امان سیات کیا کلیسا کے شیوخ
سب کو دیوانہ بنا سکتی ہے میری ایک سچو
کار کاوشِ شہِ جناد اس سمجھتا ہے اسے
توڑ کر دیکھے تو اس تہذیب کے جام و بوا

دستِ فطرتے کیس ہے جن کریبانوں کو چاک
مزد کی منطق کی سوزن نے نہیں سوتے رفو
کب ڈما سکتے ہیں مجھ کو اشتراکی کوچہ کرو
یہ پیشاں روزگار اشفہ غفر اشفہ ثو
ہے اگر مجھ کو خطر کوئی تو اُس آنت سے ہے
جس کی خاکستریں ہے اب تک شرابِ آرزو
خالِ خال اس قوم میں اب تک نظر آتے ہیں وہ
کرتے ہیں اشکِ سحر کا ہی سے جو ظلمِ دشمن
جانتا ہے جس پہ روشن باطنِ ایام ہے
مزدِ کینتِ فتنہ فروانہیں اسلام ہے



جانتا ہوں میں یہ انتِ حاملِ قرآن نہیں
ہے وہی ساری اسی بندہ مومن کا دیں

جانتا ہوں میں کہ مشرق کی اندھیری ات میں
 بے یخ پیالے پر ان جسم کی آستیں
 عصر حاضر کے تقاضاؤں سے لے لیکن یہ جو
 ہونہ جبائے اشکار شرع غیب کہیں
 احمذرا! آئین پیغمبر سے سوار الحد
 حافظ ناموس بن مروان، مروان بن
 موت کا پیام ہر نوح غلامی کے لیے
 نے کوئی مشغور و خاقان نے فقیر رہشیں
 کرتا ہے دولت کو ہر اکو کی سے پاک صاف
 منعموں کو مال و دولت کا بناتا ہے ایسے
 اس کے بڑھ کر اور کیا منکر و حمل کا انقلاب
 پاؤں کی نسیں اٹھکی ہے یزیدیں!
 چشم عالم سے ہے پوشیدہ آہیں تو خوب
 غنیمت ہے کہ خود دہن ہے عروم عتیں

ہے یہی بہتہ البیات میں اُبھار ہے
یہ کتاب اللہ کی تاویلات میں اُبھار ہے



توڑ ڈالیں جس کی بجیریں طلسم شش جہات
ہو نہ روشن اُن خدا ایش کی تاریکات
ابن مریم مرگیا یا زندہ جاوید ہے
ہیں صفات ذات حق حق سے خدا یا عین ذات
انے والے سے سیح ناصر مقتصد ہے
یا مجدد جس میں ہوں نہ زندہ مریم کے صفا
ہیں کلام اللہ کے الفاظ حادث یا تدریم
انتہی مرحوم کی ہے کس عقیدے میں عجا
کی کسماں کے لیے کافی نہیں اس قدر میں
یہ البیات کے ترشے ہوئے لات و ستار

تم اے بیگانہ رکھو عالم کو اے
تا بساط زندگی میں اس کے سب نمبرے ہوں مانتا
خیر اسی میں ہے قیامت تمہارے مہرِ غلام
چھوڑ کر اوروں کی خاطر یہ جہان بے ثبات
ہے وہی شعر و تصوف اس کے حق میں غبت
جو چھپائے اس کی آنکھوں سے تماشائے حیات
ہر نفس تاہوں اس نعمت کی بیداری میں
حقیقت جس کے دیں کی احتساب کا ثبات
مست رکھو ذکر و فکر صبح کا ہی میں اے
پختہ تر کر دو مزاج خانقاہی میں اے



بڈھے بلوچ کی نصیحت بیٹے کو

تو سیرے بیاباں کی ہوا تجھ کو گوارا
اس شے سے بہتے ہر نہ ولی نہ بخارا
جس ست میں چاہے صفتِ سیل و اس پل

وادی میں یہ ساری ہے صحرا بھی چھارا
غیرت ہے بڑی چیز جہان تک و دو میں
پہناتی ہے درویش کو تاجِ سدا

حاصل کسی کمال سے یہ پوشیدہ نہ کر
کہتے ہیں کہ شیشے کو بنا سکتے ہیں خارا
اندراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر نہ ہے ملے ملے محنتِ تدر کا سدا

محمدم راہِ دولتِ دریا سے وہ نہ گھس
کرتا نہیں جو محبتِ ساحل سے کنار

ہیں ہاتھ سے دے کر اگر آزاد ہو قنوت
ہے ایسی تجارت میں سدا کا خسار
دنیا کو ہے پھر سرگرداں و بدن چشیں
تہذیب نے پھر اپنے درندوں کو انجسار
اللہ کو پامردی مومن پر محسوس
بابیس کو یورپ کی شینوں کا سہارا
تقدیر انہم کیا ہے کوئی کد نہیں سکتا
مومن کی فراست ہو تو کافی ہے اشار
اصل عمل مانند نیگاں کہن سے
شاہاں چعجب کر بنوازند گدا را



تصویر و مصور

تصویر

کس تصویر نے تصویر کرے
نمائش ہے مری تیرے نہیں ہے
بس کن کس دست بدنامتصنی ہے
کڑو پوشیدہ ہو یہ مری نظرسے!

مصور

گراں ہے چشم سینا دیدہ و نر پر
جاں بینی سے لیا لڑی شہز پر
نظرسر درو عینم دسوز و تب و تاب
تو اے نادان قناعت کز خمیر

تصویر

خبر عہتل جہرہ کی ناتوانی
نظر، دل کی حیات جاودانی
نہیں ہے اس زمانے کی تگ و تار
سزاوارِ حدیثِ لہنِ ترانی

مُصوّر

تو ہے میرے کلاستِ ہنر سے
نہ چو نوید اپنے نقشِ کر سے
مرے دیدار کی ہے اک یہی شرط
کہ ٹوہنساں نہ چو اپنی نظر سے



عالم برنج

مردہ اپنی قبر سے
کیا شے ہے کس اموز کا فردا ہے قیامت
اے میرے شبستانِ کُنن! کیا ہے قیامت؟

قبر

اے مردہ صمد! تجھے کیا نہیں معلوم؟
ہر موت کا پوشیدہ تقاضا ہے قیامت!

مردہ

جس موت کا پوشیدہ تقاضا ہے قیامت
اُس موت کے پھٹنے میں گرفتار نہیں ہیں

چرچند کہ نبھوں مردہ سہارا و لیکن
ظلمت کدہ خاک کے بیزار نہیں ہیں
جو روح پیراک بار سدا پر بدن بار
ایسی ہے قیامت تو خریدار نہیں ہیں

صدائے غیب

نے نصیب مار کر ڈنم نے نصیب وام و دو
ہے فقط محکم قوموں کے لیے مرگ ابد
بانگے سر ایل ان کو زندہ کر سکتی تھیں
روح سے تھا زندگی میں بھی تھی جن کا جسد
مر کے جی اٹھنا فقط آزاد مردوں کا ہے کام
گرچہ ہر ذی روح کی منزل ہے آغوشِ لحد

قبر (اپنے گھر سے)

آہِ ہنالم اٹو جاں میں بندہ محکوم تھا
میں نہ سمجھی تھی کہ ہے کیوں خاکِ سیسہ کی خاک
تیری میت کے ہری تاجِ بیاں تار کی تہ
تیری میت کے زمیں کا پردہ ناموسر خاک
الحمد بحکوم کی میت کے سو بار الحمد
اے سرافیل! اے خدا کے کائنات! اعجازِ مال!

صداۓ خیب

گرچہ ہرچیز قیامت کے نظامِ بہت و بود
ہیں اسی اسلوب کے بے پردہ اسرارِ جو
زلزلے کے کوہ و درائے تھے ہیں مانندِ حساب
زلزلے سے وادیوں میں تازہ چشموں کی نمود

ہر نئی تسکیر کو لازم ہے تحریک تمام
ہے اسی میں شکلاتِ زندگانی کی نشو و نما

زمین

آہ یہ مرکبِ دوامِ آہ یہ رزمِ حیات
ختم بھی ہوگی کبھی شکستِ کائنات
عقل کو ملتی نہیں اپنے بتوں سے نجات
عارفِ عامی تمام بندۂ لات مونسات
خوارِ چھاکسِ قدرِ آدمِ نیرِ انصاف
قلبِ نظر پر کراں ایسے جہاں کائنات
کیوں نہیں ہوتی سحرِ حضرتِ انساں کی رات؟



معزول شہنشاہ

ہو مبارک اس شہنشاہ کو فرجِ بزم کو
 جس کی قربانی سے اس اربطِ کسیت پر فاش
 شاہ ہے بطلانوی مندر میں اک مٹی کا بُت
 جس کو کر سکتے ہیں جب چاہیں نچاری پاش پاش
 ہے یہ نیشک آمیز اقیوں ہم غلاموں کے لیے
 ساحرِ انجلیس! مارا خواجہ بدوید ترش



دوزخی کی مناجات

اَس دیر کُن میں ہیں غرض نہ چھباری
 رنجیدہ بتوں سے ہیں تو کرتے ہیں خدا یاد
 پوچھا بھی ہے بے سود نمازیں بھی ہیں بے سود
 قسمت ہے غمخیزوں کی وہی نالہ مندریا
 ہیں گرچہ بندی میں عمارات فلک بوس
 ہر شے حقیقت میں ہے ویرانہ آباد
 تیشے کی کوئی کر و شت تیر تو دیکھے
 سیراب ہے پرویز چکر نشنہ ہے فریاد
 عیلم، چلت، سیاست، یہ تجارت
 جو کچھ ہے وہ ہے منکر لوکان کی احباب
 اللہ! ترا شکر کہ یہ خطہ پر سوز
 سوداگر یورپ کی غلامی سے ہے آزاد!

مسعود مرحوم

یہ مہر و مد، یہ ستارے یہ آسمان کیبو
کے خستہ خبر کہ یہ عالم خدّم ہے یا کہ وجود
خیال حب وہ منہ نزل فسانہ و افسوں
کہ زندگی ہے سرِ اچارِ حیل بے مقصود
رہی نہ آہ، زمانے کے ہاتھ سے باقی
وہ یاد کارِ کمالِ استِ حمد و محمود
زوالِ علم و ہنسِ سرِ ملِ ناکہاں اُس کی
وہ کارواں کا مستلح کر اں بہا مسعود
مجھے زلاتی ہے اہلِ جہاں کی بید روی
فغانِ مرغِ سحرِ خواں کو جانتے ہیں سرود
نہ کہ کہ صبر میں پنہاں ہے چارہِ نغمِ دوست
نہ کہ کہ صبرِ معنائے موت کی ہے کشود

”وَلے کہ عاشق و صابر بود مگر سنگ است
ز عشق تا چہ صبور می ہزار فرسنگ است“
(مستحق)

نہ مجھ سے نوحہ کہ جس کو بڑا کیا ہے
کے خسر کہ یہ نیک و سیا کیا ہے
ہوا جو خاک سے پیدا، وہ خاک میں ستور
مگر غیبِ صغریٰ ہے یافتا، کیا ہے
غبارِ راہ کو بخشا کیا ہے، حقِ جمال
بخشہ و بتا نہیں سکتی کہ تدا کیا ہے
دلِ نطسہ بھی اسی آبِ گل کے ہیں اعجاز
نہیں تو حضرتِ انساں کی انتہا کیا ہے
جہاں کی رُوحِ رواں لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ
سیح و میخ و چلیا، یہ جہرا کیا ہے
قصاصِ خونِ تمنا کا ماننے کس سے
گنہ گار ہے کون اور خوں بہا کیا ہے

غم میں مشو کہ یہ بند جہاں گرفتاریم
طلسم ہا شکستہ اس دے لے کہ ما داریم

خودی ہے زندہ تو ہے موت اک مقام حیات
کہ عشق موت کے کرتا ہے استعجاب

خودی ہے زندہ تو دریا ہے بے کراں ترا
ترے فراق میں خط ہے موج نیل فرا

خودی ہے مُردہ تو مانند کاہِ شیش نسیم
خودی ہے زندہ تو سلطانِ جلوہ سوجدا

نگاہ ایک شبختی سے ہے اگر محروم
دو چہرہ ہزارِ شبختی تلافیِ مافات

مستام بندہ سوسن کا ہے درائے سپہر
زمین سے تابہ ثریا تسمات و منا

حریم ذات ہے اس کی نشین بیدی
نہ تیرہ خاکِ محسوس ہے نہ جلوہ کاہِ صفا

خود آگہاں کہ ازیں خالداں برون بختند
طلسم سروسر و ستارہ بختند

اوازِ غیب

اتنی ہے دم صبح صدا عرش میں سے
کھویا کیا کس طرح ترا جہر احوال!
کس طرح ہو اُنکے ترا نشتر تحقیق
جو تے نہیں کیوں تجھ سے ستاروں کے جدِ چاک
تو ظنِ اہر و باطن کی خلافت کا سزاوار
کیا شعلہ بھی جوتا ہے غلامِ حسنِ خاشاک
مہر و ر و انجم نہیں محکم تے کیوں
کیوں تیری نگاہوں سے لڑتے نہیں افلاک

اب تک ہے وہاں کچھ ہنوتیری رکوں میں
نے گرمی ہنسکا، نہ اندیشہ بے باک
رکشن تو وہ ہوتی ہے جہاں ہیں نہیں ہوتی
جس کچھ کے پردوں میں نہیں ہے گنہگار

باقی نہ رہی تیسری وہ آئینہ ضمیری
اے شہتہ سلطانی و قلاتی چسپیری



نہیں مج سے جا پر نظر کی !
 ہر حاجت کو کھنڈ کج
 کمالاں سے کمالاں سے
 سرخ المیہ و شریکی
 ۱۲۰۰

رُبَاعِیتا



مری شاخ اہل کا ہے شر کیا
تری تعتدیر کی مجھ کو خبر کیا
کلی کل کی ہے محتاج کشوداج
نسیم صبح منور پر نرس کیا



فراغت دے اُسے کارِ جہاں سے
کہ چھوٹے نفیس کے امتحاں سے
ہوا پیری کے شیطان کنڈیش
کنساہ تازہ تر لائے کہاں سے!



دگرگوں عالمِ شام و سحر کر
جہاں خشک و تر زیر و زبر کر
ہے تیری حسدائی داغ سے پاک
مے بے ذوق سجدوں سے حذر کر



عنیری میں ہوں محمود اسی
 کہ غیتہ منے پد میری فہمیری
 حذر انس قزویشی سے جس نے
 سماں کو کھکھا دی سنیری!



خرد کی تنگ و امانی سے منیر
 تجلی کی منہ اوانی سے منیر
 گوارا ہے اسے نطشہ خمیر
 بندگی نہا سمانی سے منیر!



کہا اقبال نے شیخ حسام ہے
تہ محراب مسجد سویا کون
بدا مسجد کی دیواروں سے آئی
فرنگی بت کدے میں لکھو کیا کون؟



گنہگار مٹائے آرزو
کہ ہے مرد مسلمان کا لہو
بتوں کو میسر ہی دینی مبارک
کہ ہے آج آتشیں لہو



حیث بن قسطنطین
جگر پرخون، نفس روشن، نگہ تیز
میتر ہو کے دیدار اس کا
کہ ہے وہ رونق محسن کلمہ ایز



تمیز حار و گل سے آشکارا
نصیم صبح کی روشنی میں
حفاظت پھول کی نمکین نہیں ہے
اگر کانٹے میں ہو غصے حریری



نہ کر ذکرِ منہ راق و آشنائی
کہ اصلِ زندگی ہے خودمانی
نہ دریا کا زیاں ہے نہ نہر کا
دلِ دریا سے گھر کی حبِ دلی



ترے پیامیں طوفانِ کیوں نہیں
خود ہی یہی سلسلہ کیوں نہیں
عیشِ شکوہِ تفتِ دیرِ زواں
تو خود تفتِ دیرِ زواں کیوں نہیں؟



جنرہ دیکھے اگر دل کنی گئے
جہاں روشن ہے نورِ لا الہ سے
فقط اک گردشِ شام و سحر
اگر دیکھیں سرِ غم و سرور



کبھی دریا سے شل موج بھر کر
کبھی دریا کے سینے میں اتر کر
کبھی دریا کے گلے لگ کر
مستام اپنی خودی کا فاش تر کر!

فکر در دل
جگر در دهن
فکر در دهن
جگر در دل
فکر در دهن
جگر در دل
فکر در دهن
جگر در دل

کسی که در دل
کسی که در دهن
کسی که در دل
کسی که در دهن
کسی که در دل
کسی که در دهن
کسی که در دل
کسی که در دهن

علا زادہ یحییٰ لولائی شیری کا بیان



پانی ترے چشموں کا ترپتا ہوا سیلاب
مزعاج تیری فصاحتوں میں ہیں بیتاب

اے وادی لولاب!

گر صاحب ہنگام نہ جو سنبر محبوب
دیں بندہ مومن کے لیے موت کے یا خواب

اے وادی لولاب!

ہیں سارے پر شوخ نوائے محب و گرسوز
ڈھیلے ہوں اگر تار تو بیکاس ہے ہر مضراب

اے وادی لولاب!

مٹا کی نطفِ نر و فرستے کے چٹالی
بے سوز ہے سچا نہ مٹھوئی کی مے ناب

اے وادیِ لولاب!

بیدار ہوں دل جس کی فغانِ سحری سے
اس قوم میں نہ تھے وہ درویشِ سچِ نایاب

اے وادیِ لولاب!



موتے اے اکِ نختِ تر جب کل غلامی تے نام
مکرو فنِ خواجگی کا شِ سمجھتِ غلام
شرعِ ملوکانہ میں جدتِ احکام دیکھ
صور کا خونِ سلالِ حشر کی لذتِ حرام
اے کہ غلامی سے ہے زوجِ تری محفل
سینہ بے سوز میں ڈھونڈ خودی کا مقام



آج وہ شیر ہے محکوم و مجبور و فقیر
کل جسے اہل نظر کہتے تھے ایران شیر
سینہ اس کے اٹھتی ہے آہ نوناں
ملاحق ہوتا ہے جب برعوب سلطان امیر
کہ رہا ہے داستان بید روی آیام کی
کوہ کے دامن میں غمِ مسلم نہ وہقان پیر
آہ! یہ قوم نجیب و چرب دست و تر دماغ
ہے کہاں روزِ مسکافات اے خداوندِ گیر؟



گرم ہو جاتا ہے جب محکوم قوموں کا لہو
تھر تھراتا ہے جہان چارنوے و نل بو

پاک چو تاسے غنم و تخمیں سے انساں کا ضمیر
کرتا ہے ہر راہ کو روشن چرخِ ارزو
وہ پُرانے چاک جن کو عقل ہی سکتی نہیں
عشق سیتا ہے انھیں بے سون و تار و نو
ضررِ تپیم سے ہو جاتا ہے کفرِ پاش پاش
حاکمیت کا بت سنیں دل و آسینہ



دُراج کی پرواز میں ہے شوکتِ شاہیں
حیت میں ہے صیادِ شاہیں ہے کدو ساج
ہر قوم کے انسان میں پیدا ہے طلسم
مشرق میں ہے فردائے قیامت کی نمودِ ج
فطرت کے تعاضدوں سے ہوا حشرِ محجب
وہ مردہ کہتے بانگِ فراسیل کا محتاج



برندوں کو بھی معلوم ہیں ضو فی کے کلمات
ہرچند کہ مشہور نہیں ان کے کرامات
خودگیری، و خودداری، طلب مالک، انما الحق
از او ہوسالک تو ہیں یہ اس کے معانی
معلوم ہوسالک تو یہی اس کا پیراوست
خودنمودہ و خودمرتد و خودمرتب معاجات!



نکل کر حلقہ ہوں ادا کر رہم شبیری
کہفت خانہ ہاں ہے فقط اندوہ و کجیری
ترے دین ادب سے آرہی ہے بے پناہی
یہی ہے مرنے والی امتوں کا عالم پیری

شیاطینِ ملکیت کی آنکھوں میں ہے وہ جادو
کہ خوشچہرے کے دل میں ہو پیدا ذوقِ مخپیری
چہ بے پروا لذت مند از نو اے سب جکاہن
کہ بزواں شور وستی از یہ چشما بن شمیری



سمجھا لو کی بوند اگر تو اے تو حسیہ
دل آدمی کا ہے نقطہ الٰہ جذبہ بند
گروہش رہو ستارہ کی ہے ناکوار اے
دل آپ اپنے شامِ حشر کا ہے نقشِ شند
جس خاک کے ضمیر میں ہے آتشِ چنار
ممکن نہیں کہ سڑ ہو وہ خاکِ ارجند





کف لاجب چمن میں کتب خانہ نعل
 نہ کام آیا تلا کو حکیم کبتابی
 ستانت شکن تھی چارے بھاراں
 غزل خواں چو اچھیر ک اندرابی
 کہن لالہ آتشیں پیر پن نے
 کہ آسرا جہاں کی چوں میں بے حجابی
 سمجھتا ہے جو موت خواب کو
 نہاں انس کی تعمیر میں ہے خرابی
 نہیں زندگی سلسلہ روز و شب کا
 نہیں زندگی ستی و نیم خوابی
 حیات است و آتش خود پیدین
 خوش اس دم کہ این گشتہ باز یابی

اگر ز آتش دل شرارے بگیری
تو اب کرو زیرِ خاک آفتابی



آزاد کی رک سخت ہے مانند رک سنگ
محکوم کی رک نرم ہے مانند رک تاک
محکوم کا دل مردہ و افسردہ و غمیدہ
آزاد کا دل زندہ و پرسوز و طرب ناک
آزاد کی دولت دل روشن، نفس گرم
محکوم کا سرمایہ فقط دیدہ نم ناک
محکوم ہے بیگانہ اخلاص و مروت
چرچند کہ منطق کی دلیلوں میں ہے چالاک
ممکن نہیں محکوم جو آزاد کا چمد و ش
وہ بندہ اخلاص ہے، یہ عجب سہ افلاک



تمام عارف و عامی خودی سے بیگانہ
 کو اتنی بتائے یہ مسجد ہے یا کہ سینہ
 یہ راز ہم سے چھپایا ہے میر و اعظم نے
 کہ خود حرم ہے چپ پر ابرو حرم کا پروا
 طلسم بے خبری، کافری دین اری
 حدیث شیخ و برہمن قسوں افسانہ
 نصیب خطبہ جو یارب وہ بندہ و رویش
 کہ جس کے فقر میں انداز ہو کلیم
 چھپے رہیں گے زمانے کی آنکھ سے کب تک
 گھر ہیں آپ ولہ کے تمام یک دانہ





بگرنوں جہاں اُن کے زورِ عمل سے
 بڑے معر کے زندہ قوموں نے مارے
 منہ ختم کی تقویم خسروا ہے باطل
 کرے آسماں سے پڑانے سارے
 ضمیر جہاں اس قدر آتشیں ہے
 کہ دریا کی موجوں سے ٹوٹے سارے
 زمیں کو فراغت نہیں زلزلوں سے
 نمایاں ہیں فطرت کے باریک اشارے
 پہمالہ کے چشمے اُبلتے ہیں کب تک
 خضر سوچتا ہے ولہ کے کنارے





نشانِ یہی ہے زمانے میں زندہ قوموں کا
 کہ صبح و شام بدلتی ہیں ان کی تقدیریں
 کہاں صدق و مروت ہے نہ مکی ان کی
 معاف کرتی ہے فطرت بھی ان کی تقصیریں
 قلندرانہ ادائیں، سکندرانہ جلال
 یہ امتیں ہیں جہاں میں برہنہ مشیریں
 خودی سے مروغہ آگاہ کا جمال و جلال
 کہ یہ کتاب ہے باقی تمام تفسیریں
 شکوہ و غم کا منکر نہیں ہوں میں، لیکن
 قبولِ حق ہیں فقط مردِ حسرت کی تجسیریں
 حکیم میری نواؤں کا راز کیا جانے
 وراے عقل ہیں اہلِ جنوں کی تدبیریں



چه کافرانان قمار حیات می بازی
که بازمانه بسازی بخود نمی سازی
در کربد رسیده ای جسم نمی بینم
دل خجسته و نگاه غمناکی و رانی
بحکم منقح اعظمم که قطرت از لبت
بدین صوره حرام است کاش باری
همان قضیه ازل گفت خبره شایان
با سبها لروی بازی نه پروازی
منم که توبه نه کروم ز مناش کوئی
ز بیم این که سلطان کنند عظامی
بدست نایب سر قند و نه بخارا است
دعا بگو فقیه را بزرگ شیرازی



ضمیر مغرب کے تاجرانہ ضمیر شرق ہے اہبانہ
وہاں دو گروں ہے لفظ لفظ، یہاں بدلتا نہیں زمانہ
کنڈرہ یا خضر نے مجھ سے کہا بہ انداز محراب
سکندری جو ہندوئی ہو یہ سب طریقے ہیں ساحر
حریف اپنا سمجھ رہے ہیں مجھے خدا یا جانقاہی
انہیں یہ ٹہر ہے کہ میں نے نالوں سے شق نہ ہو سکتا
غلام قوموں کے علم و عقل کی ہے یہی ہوشیار
زمین اگر تنگ ہے تو کھائے فصائے گڑوں سے بے کرانہ
خبر نہیں کیا ہے نام اس کا، خدا فریبی کہ خود فریبی
عمل سے فارغ ہو اسلماں بنا کر تقدیر کا بہار

مری اسیری پہ شاخِ گل نے کھتے کھتے تار کو نرلایا
کہ ایسے پرسوز نغمہ خواں کا گراں نہ تھا مجھ پر آشیانہ



حاجت نہیں اے غلغلہ شمعِ حیا کی
تصویر پہلے دلِ نرغوں کی ہے لالہ
تقدیر ہے اک نامِ کائناتِ عمل کا
دیتے ہیں یہ سپینامِ خدا یا ابنِ ہمد
سرمایہ کی جواہروں میں ہے غریاں بدنِ اس کا
دیتا ہے خمیہ جس کا ایسے مریخِ دو شاہ
امید نہ رکھ دولتِ دنیا سے وفا کی
زم اس کی طبیعت میں ہے مانندِ غزالہ





خود آگاہی نے سکھادی ہے جس کو تن فراموشی
حرام آتی ہے اس مردِ محب پر پردہ پوشی



اس عزمِ بلند اور اس سوزِ جگر اور
شمشیرِ پدرِ خواہی بازوئے پدر اور





غریب شہر ہوں میں ہنس تو لے مری فریاد
کہ تیرے سینے میں بھیں قیامتیں آباد
مری نوائے غم آلود ہے ستارے عزیز
جہاں میں عام خدیں دستِ دل تاشاد
گھر ہے مجھ کو زمانے کی کور ذوقی سے
سمجھتا ہے مری محنت کو محنت فریاد
”صدائے تیشہ کہ برسنگ میخورد و گراہت
خبر گیری کہ آواز تیشہ و گراہت“

• صدائے تیشہ الخ یہ شعر مرزا جانجناں غفرت علیہ الرحمۃ کے
مشہور بیاض حسنہ خط کا ہے

سرکر جیدی جہدِ غم جید آباد کن کے نام

یہ ہم اقبال کے موقع پر تہنِ غازیہ حضورِ نظام کی طرف سے جو صاحبِ عظم
کے ماتحت ہے، ایک سب سے زیادہ چاہیے ہیں، تو اس موصول ہونے پر

تھیں اللہ کا منہاں کہ شکوہ پرور
دوست نہ کہ کہ ہیں اس میں ٹوکنا نہ صفا
مجھے منہ پایا کہ لے شہنشاہی کہ
حسنِ تدبیر سے دے آئی وفائی کو ثبت
نیں تو اس بار امانت کو اٹھاتا سر دوش
کام درویش میں ہر تلخ ہے مانندِ بیت
غیرِ غمت نہ کر نہ سکی اس کو قبول
جب کہا اس نے ہے میری خدائی کی زکا!



حُ سین احمد

عجمِ هنوز نداند روزِ دیں، ورنہ
ز دیوبندِ حسینِ احمد! اس چہ بواجبی است
سرودِ بر سرِ منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر ز مقامِ محنتِ عربی است
بمضطقی برساں خویش را کہ دیں ہر ہاوت
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

حضرت انساں

جہاں میں دانش و نیش کی ہے کس مہ جازدانی
کوئی شے چُپ نہیں کتی کہ عیاں ہے نورانی
کوئی دیکھے تو ہے باریکِ فطرت کا حجاب اتنا
نمایاں ہیں فرشتوں کے تہتم ہاتے چہ نہانی

یہ دنیا دعوتِ دیدار ہے منہ زندہ آدم کو
 کہ چہرہ ستور کو بخشا گیا ہے ذوقِ غیبیانی
 یہی منہ زندہ آدم ہے کہ جس کے اشکِ غم نہیں سے
 کیا ہے حضرتِ نبواں نے فریادوں کو مظلومانی
 فلک کے گم کیا خبرِ خیالِ داکس کی کشمیر ہے
 غرضِ انجم سے ہے کس کے شبستان کی گنجبانی
 اگر مقصودِ کل میں چوں تو مجھ سے ماورا کیا ہے
 مرے ہنس کا رہا ہے تو بہ نو کی انتہا کیا ہے؟





